کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم
عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
حضرت عباس رضی اللہ عنہ
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
حضرت بلال رضی اللہ عنہ
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
حضرت انس رضی اللہ عنہ
حضرت سعد رضی اللہ عنہ
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

تعارف مصنف

حضرت الحاج مولانا عبدالمصطفیٰ الاعظمی مدظلہ العالی، ذیقعدہ1323ہجری کو اپنے آبائی وطن گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔

شجرہ نسب یہ ہے

محمد عبدالمصطفیٰ ابن شیخ حافظ عبدالرحیم بن شیخ حاجی عبدالوہاب بن شیخ چمن بن شیخ نور محمد بن شیخ مٹھو بابا رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے والد گرامی حصرت حافظ عبدالرحیم صاحب حافظ قرآن، اُردوخواں، واقف مسائل دینیہ متقی پرہیزگار تھے۔ گاؤں کے مشہور بزرگ حافظ عبدالستار صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا جو حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی حضرت شاہ سید اشرف حسین صاحب قبلہ کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے چند سال ہوئے انتقال فرماگئے۔

تعلیم

علامہ اعظمی صاحب قرآن مجید اور اُردو کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے مدرسہ اسلامیہ گھوسی میں داخل ہوئے اور اُردو فارسی کی مزید تعلیم پائی۔ چند ماہ مدرسہ ناصر العلوم گھوسی میں بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ معروفیہ معروف پورہ میں میزان سے شرح جامی تک پڑھا۔ پھر1351ھ میں مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ ضلع مرادآباد (یوپی) کا رخ کیا اور وہاں شیخ العلماء حضرت مولانا شاہ اویس حسن عرف غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ (شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف متوفی1397ھ) اور حضرت مولانا حکمت اللہ صاحب قبلہ امروہوی اور حضرت مولانا سید محمد خلیل صاحب چشتی کاظمی امروہوی کی خدمت میں ایک سال رہ کر اکتساب فیض کیا۔

اس کے بعد1352ھ میں حضرت صدرالشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ بریلی شریف تشریف لے گئے اور مدرسہ منظر اسلام سوداگران بریلی میں داخل ہوکر تعلیمی سلسلہ شروع فرمایا۔ ملاحسن میبذی وغیرہ چند کتابیں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب چشتی گورداسپوری علیہ الرحمۃ سے پڑھیں باقی کتابیں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔

اس دوران حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ (خلف اکبر سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ) کی خدمت میں حاضری دی اور شرفیاب ہوئے موصوف آپ پر بڑا کرم فرمایا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے برادر خورد حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں علیہ الرحمۃ سے فرائض کی مشق کی اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان نوری دامت برکاتہم القدسیہ (زیب سجادہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف خلف اصغر حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دارالافتاء میں بھی حاضری دی۔

بریلی شریف میں دوران طالب علمی آپ کی اقتصادی حالت اچھی نہیں تھی۔ مسجد کی امامت اور ٹیوشن سے اخراجات پورے کرتے تھے۔ جب حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ بریلی سے رخصت ہو کر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوئے تو مولانا اعظمی صاحب بھی بریلی شریف نہ رہ سکے اور 10 شوال 1351ھ کو علی گڑھ حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں داخلہ لیا اور امتحانات میں اچھی پوزیشن سے کامیاب ہو کر انعامات بھی حاصل کئے۔ علی گڑھ کے دوران قیام حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (خلیفہ حضرت قدس سرہ) کی خدمت میں بھی حاضری دیتے اور علمی اکتساب فرماتے رہے۔ 1356ھ میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں سے سند فراغ حاصل کیا۔ حضرت مولانا سید شاہ مصباح الحسن چشتی علیہ الرحمۃ نے سر پر دستار فضیلت باندھی۔

بیعت

17 صفر المظفر 1353ھ میں حضرت قاضی ابن عباس صاحب عباسی نقشبندی علیہ الرحمۃ کے پہلے عرس میں حضرت الحاج حافظ شاہ ابرار حسن خاں صاحب نقشبندی شاہ جہانپوری (جو قاضی صاحب موصوف کے پیر بھائی تھے) سے مرید ہوئے۔
2 ذی قعدہ 1370ھ کو حضرت شاہ ابرار حسن صاحب نقشبندی علیہ الرحمۃ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد آپ کے خلیفہ برحق الحاج قاضی محبوب احمد صاحب عباسی نقشبندی سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ چونکہ شروع ہی سے موصوف کا رجحان سلسلہ نقشبندیہ کی طرف زیادہ تھا اسی لئے اس سلسلے میں مرید ہوئے مگر دیگر سلاسل کے بزرگوں سے بھی اکتساب فیض و برکات کا سلسلہ جاری رکھا۔
25 صفر المظفر 1358 ھ میں عرس رضوی کے مبارک و مسعود موقع پر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب (م 1363ھ) نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

سلسلۂ تدریس

فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے مدرسہ اسحاقیہ جودھ پور (راجستھان) میں مدرس ہوئے۔ درس نظامی کا افتتاح فرمایا اور مدرسہ ترقی کی راہ پر چل نکلا تھا کہ اچانک جودھ پور میں ہندو مسلم فساد ہونے کی وجہ سے بہت سے بیرونی علماء کے ساتھ آپ کو گرفتار کیا گیا اور بعد میں اشتعال انگیز تقریر کرنے کا الزام لگا کر حکومت نے شہر بدر کر دیا جس سے مدرسہ کو بھی نقصان ہوا اور مولانا موصوف کو بھی وہاں سے آنا پڑا۔ ستمبر 1939ء میں حضرت قاضی محبوب احمد صاحب کی دعوت پر امروہہ تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں جس کا سلسلہ تین سال تک رہا۔ اس وقت وہاں پر مولانا سید محمد خلیل صاحب کاظمی امروہوی صدر مدرس تھے اس دوران بھی موصوف سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد 1942ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا اور گیارہ سال تک یہاں بھی درس دیتے رہے اور اس کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیا۔

ستمبر 1952ء میں آپ کا احمد آباد گجرات بسلسلہ تقریر دورہ ہوا۔ متعدد تقاریر کے سبب لوگ گرویدہ ہوئے اور جب وہاں پر ایک دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا تو باصرار مبارک پورے بلوا کر دارالعلوم شاہ عالم میں رکھا۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ الاقدس نے بھی دارالعلوم کے قیام اور ترقی میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا نے اس دارالعلوم کی ترقی اور بقا میں بھرپور اور جان توڑ کوشش کی اور اس کو عروج تک پہنچا کر دم لیا۔ بعض ناگفتہ بہ حالات اور ارکان میں سے بعض کے درپے آزار ہونے کی وجہ سے 17 شعبان 1378ھ کو وہاں سے استعفادے کر وطن آ گئے۔ اس کے بعد حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے۔ واپسی پر دارالعلوم حمدیہ بھونڈی (مہاراشٹر) کی طلبی پر مارچ 1960ء کو طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدرسہ مذکور میں تشریف لے گئے اور چار برس تک جم کر وہاں تدریسی خدمات کو انجام دیا اور مدرسہ مذکور کی تعمیر میں بھی بھرپور کوشش فرمائی جس کے طفیل ایک شاندار عمارت آج بھی موجود وشاہد ہے۔

مگر جب وہاں کے بھی بعض حضرات سے تعلقات معمول پر نہ رہے تو خاطر برداشتہ ہو کر 1964ء میں مستعفی ہو گئے۔ اس کے بعد فوراً دارالعلوم مسکینیہ دھوراجی گجرات سے طلبی آ گئی اور مولانا حکیم علی محمد صاحب اشرفی کے اور دوسرے لوگوں کے اصرار پر وہاں مع جمعیۃ طلبہ تشریف لے گئے مگر وہاں بھی زیادہ دنوں قیام نہ کر سکے اور بالآخر دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ فیض آباد (یوپی) میں بعہدہ صدر المدرسین وشیخ الحدیث تشریف لے گئے جہاں تقریباً دس سال سے علوم معارف کے گوہر لٹا رہے ہیں۔ خدا نے تفہیم کی خوب خوب صلاحیت بخشی ہے۔ تمام متداول کتابوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں اور پوری مہارت سے درس دیتے ہیں اور طلبہ خوب مانوس ہوتے ہیں۔ ملک وبیرون ملک کے تلامذہ کی خاصی تعداد مصروف عمل ہے۔

افتاء

تدریس کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ تحریر کردہ فتووں کی نقلیں کم محفوظ ہیں پھر بھی چھ سو سے زیادہ فتاوے منقول ہیں جو کبھی شائع کیے جا سکتے ہیں۔

وعظ

مولیٰ تعالیٰ نے وعظ ونصیحت کی بھی خوب صلاحیت بخشی ہے۔ ملک کے گوشے گوشے میں آپ کے مواعظ حسنہ کی دھوم مچی ہوئی ہے اور بہت سے مواعظ تو مطبوعہ بھی ہیں جن سے عوام ہمیشہ فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

ذوقِ سخن

زمانہ طالب علمی ہی سے شعر وشاعری کا ذوق ہے۔ نعت شریف نظمیں اور غزل میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے۔ کوئی مجموعہ کلام مطبوعہ نہیں ہے اور نہ اب پہلے سا ذوق ہی باقی ہے۔

تصنیف و تالیف

تدریس افتاء وعظ وغیرہ کے ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کا بھی بہت اچھا اور خوب ذوق پایا ہے اور اس کی طرف خاصی توجہ مبذول فرمائی ہے۔مختلف موضوعات پر آپ کی مطبوعہ اُردو تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔موسم رحمت (سب سے پہلی تصنیف جو متبرک راتوں اور مبارک ایام کے فضائل پر مشتمل ہے۔)

2۔ معمولات الابرار بمعانی الآ ثار (تصوف کے بیان میں)

3۔ اولیاء رجال الحدیث (اولیائے محدثین کی سوانح)

4۔ مشائخ نقشبندیہ (نقشبندی بزرگوں کا سلسلہ وار تذکرہ)

5۔ روحانی حکایات (دو حصے)

6۔ ایمانی تقریریں 7۔نورانی تقریریں

8۔ حقانی تقریریں 9۔عرفانی تقریریں

10۔ قرآنی تقریریں 11۔سیرت مصطفیٰ

12۔ نوادر الحدیث (چالیس حدیثوں کی عمدہ اور مفید شرح)

13۔ کرامات صحابہ 14۔جنتی زیور

15۔ قیامت کب آئے گی۔وغیرہ وغیرہ

کتاب ''سیرۃ المصطفیٰ'' سیرت کے موضوع پر قلمبند فرمائی گئی ہے جو تقریباً 800 صفحات پر مشتمل ہے اور خوب ہے اس کے علاوہ تمام کتابیں متعدد بار طبع ہو کر اہل ذوق کے لئے تسکین کا سامان بن چکی ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ اس وقت بھی آپ کی تمام کتابیں بآسانی مل جاتی ہیں۔کوئی بھی کتاب نایاب اور مشکل الحصول نہیں خود ہی اپنے اہتمام سے طبع کراتے اور شائع فرماتے ہیں۔کتابت وطباعت کا معیار بھی عام کتابوں سے بہتر ہے جو مقبولیت کی ایک خاص وجہ ہے۔آپ کی تقریر وتصنیف میں مفید لطائف کی خاصی آمیزش ہوتی ہے جو عوامی دلچسپی کا باعث ہے۔

حج و زیارت

1378ھ مطابق 1959ء میں حج کعبہ وزیارت مدینہ طیبہ کا عزم کیا اور شادکام ہوئے اور پوری صحت وتوانائی کے ساتھ تمام ارکان کی ادائیگی سے سرفراز ہوئے۔ جدہ میں آپ کے برادر طریقت الحاج عبدالحمید کے مکان پر محفل وعظ کا انعقاد ہوا جس میں آپ نے نہایت ہی رقت انگیز تقریر فرمائی۔ اس محفل میں قائد اہلسنت مولانا الحاج شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی (خلف الصدق حضرت مولانا عبدالعلیم میرٹھی قدس سرہ) نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ دونوں مقامات متبرکہ میں کثیر علماء مشائخ سے ملاقات فرمائی اور بہتوں نے آپ کو اپنے سلاسل طریقت دلائل الخیرات حرب البحر اوراد و وظائف نیز حدیث کی سندیں واجازتیں مرحمت فرمائیں۔ حضرت شیخ مفتی محمد سعد اللہ المکی نے باوجود ضعف وپیری کے آپ کو خود لکھ کر سندیں عطا کیں اور دیگر تبرکات وآثار سے بھی نوازا۔ مولانا الشیخ السید علوی عباس المکی مفتی المالکیہ ومدرس الحدیث بالحرم شریف سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حج کو جاتے وقت مولانا موصوف نے حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ سے شیخ مذکور کے نام ایک تعارفی خط لکھوالیا تھا جس سے توجہات عالیہ کو منعطف کرانے میں مدد ملی۔ شیخ کی بارگاہ میں پہنچ کر جب آپ نے خط پیش کیا اور شیخ اس جملہ پر پہنچے ہذا تلمیذ الشیخ مولانا احمد رضا خان الہندی۔ تو فرمایا عبدالمصطفیٰ آپ ہی ہیں؟ آپ نے عرض کیا ہاں میں ہی ہوں! پھر تو بڑی ہی گرم جوشی سے معانقہ فرمایا اور دعائیں دیں اور کچھ دیر تک سرکار مرشدی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کا ذکر کرتے رہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرمایا پھر اپنے گھر بلایا۔ جب آپ ان کے گھر پہنچے تو آپ بہت ہی توجہ اور مہربانی سے پیش آئے اور اپنی تمام تصانیف کی ایک ایک جلد عنایت فرماکر صحاح ستہ کی سند حدیث عطا فرمائی۔ مولانا الشیخ محمد بن المغربی الجزائری کے نام بھی سرکار مفتی اعظم ہند مدظلہ الاقدس کا خط لے کر حاضر ہوئے تو آپ کی مسرت کی انتہا نہ رہی بڑے تپاک سے ملے اور صحیح بخاری شریف اور موطا کی سند حدیث عطا فرمائی اور حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا تذکرہ جمیل ان الفاظ میں فرمایا: ''ہندوستان کا جب کوئی عالم ہم سے ملتا ہے تو ہم اس سے شیخ احمد رضا خاں ہندی کے بارے میں سوال کرتے ہیں اگر اس نے تعریف کی تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اہلسنت ہے اور اگر اس نے کبیدگی کا اظہار کیا تو ہمیں یقین ہوجاتا ہے کہ یہ اہل بدعت سے ہے اور یہی ہمارے ہاں معیار ہے۔'' مولانا الشیخ ضیاء الدین مہاجر مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ ہی نے دیگر حضرات سے بھی ملاقات کرائی جن میں شیخ الدلائل حضرت سید یوسف بن محمد المدنی بھی ہیں۔

ان متعدد شیوخ کی اسناد کی نقلیں حضرت علامہ اعظمی صاحب نے اپنی کتاب ''معمولات الابرار'' میں نقل فرمائی ہیں جو کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

(محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

مبارک پور اعظم گڑھ (بھارت)

شرف انتساب

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دربار فضیلت میں ایک نیاز مند مسلمان کا نذرانہ محبت
میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے بھی اصحاب ہیں اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

خاکپائے صحابہ
عبدالمصطفیٰ اعظمی عفی عنہ
کریم الدین پور۔ پوسٹ گھوسی
ضلع اعظم گڑھ

منقبت صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

دو عالم نہ کیوں ہو نثارِ صحابہ ۔۔۔ کہ ہے عرش منزل وقار صحابہ
امیں ہیں یہ قرآن و دین خدا کے ۔۔۔ مدار ہدیٰ اعتبارِ صحابہ
رسالت کی منزل میں ہر ہر قدم پر ۔۔۔ نبی کو رہا انتظارِ صحابہ
خلافت، امامت، ولایت، کرامت ۔۔۔ ہر اِک فضل پر اقتدارِ صحابہ
نمایاں ہے اسلام کے گلستاں میں ۔۔۔ ہر اِک گل پہ رنگ بہارِ صحابہ
کمال صحابہ نبی کی تمنا ۔۔۔ جمالِ نبی ہے قرارِ صحابہ
یہ مہریں ہیں فرمانِ ختم الرسل کی ۔۔۔ ہے دین خدا شاہکارِ صحابہ
صحابہ ہیں تاجِ رسالت کے لشکر ۔۔۔ رسولِ خدا تاجدارِ صحابہ
انہی میں ہیں صدیق و فاروق عثماں ۔۔۔ اِنہیں میں علی شہسوارِ صحابہ
انہی میں ہیں بدر و اُحد کے مجاہد ۔۔۔ لقب جن کا ہے جاں نثارِ صحابہ
انہی میں ہے اصحابِ شجرہ نمایاں ۔۔۔ جنہیں کہتے ہیں راز دارِ صحابہ
انہی میں حسین وحسن فاطمہ ہیں ۔۔۔ نبی کے جو ہے گل عذارِ صحابہ
پس مرگ اے اعظمیؔ یہ دعا ہے ۔۔۔ بنوں میں غبارِ مزارِ صحابہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہیدی تجلیاں

پندہا دادیم حاصل شد فراغ

مَا عَلَیْنَا یَا اَخِیْ اِلاَّ الْبَلاَغ

بزرگان دین کی کرامتوں کا نورانی تذکرہ یوں تو ہر دور میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور اس عنوان پر تقریباً ہر زبان میں کتابیں بھی لکھی جاتی رہیں مگر اس زمانے میں اس کا چرچا بہت زیادہ بڑھ گیا ہے چنانچہ تجربہ ہے کہ اکثر واعظین کرام اپنے مواعظ کی محفلوں میں اور بیشتر پیران کبار اپنے مریدین کی مجلسوں میں بزرگان دین کے کشف و کرامات ہی کے ولولہ انگیز ذکر جمیل سے گرمئ مجالس کا سامان فراہم کیا کرتے ہیں اور سامعین ایک خاص جذبہ تاثر کے ساتھ سنتے اور سر دھنتے رہتے ہیں اور بعض مصنفین اور مضمون نگار بھی اس عنوان پر اپنی قلم کاریوں کے جوہر دکھا کر عوام سے خراج تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ بزرگان دین کی کرامتوں کا تذکرہ ایک ایسا موثر اور دلکش مضمون ہے کہ اس سے روح کی بالیدگی قلب میں نور ایمان اور دل و دماغ کے گوشہ گوشہ میں ایمانی تجلیوں کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے اہل ایمان کی اسلامی رگوں میں ایک طوفانی لہر اور بدن کی بوٹی بوٹی میں جوش اعمال کا ایک عرفانی جذبہ ابھرتا محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے میرا نظریہ ہے کہ دور حاضر میں بزرگان دین کی عبادتوں، ریاضتوں اور ان کی کرامتوں کا زیادہ سے زیادہ ذکر و تذکرہ اور ان کا چرچا مسلمانوں میں جوش ایمان اور جذبۂ عمل پیدا کرنے کا بہت ہی موثر ذریعہ اور نہایت ہی بہترین طریقہ ہے۔

لیکن تذکرۂ کرامات کے سلسلہ میں میرے نزدیک ایک سانحہ بہت ہی حیرت ناک بلکہ انتہائی المناک ہے کہ متاخریں اولیائے کرام بالخصوص مجذوبوں اور باباؤں کے کشف و کرامات اور خاص کر دور حاضر کے پیروں کی کرامتوں کا تو اس قدر چرچا ہے کہ ہر کوچہ و بازار بلکہ ہر مکان، ہوٹلوں اور چائے خانوں میں، کتابوں اور رسالوں کے اوراق میں ہر جگہ اس کا ڈنکا بج رہا ہے اور ہر طرف اس کی دھوم مچی ہوئی ہے، مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ امت مسلمہ کا وہ طبقہ علیا جو یقیناً تمام امت میں "افضل الاولیا" ہے یعنی "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم" ان کی ولایت و کرامت کا کہیں بھی کوئی تذکرہ اور چرچا نہ کوئی سناتا ہے نہ کہیں سننے میں آتا ہے، نہ کتابوں اور رسالوں کے اوراق میں ملتا ہے حالانکہ ان بزرگوں کی ولایت و کرامت کا عظیم درجہ اس قدر بلند و بالا ہے کہ اگر تمام دنیا کے اگلے پچھلے اولیاء کو ان کے نقش قدم چوم لینے کی سعادت نصیب ہو جائے تو ان کی ولایت و کرامت کو معراج کمال حاصل ہو جائے۔ کیونکہ درحقیقت تو یہی حضرات مدار ولایت و کرامت ہیں کہ ان کے نقش پا کی پیروی کے بغیر ولایت و کرامت تو کجا کسی کو ایمان بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ بلا واسطہ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے نور معرفت حاصل کر کے آسمان ولایت میں

ستاروں کی طرح چمکتے اور گلستاں کرامت میں گلاب کے پھولوں کی طرح مہکتے ہیں اور تمام دنیا کے اولیاء ان کی ولایت کے شاہی محلات کی چوکھٹ پر بھکاری بن کر نور معرفت کی بھیک مانگتے رہتے ہیں۔

اللہ اکبر! یہ وہ فضیلت مآب اور مقدس ہستیاں ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال نبوت کو اپنی ایمانی نظروں سے دیکھ کر اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے سرفراز ہو کر خوش بختی اور نیک نیتی کے بادشاہ بلکہ شہنشاہ بن گئے اور صحابۂ کرام کے معزز لقب سے سربلند ہو کر تمام اولیاء امت میں اسی طرح نظر آ رہے ہیں جس طرح ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی محفل میں ہزاروں پاور کا جگمگاتا ہوا بجلی کا بلب یا ستاروں کی برات میں چمکتا ہوا چاند۔ افسوس کہ نہ تو ہمارے واعظین کرام نے اپنی تقریروں میں صحابہ کرام کی کرامتوں کو بیان کیا نہ ہمارے مشائخ عظام نے اپنے مریدوں کو اس سے آگاہ کیا، نہ ہمارے علماء اہل سنت نے اس عنوان پر کبھی قلم اٹھانے کی زحمت گوارا کی حالانکہ رافضیوں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ اس عنوان پر لکھنے اور اس کا تذکرہ اور چرچا کرنے کی ضرورت تھی اور آج بھی ہے کیونکہ ہماری غفلتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہمارے عوام جانتے ہی نہیں کہ صحابۂ کرام بھی اولیاء ہیں اور ان بزرگوں سے بھی کرامتوں کا دور وظہور ہوا ہے۔ درحقیقت ایک عرصہ دراز سے میرا یہ تاثر میرے دل کا کانٹا بنا ہوا تھا چنانچہ یہی وہ جذبہ ہے جس سے متاثر ہو کر میں اپنی کوتاہ دستی اور علمی کم مائیگی کے باوجود فی الحال ایک سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس حالات اور ان کے کمالات و کرامات کا ایک مجموعہ بصورت گلدستہ ناظرین کرام کی خدمت میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جو ''کراماتِ صحابہ'' کے سیدھے سادھے نام سے موسوم ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سچ پوچھئے تو درحقیقت میری نظر میں یہ کتاب اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس کو منظر عام پر لاؤں کیونکہ اتنے اہم عنوان پر اتنی چھوٹی سی کتاب ہرگز ہرگز عظمت صحابہ کے شایان شان نہیں ہے مگر پھر سوچ کر کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دربار عظمت میں پھول نہ سہی تو کم سے کم پھول کی ایک پنکھڑی ہی نذر کرنے کی سعادت حاصل کرلوں۔ اس کتاب کو چھاپنے کی ہمت کرلی ہے۔ پھر یہ بھی خیال آیا کہ شاید مجھ کم علم کی اس کاوش قلم کو دیکھ کر دوسرے اہل علم میدان تصنیف کی جولان گاہ میں اپنی قلم کاری کے جوہر دکھائیں تو اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ کی سعادت مجھے نصیب ہوجائے گی۔

میں نے اس کتاب میں حضرت خلفائے راشدین و حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کے سوا دوسرے صحابہ کرام کے ناموں اور تذکروں میں قصداً کسی خاص ترتیب کا التزام نہیں کیا ہے بلکہ دوران مطالعہ جن جن صحابۂ کرام کی کرامتوں پر نظر پڑتی رہی ان کو نوٹ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میری نوٹ بک بڑھتے بڑھتے ایک کتاب بن گئی کیونکہ میرا اصل مقصود تو صحابۂ کرام کی کرامتوں کا تذکرہ تھا۔ خواہ صغار صحابہ کا ذکر پہلے ہو یا کبار صحابہ کا۔ اس سے اصل مقصد میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

تدوین کتاب کے بارے میں عزیز محترم مولانا قدرت اللہ صاحب مدرس دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کا ممنون ہو کر ان کے لئے دعا گو ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے چند اجزاء کے مسودوں کی تبییض کر کے میرے بارِ قلم کو کچھ ہلکا کر دیا۔
اسی طرح اپنے دوسرے مخلص تلامذہ خصوصاً اسعد العلماء مولانا الحاج مفتی سید احمد شاہ بخاری مبلغ افریقہ ساکن و نجھان ضلع کچھ اور مولانا سید محمد یوسف شاہ خطیب جامع مسجد چوک بھوج ضلع کچھ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ اہل سنت کوٹھارا ضلع کچھ کا بھی بہت بہت شکر گزار ہوں کہ ان مخلص عزیزوں نے ہمیشہ میری تصانیف کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور میری کتابوں کی اشاعت میں کافی حصہ لیا۔ (فَجَزَا هُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْسَنُ الْجَزَاء)
آخر میں دعا گو ہوں کہ خداوند کریم اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والتسلیم کے طفیل میں میری اس حقیر علمی و قلمی خدمت کو اپنے فضل و کرم سے شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کو میرے لئے اور میرے والدین و اساتذہ و تلامذہ و احباب سب کے لئے سامان آخرت و ذریعہ مغفرت بنائے۔

اٰمِيْن بِجَاهِ سَيِدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

طالبِ دعا

عبدالمصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

(شیخ الحدیث) دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

براؤں شریف ضلع بستی یو۔ پی (بھارت)

25 شوال 1398ھ

تحقیق کرامات

زمانۂ نبوت سے آج تک کبھی بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے درمیان اختلاف نہیں ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامتیں حق ہیں اور ہر زمانے میں اللہ والوں کی کرامتوں کا صدور وظہور ہوتا رہا اور اِن شاءاللہ قیامت تک کبھی بھی اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ اولیاء کرام سے کرامات صادر وظاہر ہوتی ہی رہیں گی۔ اوراس مسئلہ کے دلائل میں قرآن مجید کی مقدس آیتیں اوراحادیث کریمہ، نیز اقوالِ صحابہ وتابعین کا اتنابڑاخزانہ اوراقِ کتب میں محفوظ ہے کہ اگران سب پراگندہ موتیوں کوایک لڑی میں پرودیاجائے توایک ایسا گراں قدروبیش قیمت ہار بن سکتا ہے جوتعلیم وتعلم کے بازار میں نہایت ہی انمول ہوگااوراگران منتشراوراق کوصفحات قرطاس پر جمع کردیاجائے توایک ضخیم وعظیم دفتر تیار ہوسکتا ہے۔

کرامت کیا ہے؟

مومن متقی سے اگرکوئی ایسی نادرالوجود وتعجب خیز چیز صادر وظاہر ہوجائے جوعام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تواس کو ''کرامت'' کہتے ہیں۔ اسی قسم کی چیزیں اگرانبیاءعلیہم السلام سے اعلانِ نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو ''ارہاص'' اوراعلان نبوت کے بعد ہوں تو ''معجزہ'' کہلاتی ہیں اوراگرعام مومنین سے اس قسم کی چیزوں کاظہور ہوتو اس کو''معونت'' کہتے ہیں اورکسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہوجائے تواس کو ''اِستدرَاج'' کہا جاتا ہے۔

معجزہ اور کرامت

اوپرذکرکی ہوئی تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ معجزہ اورکرامت دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے بس دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ خلافِ عادت وتعجب خیز چیزیں اگرکسی نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو یہ ''معجزہ'' کہلائیں گی اوراگران چیزوں کاظہور کسی ولی کی جانب سے ہوتوان کو ''کرامت'' کہاجائے گا۔ چنانچہ حضرت امام یافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''نشرالمحاسن الغالیۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ امام الحرمین باقلانی وابوبکر بن فورک وحجۃ الاسلام امام محمد غزالی وامام فخرالدین رازی وناصرالدین بیضاوی ومحمد بن عبدالملک سلمی وناصرالدین طوسی وحافظ الدین نسفی وابوالقاسم قشیری ان تمام اکابر علماء اہل سنت ومحققین ملت نے متفقہ طور پر یہی تحریر فرمایا کہ معجزہ اورکرامت میں یہی فرق ہے کہ خرارق عادات کا صدور وظہور کسی نبی کی طرف سے ہوتو اس کو''معجزہ'' کہاجائے گا اوراگرکسی ولی کی طرف سے ہوتو اس کو''کرامت'' کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ حضرت امام یافعی نے ان دس اماموں کے نام اور ان کی کتابوں کی عبارتیں نقل فرمانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ ان اماموں کے علاوہ دوسرے بزرگانِ ملت نے بھی یہی فرمایا ہے لیکن علم وفضل اورتحقیق وتدقیق کے ان پہاڑوں کے نام ذکرکردینے کے بعد مزید محققین کے ناموں کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں۔

(حجتہ اللّٰہ علی العالمین جلد 2صفحہ 849)

معجزہ ضروری کرامت ضروری نہیں

معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لئے کرامت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر ہر نبی کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ولی کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا اپنی ولایت کا ثبوت دے، بلکہ ولی کے لئے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ خود بھی جانے کہ میں ولی ہوں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے بھی ہوئے کہ ان کو اپنے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ ولی ہیں بلکہ دوسرے اولیائے کرام نے اپنے کشف و کرامت سے ان کی ولایت کو جانا پہچانا اور ان کے ولی ہونے کا چرچا کیا مگر نبی کے لئے اپنی نبوت کا اثبات ضروری ہے اور چونکہ انسانوں کے سامنے نبوت کا اثبات بغیر معجزہ دکھائے ہو نہیں سکتا، اس لئے ہر نبی کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔

کرامت کی قسمیں

اولیاء کرام سے صادر وظاہر ہونے والی کرامتیں کتنے اقسام کی ہیں اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا کہ میرے خیال میں اولیاء کرام سے جتنی قسموں کی کرامتیں صادر ہوئی ہیں، ان قسموں کی تعداد ایک سو سے بھی زائد ہے۔ اس کے بعد علامہ موصوف الصدر نے قدرے تفصیل کے ساتھ کرامت کی پچیس قسموں کا بیان فرمایا ہے جن کو ہم ناظرین کی خدمت میں کچھ مزید تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

۱ مردوں کو زندہ کرنا

یہ وہ کرامت ہے کہ بہت سے اولیائے کرام سے اس کا صدور ہو چکا ہے چنانچہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابوعبید بسری جو اپنے دور کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں ایک مرتبہ جہاد میں تشریف لے گئے جب انہوں نے وطن کی طرف واپسی کا ارادہ فرمایا تو ناگہاں ان کا گھوڑا مر گیا مگر ان کی دعا سے اچانک ان کا مرا ہوا گھوڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر اپنے وطن ''بسر'' پہنچ گئے اور خادم کو حکم دیا کہ اس کی زین اور لگام اتار لے۔ خادم نے جوں ہی زین اور لگام کو گھوڑے سے جدا کیا، فوراً ہی گھوڑا مر کر گر پڑا۔

اسی طرح حضرت شیخ مفرج جو علاقہ مصر میں ''صعید'' کے باشندہ تھے، ان کے دسترخوان پر ایک پرندہ کا بچہ بھنا ہوا رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''تو خدا تعالیٰ کے حکم سے اڑ کر چلا جا'' ان الفاظ کا اُن کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک لمحہ میں وہ پرندہ کا بچہ زندہ ہو گیا اور اُڑ کر چلا گیا۔

اسی طرح حضرت شیخ اہدل علیہ الرحمۃ نے اپنی مری ہوئی بلی کو پکارا تو وہ دوڑتی ہوئی شیخ کے سامنے حاضر ہو گئی۔

اسی طرح حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے دسترخوان پر پکی ہوئی مرغی کو تناول فرما کر اس کی ہڈیوں کو جمع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے مرغی! تو اس اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جا جو سڑی گلی ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔

زبان مبارک سے ان الفاظ کے نکلتے ہی مرغی زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگی۔

اسی طرح حضرت شیخ زین الدین شافعی مدرس مدرسہ شامیہ نے اُس بچے کو جو مدرسہ کی چھت سے گر کر مر گیا تھا، زندہ کر دیا۔

(حجتہ اللّٰہ جلد 2 صفحہ 856)

اسی طرح عام طور پر یہ مشہور ہے کہ بغداد شریف میں چار بزرگ ایسے ہوئے جو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شفا دیتے تھے اور اپنی دعاؤں سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ شیخ ابو سعد قیلوی و شیخ بقا بن بطو و شیخ علی بن ابی نصر ہیتی و شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (بهجته الاسرار شریف)

۲ مردوں سے کلام کرنا

کرامت کی یہ قسم بھی حضرت شیخ ابوسعید خراز اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہما وغیرہ بہت سے اولیائے کرام سے بار ہا اور بکثرت منقول ہے۔ (حجتہ اللّٰہ جلد 2 صفحہ 856)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی کا بیان ہے کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ کے ہمراہ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمتہ کے مزار مبارک پر گیا اور سلام کیا تو قبر انور سے آواز آئی کہ وعلیک السلام یا سید اہل الزمان۔ (بهجته الاسرار)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی اور بقا بن بطو، یہ دونوں بزرگ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ کے مزار پر انور پر حاضر ہوئے تو ناگہاں حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ قبر شریف سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ اے عبدالقادر جیلانی! میں علم شریعت وطریقت اور علم قال وحال میں تمہارا محتاج ہوں۔ (بهجته الاسرار)

۳ دریاؤں پر تصرف

دریا کا پھٹ جانا، دریا پر چلنا بہت سے اولیاء کرام سے ان کرامتوں کا ظہور ہوا۔ بالخصوص سید المتاخرین حضرت تقی الدین بن دقیق العید علیہ الرحمتہ کے لئے تو ان کرامتوں کا بار بار ظہور عام طور پر مشہور خلائق ہے۔ (حجتہ اللہ جلد2 صفحہ 856)

٤ انقلاب ماهیت

کسی چیز کی حقیقت کا ناگہاں بدل جانا یہ کرامت بھی اکثر اولیاء کرام سے منقول ہے چنانچہ شیخ عیسیٰ ہتار یمنی علیہ الرحمتہ کے پاس بطورِ مذاق کے کسی بد باطن نے شراب سے بھری ہوئی دو مشکیں تحفہ میں بھیج دیں۔ آپ نے دونوں مشکوں کا منہ کھول کر ایک دوسرے برتن میں شراب کو انڈیل دیا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ آپ لوگ اس کو تناول فرمائیں۔ حاضرین نے کھایا تو اتنا نفیس اور اس قدر عمدہ گھی تھا کہ عمر بھر لوگوں نے اتنا عمدہ گھی نہیں کھایا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ856)

۵ زمین کا سمٹ جانا

سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت کا چند لمحوں میں طے ہونا یہ کرامت بھی اس قدر زیادہ اللہ والوں سے منقول ہے کہ اس کی روایات حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں چنانچہ طرطوس کی جامع مسجد میں ایک ولی تشریف فرما تھے۔ اچانک انہوں نے اپنا سر گریبان میں ڈالا اور پھر چند لمحوں میں گریبان سے سر نکالا تو وہ ایک دم حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 856)

٦ نباتات سے گفتگو

بہت سے حیوانات و نباتات اور جمادات نے اولیاء کرام سے گفتگو کی جن کی حکایات بکثرت کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ بیت المقدس کے راستہ میں ایک چھوٹے سے انار کے درخت کے سایہ میں اتر پڑے تو اس درخت نے آواز بلند کہا کہ اے ابواسحاق آپ مجھے یہ شرف عطا فرمائیے کہ میرا ایک پھل کھا لیجئے۔ اس درخت کا پھل کھٹا تھا مگر درخت کی تمنا پوری کرنے کیلئے۔ آپ نے اس کا ایک پھل توڑ کر کھایا تو وہ نہایت ہی میٹھا ہو گیا اور آپ کی برکت سے وہ سال میں دو بار پھلنے لگا اور درخت اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ اس کو رُمَّانَۃُ الْعَابِدِیْنَ "عابدوں کا انار" کہنے لگے۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 856)

۷ شفائے امراض

اولیائے کرام کے لئے اس کرامت کا ثبوت بھی بکثرت کتابوں میں مرقوم ہے چنانچہ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک پہاڑ پر میں نے ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کی جو اپاہجوں، اندھوں اور دوسرے قسم قسم کے مریضوں کو خدا کے حکم سے شفایاب فرماتے تھے۔
(حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

۸ جانوروں کا فرماں بردار ہو جانا

بہت سے بزرگوں نے اپنی کرامت سے خطرناک درندوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید بن ابی الخیر میہنی علیہ الرحمۃ نے شیروں کو اپنا اطاعت گزار بنا رکھا تھا اور دوسرے بہت سے اولیاء شیروں پر سواری فرماتے تھے جن کی حکایات مشہور ہیں۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

۹ زمانہ کا مختصر ہو جانا

یہ کرامت بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ ان کی صحبت میں لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ پورا دن اس قدر جلدی گزر گیا کہ گویا گھنٹہ دو گھنٹہ کا وقت گزرا ہے۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

۱۰ زمانہ کا طویل ہو جانا

اس کرامت کاظہور سینکڑوں علماء ومشائخ سے اس طرح ہوا کہ ان بزرگوں نے مختصر سے مختصر وقتوں میں اس قدر زیادہ کام کرلیا کہ دنیاوالے اتنا کام مہینوں بلکہ برسوں میں بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ امام شافعی وحجۃ الاسلام امام محمد غزالی وعلامہ جلال الدین سیوطی و امام الحرمین شیخ محی الدین نووی وغیرہ اور چودھویں صدی ہجری کے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ (جنھوں نے تقریباً ایک ہزار کتاب پچاس علوم میں تصنیف فرمائیں)۔ علماء دین نے اس قدر کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ اگر ان کی عمروں کا حساب لگایا جائے تو روزانہ اتنے اوراق ان بزرگوں نے تصنیف فرمائے ہیں کہ کوئی اتنے زیادہ اوراق کو اتنی قلیل مدت میں نقل بھی نہیں کرسکتا حالانکہ یہ اللہ والے تصنیف کے علاوہ دوسرے مشاغل بھی رکھتے تھے اور نفلی عبادتیں بھی بکثرت کرتے رہتے تھے اسی طرح منقول ہے کہ بعض بزرگوں نے دن رات میں آٹھ آٹھ ختم قرآن مجید کی تلاوت کرلی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کے اوقات میں اس قدر اور اتنی زیادہ برکت ہوئی کہ جس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ 857)

۱۱ مقبولیتِ دُعا

یہ کرامت بھی بہت زیادہ بزرگوں سے منقول ہے۔

۱۲ خاموشی و کلام پر قدرت

بعض بزرگوں نے برسوں تک کسی انسان سے کلام نہیں کیا اور بعض بزرگوں نے نمازوں اور ضروریات کے علاوہ کئی کئی دنوں تک مسلسل وعظ فرمایا اور درس دیا ہے۔

۱۳ دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا

سینکڑوں اولیائے کرام سے یہ کرامت صادر ہوئی کہ جن بستیوں یا مجلسوں میں لوگ ان سے عداوت ونفرت رکھتے تھے جب ان حضرات نے وہاں قدم رکھا تو ان کی توجہات سے ناگہاں سب کے دل ان کی محبت سے لبریز ہوگئے اور سب کے سب پروانوں کی طرح ان کے قدموں پر نثار ہونے لگے۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ 857)

۱۴ غیب کی خبریں

اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اولیاء کرام نے دلوں میں چھپے ہوئے خیالات وخطرات کو جان لیا اور لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے رہے اور ان کی پیش گوئیاں سو فیصدی صحیح ہوتی رہیں۔

۱۵ کھائے پئے بغیر زندہ رہنا

ایسے بزرگوں کی فہرست بہت ہی طویل ہے جو ایک مدت دراز تک بغیر کچھ کھائے پئے زندہ رہ کر عبادتوں میں مصروف رہے اور انہیں کھانا یا پانی چھوڑ دینے سے ذرہ برابر کوئی ضعف بھی لاحق نہیں ہوا۔

۱٦ نظامِ عالم میں تصرفات

منقول ہے کہ بہت سے بزرگوں نے شدید قحط کے زمانے میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرمایا تو ناگہاں آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابوالعباس شاطر علیہ الرحمۃ تو درہموں کے بدلے بارش فروخت کیا کرتے تھے۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

۱۷ بہت زیادہ مقدار میں کھا لینا

بعض بزرگوں نے جب چاہا بیسیوں آدمیوں کی خوراک اکیلے کھا گئے اور انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

۱۸ حرام غذاؤں سے محفوظ

بہت سے اولیاء کرام کی یہ کرامت مشہور ہے کہ حرام غذاؤں سے وہ ایک خاص قسم کی بدبو محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ کے سامنے جب بھی کوئی حرام غذا لائی جاتی تھی تو انہیں اس غذا سے ایسی ناگوار بدبو محسوس ہوتی تھی کہ وہ اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے اور یہ بھی منقول ہے کہ حرام غذا کو دیکھتے ہی ان کی ایک رگ پھڑ کنے لگتی تھی۔ (کشف المعجوب، رسالہ قشریہ، الابریز وغیرہ)

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوالعباس مرسی کے سامنے لوگوں نے امتحان کے طور پر حرام کھانا رکھ دیا تو آپ نے فرمایا اگر حرام غذا کو دیکھ کر حارث محاسبی علیہ الرحمۃ کی ایک رگ پھڑ کنے لگتی تھی تو میرا یہ حال ہے کہ حرام غذا کے سامنے میری ستر رگیں پھڑ کنے لگتی ہیں۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

۱۹ دور کی چیزوں کو دیکھ لینا

شیخ ابواسحاق شیرازی علیہ الرحمۃ کی یہ مشہور کرامت ہے کہ وہ بغداد شریف میں بیٹھے ہوئے کعبہ مکرمہ کو دیکھا کرتے تھے۔

(حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

۲۰ ہیبت و دبدبہ

بعض اولیاء کرام سے اس کرامت کا صدور اس طور ہوا کہ ان کی صورت دیکھ کر بعض لوگوں پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ ان کا دم نکل گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی ہیبت سے ان کی مجلس میں ایک شخص مر گیا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

۲۱ مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا

اس کرامت کوصوفیائے کرام کی اصطلاح میں "خلع و لبس" کہتے ہیں، یعنی ایک شکل کو چھوڑ کر دوسری شکل میں ظاہر ہو جانا۔ حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان ایک تیسرا عالم بھی ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں اس عالم مثال میں ایک ہی شخص کی روح مختلف جسموں میں ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے قرآن مجید کی آیت کریمہ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَـرً سَوِيًّا سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے سامنے ایک تندرست جوان آدمی کی صورت میں ظاہر ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ عالم مثال میں ہوا تھا۔

یہ کرامت بہت سے اولیاء نے دکھائی ہے۔ چنانچہ حضرت قضیب البان موصلی علیہ الرحمۃ جن کا اولیاء کے طبقہ ابدال میں شمار ہوتا ہے۔ کسی نے آپ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ نماز نہیں پڑھتے۔ یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے اور فوراً ہی اپنے آپ کو اس کے سامنے چند صورتوں میں ظاہر کیا اور پوچھا کہ بتا تو نے کس صورت میں مجھ کو ترک نماز کرتے ہوئے دیکھا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 857)

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ جو مشائخ نقشبندیہ میں بہت ہی ممتاز بزرگ ہیں جب حضرت خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ ان کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ کے چہرہ اقدس پر ان کو داغ دھبے نظر آئے جس سے ان کے دل میں کچھ کراہت پیدا ہوئی تو اچانک آپ ان کے سامنے ایک ایسی نورانی شکل میں ظاہر ہو گئے کہ بے اختیار حضرت خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا اور وہ فوراً ہی بیعت ہو گئے۔

(رشحات العیون)

۲۲ دشمنوں کے شر سے بچنا

خداوند قدوس نے بعض اولیاء کرام کو یہ کرامت بھی عطا فرمائی ہے کہ ظالم امراء سلاطین نے جب ان کے قتل یا ایذا رسانی کا ارادہ کیا تو غیب سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کو خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایذا رسانی کے خیال سے دربار میں طلب کیا مگر جب وہ سامنے گئے تو خلیفہ خود ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہو گیا کہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 858)

۲۳ زمین کے خزانوں کو دیکھ لینا

بعض اولیاء کرام کو یہ کرامت ملی ہے کہ وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو دیکھ لیا کرتے تھے اور اس کو اپنی کرامت سے باہر نکال لیتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابوتراب علیہ الرحمۃ نے ایک ایسے مقام پر جہاں پانی نایاب تھا، زمین پر ایک ٹھوکر مار کر پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 858)

۲۴ مشکلات کا آسان ہو جانا

یہ کرامت بزرگان دین سے بار باراور بے شمار مرتبہ ظاہر ہو چکی ہے جس کی سینکڑوں مثالیں ''تذکرۃ الاولیاء'' غیرہ مستند کتابوں میں مذکور ہیں۔ (کشف المعجوب، رسالہ قشریہ، الابریز وغیرہ)

۲۵ مہلکات کا اثر نہ کرنا

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک بد باطن بادشاہ نے کسی خدارسیدہ بزرگ کو گرفتار کیا اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ کوئی تعجب خیز کرامت دکھائیں ورنہ انہیں اوران کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ آپ نے اونٹ کی مینگنیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کو اٹھالاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا ہیں؟ جب لوگوں نے ان کو اٹھا کر دیکھا تو وہ خالص سونے کے ٹکڑے تھے پھر آپ نے ایک خالی پیالے کو اٹھا کر گھمایا اور اوندھا کر کے بادشاہ کو دیا تو وہ پانی سے بھرا ہوا تھا اور اوندھا ہونے کے باوجود اس میں سے ایک قطرہ بھی پانی نہیں گرا۔ یہ دو کرامتیں دیکھ کر یہ بدعقیدہ بادشاہ کہنے لگا کہ یہ سب نظر بندی کے جادو کا کرشمہ ہے۔ پھر بادشاہ نے آگ جلانے کا حکم دیا جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو بادشاہ نے مجلس سماع منعقد کرائی جب ان درویشوں کو سماع سن کر جوش و وجد میں حال آ گیا تو یہ سب لوگ جلتی ہوئی آگ میں داخل ہو کر رقص کرنے لگے۔ پھر ایک درویش بادشاہ کے بچے کو گود میں لے کر آگ میں کود پڑا اور تھوڑی دیر تک بادشاہ کی نظروں سے غائب ہو گیا مگر پھر چند منٹوں میں درویش نے بادشاہ کے بچے کو اس حال میں بادشاہ کی گود میں ڈال دیا کہ بچے کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے ہاتھ میں انار تھا بادشاہ نے پوچھا کہ بیٹا! تم کہاں چلے گئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ میں ایک باغ میں تھا جہاں سے میں پھل لایا ہوں۔ یہ دیکھ کر بھی ظالم و بدعقیدہ بادشاہ کا دل نہیں پسیجا اور اس نے بزرگ کو بار بار زہر کا پیالہ پلایا مگر ہر مرتبہ زہر کے اثر سے اس بزرگ کے کپڑے پھٹتے رہے اور ان کی ذات پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

(حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 858)

کرامت کی یہ وہ پچیس قسمیں ہیں اوران کی چند مثالیں ہیں جن کو حضرت علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا ہے ورنہ اس کے علاوہ کرامات کی بہت سی قسمیں ہیں اوران کی مثالیں اس قدر زیادہ تعداد میں ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ہزاروں اوراق کا ایک ضخیم دفتر تیار ہو سکتا ہے مگر بطور مثال جس قدر ہم نے یہاں تحریر کر دیا ہے وہ طالب حق کی تسکین روح واطمینان قلب کے لئے بہت کافی ہے۔ رہ گئے بدعقیدہ منکرین تو ان کی ہدایت کیلئے دلائل تو کیا دور رسالت میں ان کیلئے معجزہ ''شق القمر'' بھی سودمند نہیں ہوا۔ مثل مشہور ہے کہ

صحابی

جو مسلمان بحالتِ ایمان حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے سرفراز ہوئے اور ایمان ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا، ان خوش نصیب مسلمانوں کو ''صحابی'' کہتے ہیں۔ ان صحابیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ چنانچہ امام بیہقی کی روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے بعض دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حجۃ الوداع میں صحابۂ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ واللہ اعلم (زُرقانی جلد 3 صفحہ 106 و مدارج جلد 2 صفحہ 387)

افضل الاولیاء

تمام علماء امت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ''افضل الاولیاء'' ہیں۔ یعنی قیامت تک کے تمام اولیاء اگرچہ وہ درجہ ولایت کی بلند ترین منزل پر فائز ہو جائیں مگر ہرگز ہرگز کبھی بھی وہ کسی صحابی کے کمالات ولایت تک نہیں پہنچ سکتے۔ خداوند قدوس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع نبوت کے پروانوں کو مرتبۂ ولایت کا وہ بلند و بالا مقام عطا فرمایا ہے اور ان مقدس ہستیوں کو ایسی ایسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرمایا ہے کہ دوسرے تمام اولیاء کے لئے اس معراج کمال کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قدر زیادہ کرامتوں کا صدور نہیں ہوا جس قدر کہ دوسرے اولیائے کرام سے کرامتیں منقول ہیں لیکن واضح رہے کہ کثرت کرامت افضیلت ولایت کی دلیل نہیں کیونکہ ولایت درحقیقت قربِ الٰہی کا نام ہے۔ یہ قربِ الٰہی جس کو جس قدر زیادہ حاصل ہوگا، اسی قدر اس کی ولایت کا درجہ بلند سے بلند تر ہوگا۔ صحابہ کرام چونکہ نگاہ نبوت کے انوار و فیضانِ رسالت کے فیوض و برکات سے مستفیض ہیں اس لئے بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کو جو قرب و تقرب حاصل ہے، وہ دوسرے اولیاء اللہ کو حاصل نہیں، اس لئے اگرچہ صحابۂ کرام سے بہت کم کرامتیں صادر ہوئیں لیکن پھر بھی صحابۂ کرام کا درجہ ولایت دوسرے اولیاء کرام سے بہت زیادہ افضل و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔

بہرحال اگرچہ تعداد میں کم سہی لیکن پھر بھی بہت سے صحابۂ کرام سے کرامتوں کا صدور و ظہور ہوا۔ چنانچہ ہم اپنی اس مختصر سی کتاب میں بعض صحابۂ کرام کی چند کرامات کا تذکرہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تا کہ اہل ایمان پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شمع نبوت کے اُن پروانوں کی ولایت و کرامت کے ایمان افروز تذکروں سے اپنی دنیائے دل کو محبت و عقیدت کے شجرات الخلد کی جنت بنائیں اور دُشمنانِ صحابہ یا تو آفتاب رسالت کے نور سے چمکنے والے اِن روشن ستاروں سے ہدایت کی روشنی حاصل کریں یا پھر اپنی آتش بغض و عناد میں جل بھن کر جہنم کا ایندھن بن جائیں۔

عشرۂ مبشرہ

یوں تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے صحابیوں کومختلف اوقات میں جنت کی بشارت دی اور دنیا ہی میں ان کے جنتی ہونے کا اعلان فرمادیا مگر دس ایسے جلیل القدر اور خوش نصیب صحابۂ کرام ہیں جن کو آپ نے مسجد نبوی کے منبر شریف پر کھڑے ہوکر ایک ساتھ ان کا نام لے کر جنتی ہونے کی خوش خبری سنائی۔ تاریخ میں ان خوش نصیبوں کا لقب ''عشرہ مبشرہ'' ہے جن کی مبارک فہرست یہ ہے۔

۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۳ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۴ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ
۵ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
۶ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
۷ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
۸ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۹ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ
۱۰ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

(ترمذی جلد 2، مناقب عبد الرحمن بن عوف)

ہم سب سے پہلے ان دس جنتی صحابیوں کی چند کرامتوں کا تذکرہ تحریر کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے صحابۂ کرام کی کرامتیں بھی تحریر کی جائیں گی اور اصحاب کرام کی کرامتوں کے ساتھ ساتھ ان چند مقدس خواتین اسلام کی کرامات بھی پیش کی جائیں گی جو شرف صحابیت سے سرفراز ہوکر ساری دنیا کی مومنات صالحات میں ''صحابیات'' کے معزز خطاب کے ساتھ ممتاز ہیں۔ تاکہ اہل ایمان پر اس حقیقت کا آفتابِ عالم تاب طلوع ہو جائے کہ فیضانِ نبوت کے انوار و برکات اور آفتاب رسالت کی تجلیات سے صرف مردوں ہی کا طبقہ مستفیض و مستفید نہیں ہوا بلکہ صنف نازک کی پردہ نشین خواتین پر بھی آفتابِ نبوت کی نورانی شعاعیں اس طرح جلوہ ریز ہوئیں کہ وہ بھی مردوں کے دوش بدوش مظہر کمالات وصاحبِ کرامات ہوگئیں۔ اللہ اکبر! سچ ہے کہ ؎

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا — جس پر نگاہ ڈالی اسے نور کر دیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْ لِہِ الْکَرِیْم

کراماتِ صحابہ

سرکارِ دو عالم سے ملاقات کا عالم　　عالم میں ہے معراج کمالات کا عالم

یہ راضی خدا سے ہے خدا ان سے ہے راضی　　کیا کہیئے صحابہ کی کرامات کا عالم

۱ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ اول جانشین پیغمبر امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی ''عبداللہ'' ''ابوبکر'' آپ کی کنیت اور ''صدیق'' آپ کے لقب ہیں۔ آپ قریشی ہیں اور ساتویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے مل جاتا ہے۔ آپ عام الفیل کے اڑھائی برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اس قدر جامع الکمالات اور مجمع الفضائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام اگلے اور پچھلے انسانوں میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سفر و وطن کے تمام مشاہدہ اسلامی جہادوں میں مجاہدانہ کارناموں کے ساتھ شامل ہوئے اور صلح و جنگ کے تمام فیصلوں میں آپ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر بن کر مراحل نبوت کے ہر ہر موڑ پر آپ کے رفیق و جاں نثار رہے۔ دو برس تین ماہ گیارہ دن مسند خلافت پر رونق افروز رہ کر 22 جمادی الاخریٰ 13ھ منگل کی رات وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ منورہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مقدس میں دفن ہوئے۔ (اکمال وتاریخ الخلفاء)

کرامات (کھانے میں عظیم برکت)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت کے تین مہمانوں کو اپنے گھر لائے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور گفتگو میں مصروف رہے یہاں تک کہ رات کا کھانا آپ نے دستر خوان نبوت پر کھالیا اور بہت زیادہ رات گذر جانے کے بعد مکان پر واپس تشریف لائے۔ ان کی بیوی نے عرض کیا کہ آپ اپنے گھر پر مہمانوں کو بلا کر کہاں غائب رہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا اب تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی صاحبہ نے کہا کہ میں نے کھانا پیش کیا مگر ان لوگوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ یہ سن کر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت زیادہ خفا ہوئے اور وہ خوف و دہشت کی وجہ سے چھپ گئے اور آپ کے سامنے نہیں آئے پھر جب آپ کا غصہ فرو ہو گیا تو آپ مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور سب مہمانوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ ان مہمانوں کا بیان ہے کہ جب ہم کھانے کے برتن

میں سے لقمہ اٹھاتے تھے تو جتنا کھانا ہاتھ میں آتا تھا، اس سے کہیں زیادہ کھانا برتن میں نیچے ابھر کر بڑھ جاتا تھا اور جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو کھانا بجائے کم ہونے کے برتن میں پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ برتن میں کھانا پہلے سے کچھ زائد نظر آتا ہے بیوی صاحبہ نے قسم کھا کر کہا واقعی یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا بڑھ گیا ہے پھر آپ اس کھانے کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لے گئے جب صبح ہوئی تو ناگہاں مہمانوں کا ایک قافلہ دربار رسالت میں اترا جس میں بارہ قبیلوں کے بارہ سردار تھے اور ہر سردار کے ساتھ بہت سے دوسرے شتر سوار بھی تھے۔ ان سب لوگوں نے یہی کھانا کھایا اور قافلہ کے تمام سرداراور مہمانوں کا گروہ اس کھانے کو شکم سیر کھا کر آسودہ ہو گیا لیکن پھر بھی اس برتن میں کھانا ختم نہیں ہوا۔ (بخاری شریف جلد 1صفحہ 506مختصراً)

شکم مادر میں کیا ہے؟

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض وفات میں اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! آج تک میرے پاس جو میرا مال تھا وہ آج وارثوں کا مال ہو چکا ہے اور میری اولاد میں تمہارے دونوں بھائی عبدالرحمٰن و محمد اور تمہاری دونوں بہنیں ہیں لہٰذا تم لوگ میرے مال کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! میری تو ایک ہی بہن ''بی بی اسماء'' ہیں یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میری بیوی ''بنت خارجہ'' جو حاملہ ہے، اس کے شکم میں لڑکی ہے، وہ تمہاری دوسری بہن ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ''ام کلثوم'' رکھا گیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ 57)

اس حدیث کے بارے میں حضرت علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث سے امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ آپ کو قبل وفات یہ علم ہو گیا تھا کہ میں اسی مرض میں دنیا سے رحلت کروں گا، اس لئے بوقت وصیت آپ نے یہ فرمایا ''کہ میرا مال آج میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے۔''

دوم یہ کہ حاملہ کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی اور ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے جو بلاشبہ و بالیقین پیغمبر کے جانشین حضرات امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ہیں۔ (ازلتہ الخلفاء مقصد 2صفحہ 21و حجتہ اللہ جلد 2صفحہ 860)

ضروری انتباہ

حدیث مذکورہ بالا اور علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ مَافِی الْاَرْحَامِ ''جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے''اس کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہو گیا تھا لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ قرآن مجید کو سورہ لقمان میں جو یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ آیا ہے۔یعنی خدا کے سوا کوئی اس بات کو نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ بغیر خدا کے بتائے ہوئے کوئی اپنی عقل و فہم سے نہیں جان سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ لیکن خداوند تعالیٰ کے بتا دینے سے دوسروں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام وحی کے ذریعے اولیائے امت کشف و کرامت کے طور پر خداوند قدوس کے بتا دینے سے یہ جان لیتے ہیں کہ ماں کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، ازلی و ابدی اور قدیم ہے اور انبیاء و اولیاء کا علم عطائی و فانی اور حادث ہے۔ اللہ اکبر! کہاں خداوند قدوس کا علم۔اور کہاں بندوں کا علم؟ دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔

نگاہ کرامت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد جو قبائل عرب مرتد ہو کر اسلام سے پھر گئے تھے، ان میں قبیلہ کندہ بھی تھا۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قبیلہ والوں سے بھی جہاد فرمایا اور مجاہدین اسلام نے اس قبیلہ کے سردار اعظم یعنی اشعث بن قیس کو گرفتار کر لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کو دربارِ خلافت میں پیش کیا۔ امیر المومنین کے سامنے آتے ہی اشعث بن قیس نے بآواز بلند اپنے جرمِ ارتداد کا اقرار کر لیا اور پھر فوراً ہی توبہ کر کے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ امیر المومنین نے خوش ہو کر اس کا قصور معاف کر دیا اور اپنی بہن حضرت ''افردہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا نکاح کر کے اس کو اپنی قسم قسم کی عنایتوں اور نوازشوں سے سرفراز کر دیا۔ تمام حاضرین دربار حیران رہ گئے کہ مرتدین کا سردار جس نے مرتد ہو کر امیر المومنین سے بغاوت اور جنگ کی اور بہت سے مجاہدین اسلام کا خون ناحق کیا۔ ایسے خونخوار باغی اور اتنے بڑے خطرناک مجرم کو امیر المومنین نے اس قدر کیوں نوازا؟ لیکن جب حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صادق الاسلام ہو کر عراق کے جہادوں میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر ایسے ایسے مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے کہ عراق کی فتح کا سہرا انہیں کے سر رہا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ اور قلعہ مدائن و جلولا نہاوند کی لڑائیوں میں انہوں نے سرفروشی و جانبازی کے حیرت ناک مناظر پیش کئے۔ انہیں دیکھ کر سب کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہِ کرامت نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں چھپے ہوئے کمالات کے جن انمول جوہروں کو برسوں پہلے دیکھ لیا تھا وہ کسی اور کو نظر نہیں آئے تھے۔ یقیناً یہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے۔ (ازالۃ الخفاء

(مقصد نمبر 2 صفحہ 39)

اسی لئے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں تین ہستیاں ایسی گزری ہیں جو فراست کے بلند ترین مقام پر پہنچی ہوئی تھیں۔

اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان کی نگاہ کرامت کی نوری فراست نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات کو تاڑ لیا اور آپ نے حضرت عمر کو اپنے بعد خلافت کے لئے منتخب فرمایا جس کو تمام دنیا کے مورخین اور دانشوروں نے بہترین قرار دیا۔

دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفوراء رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روشن مستقبل کو اپنی فراست سے بھانپ لیا اور اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اس جوان کو بطور اجیر کے اپنے گھر پر رکھ لیں جبکہ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں فرعون کے ظلم سے بچنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہجرت کر کے مصر سے "مدین" پہنچ گئے تھے چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اپنے گھر پر رکھ لیا اوان کی خوبیوں کو دیکھ کر اوران کے کمالات سے متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت بی بی صفوراء کا ان سے نکاح کر دیا اور اس کے بعد خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ورسالت کے شرف سے سرفراز فرمایا۔

سوم عزیز مصر کہ انہوں نے اپنی بیوی حضرت زلیخا کو حکم دیا کہ اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے زرخرید غلام بن کر ہمارے گھر میں آئے ہیں مگر خبردار! تم ان کے اعزاز واکرام کا خاص طور پر اہتمام وانتظام رکھنا کیونکہ عزیز مصر نے اپنی نگاہِ فراست سے حضرت یوسف علیہ السلام کے شاندار مستقبل کو سمجھ لیا تھا کہ گویا آج غلام ہیں مگر یہ ایک دن مصر کے بادشاہ ہوں گے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ 57و ازالتہ الخفاء مقصد نمبر 2صفحہ 23)

کلمہ طیبہ سے قلعہ مسمار

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قیصر روم سے جنگ کے لئے مجاہدین اسلام کی ایک فوج روانہ فرمائی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ یہ اسلامی فوج قیصر روم کی لشکری طاقت کے مقابلہ میں صفر کے برابر تھی مگر جب اس فوج نے رومی قلعہ کا محاصرہ کیا اور **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا نعرہ مارا تو کلمہ طیبہ کی آواز سے قیصر روم کے قلعہ میں ایسا زلزلہ آ گیا کہ پورا قلعہ مسمار ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور دم زدن میں قلعہ فتح ہو گیا۔ بلاشبہ یہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت ہی شاندار کرامت ہے کیونکہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے جھنڈا باندھ کر اور فتح کی بشارت دے کر اس فوج کو جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ (ازالتہ الخفاء مقصد نمبر 2 صفحہ 40)

خون میں پیشاب کرنے والا

ایک شخص نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین ! میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں خون میں پیشاب کرر ہا ہوں۔ آپ نے انتہائی غیظ وغضب اور جلال میں تڑپ کر فرمایا کہ تو اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں صحبت کرتا ہے لہٰذا اس گناہ سے توبہ کر اور خبردار آئندہ ہرگز ہرگز کبھی بھی ایسا مت کرنا۔ وہ شخص اس اپنے چھپے ہوئے گناہ پر نادم وشرمندہ ہوکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ 72)

سلام سے دروازہ کھل گیا

جب حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس جنازہ لے کر لوگ حجرہ منورہ کے پاس پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُوْ بَکْر عرض کرتے ہی روضہ منورہ کا بند دروازہ یک دم خود بخود کھل گیا اور تمام حاضرین نے قبر انور سے یہ غیبی آواز سنی۔

اُدْخِلُوا لْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ”یعنی حبیب کو حبیب کے دربار میں داخل کردو۔“

(تفسیر کبیر، جلد 5 صفحہ 478)

کشفِ مستقبل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات اقدس سے صرف چند دن پہلے رومیوں سے جنگ کے لئے ایک لشکر کی روانگی کا حکم فرمایا اور اپنی علالت ہی کے دوران اپنے دست مبارک سے جنگ کا جھنڈا باندھا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں یہ نشان اسلام دے کر انہیں اس لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ ابھی یہ لشکر مقام ”جرف“ میں خیمہ زن تھا اور عساکر اسلامیہ کا اجتماع ہو ہی رہا تھا کہ وصال کی خبر پھیل گئی اور یہ لشکر مقام ”جرف“ سے مدینہ منورہ واپس آ گیا۔ وصال کے بعد ہی بہت سے قبائل عرب مرتد اور اسلام سے منحرف ہوکر کافر ہو گئے نیز مسیلمۃ الکذاب نے اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے قبائل عرب میں ارتداد کی آگ بھڑکا دی اور بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔ اس انتشار کے دور میں امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے حکم فرمایا کہ ”جیش اسامہ“ یعنی اسلام کا وہ لشکر جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت روانہ فرمایا اور وہ واپس آ گیا ہے، دوبارہ اس کو جہاد کے لئے روانہ کیا جائے۔ حضرات صحابہ کرام بارگاہ خلافت کے اس اعلان سے انتہائی متوحش ہو گئے اور کسی طرح بھی یہ معاملہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسی خطرناک صورتحال میں جبکہ بہت سے قبائل اسلام سے منحرف ہوکر مدینہ منورہ پر حملوں کی تیاریاں کر رہے ہیں اور جھوٹے مدعیان نبوت نے جزیرۃ العرب میں لوٹ مار اور بغاوت کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اتنی بڑی اسلامی فوج کا جس میں بڑے بڑے نامور اور جنگ آزما صحابہ کرامؓ موجود ہیں، ایک ملک سے باہر

بھیج دینا اور مدینہ منورہ کو بالکل عساکر اسلامیہ سے خالی چھوڑ کر خطرات مول لینا کسی طرح بھی عقل سلیم کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک منتخب جماعت جس کے ایک فرد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے جانشین پیغمبر! ایسے مخدوش اور پر خطر ماحول میں جبکہ مدینہ منورہ کے چاروں طرف مرتدین نے شورش پھیلا رکھی ہے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پر حملہ کے خطرات درپیش ہیں۔ آپ حضرت اسامہ کے لشکر کو روانگی سے روک دیں تاکہ اس فوج کی مدد سے مرتدین کا مقابلہ کیا جائے اور ان کا قلع قمع کردیا جائے۔ یہ سن کر آپ نے جوش غضب میں تڑپ کر فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے پرندے اچک لے جائیں یہ مجھے گوارہ ہے لیکن میں اس فوج کو روانگی سے روک دوں جس کو اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھ کر حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا، یہ ہرگز ہرگز کسی حال میں بھی میرے نزدیک قابل قبول نہیں ہوسکتا، میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا اور اس میں ایک دن کی بھی تاخیر برداشت نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ نے تمام صحابہ کرام کے منع کرنے کے باوجود اس لشکر کو روانہ کردیا۔ خدا کی شان کہ جب جوش جہاد میں بھرا ہوا عساکر اسلامیہ کا یہ سمندر موجیں مارتا ہوا روانہ ہوا تو اطراف و جوانب کے تمام قبائل میں شوکت اسلام کا سکہ بیٹھ گیا اور مرتد ہو جانے والے قبائل یا وہ قبیلے جو مرتد ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، مسلمانوں کا یہ دل بادل لشکر دیکھ کر خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہوگئے اور کہنے لگے کہ اگر خلیفہ وقت کے پاس بہت بڑی فوج ریزو موجود نہ ہوتی تو وہ بھلا اتنا بڑا لشکر ملک کے باہر کس طرح بھیج سکتے تھے؟ اس خیال کے آتے ہی ان جنگجو قبائل نے جنہوں نے مرتد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا پلان بنایا تھا، خوف و دہشت سے سہم کر اپنا پروگرام ختم کردیا، بلکہ بہت سے پھر تائب ہو کر آغوش اسلام میں آگئے اور مدینہ منورہ مرتدین کے حملوں سے محفوظ رہا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے شمار مال غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور اب تمام صحابہ کرام انصار و مہاجرین پر اس راز کا انکشاف ہوگیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنا عین مصلحت کے مطابق تھا کیونکہ اس لشکر نے ایک طرف تو رومیوں کی عسکری طاقت کو تہس نہس کردیا اور دوسری طرف مرتدین کے حوصلوں کو بھی پست کردیا۔ یہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عظیم کرامت ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات آپ پر قبل از وقت منکشف ہوگئے اور آپ نے اس فوج کشی کے مبارک اقدام کو اس وقت اپنی نگاہ کرامت سے نتیجہ خیز دیکھ لیا تھا جبکہ وہاں تک دوسرے صحابہ کرام کا وہم گمان بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ 51، مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 411 وغیرہ)

مدفن کے بارے میں غیبی آواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں اختلاف پیدا ہوگیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو شہدائے کرام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے اور

بعض حضرات چاہتے تھے کہ آپ کی قبر شریف جنت البقیع میں بنائی جائے لیکن میری دلی خواہش یہی تھی کہ آپ میرے اسی حجرہ میں سپرد خاک کئے جائیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور ہے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور خواب میں یہ آواز میں نے سنی کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ ضُمُّو الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ''یعنی حبیب کو حبیب سے ملا دو۔'' خواب سے بیدار ہو کر میں نے لوگوں سے اس آواز کا ذکر کیا تو بہت سے لوگوں نے کہا کہ یہ آواز ہم لوگوں نے بھی سنی ہے اور مسجد نبوی کے اندر بہت سے لوگوں کے کانوں میں یہ آواز آئی ہے۔ اس کے بعد تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ آپ کی قبر اطہر روضہ منورہ کے اندر بنائی جائے۔ اس طرح آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں مدفون ہو کر اپنے حبیب کے قرب خاص سے سرفراز ہو گئے۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 150)

دشمن خنزیر و بندر بن گئے

حضرت امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ثقات سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ تین آدمی ایک ساتھ یمن جا رہے تھے ہمارا ایک ساتھی جو کوفی تھا وہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں بدزبانی کر رہا تھا، ہم لوگ اس کو بار بار منع کرتے تھے، مگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتا تھا، جب ہم لوگ یمن کے قریب پہنچ گئے اور ہم نے اس کو نماز فجر کے لئے جگایا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ ''اے فاسق! خداوند تعالیٰ نے تجھ کو ذلیل و خوار فرما دیا اور تو اسی منزل میں مسخ ہو جائے گا۔'' اس کے بعد فوراً ہی اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے اور تھوڑی دیر میں اس کی صورت بالکل ہی بندر جیسی ہو گئی۔ ہم لوگوں نے نماز فجر کے بعد اس کو پکڑ کر اونٹ کے پالان کے اوپر رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے وقت جب ہم ایک جنگل میں پہنچے تو چند بندر وہاں جمع تھے جب اس نے بندروں کے غول کو دیکھا تو رسی تڑوا کر یہ اونٹ کے پالان سے کود پڑا اور بندروں کے غول میں شامل ہو گیا۔ ہم لوگ حیران ہو کر تھوڑی دیر وہاں ٹھہر گئے تا کہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ بندوں کا غول اس کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے تو ہم نے یہ دیکھا کہ یہ بندروں کے پاس بیٹھا ہوا ہم لوگوں کی طرف بڑی حسرت سے دیکھتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ گھڑی بھر کے بعد جب سب بندر وہاں سے دوسری طرف جانے لگے تو یہ بھی ان بندروں کے ساتھ چلا گیا۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 153)

اسی طرح حضرت امام مستغفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرد صالح سے نقل کیا ہے کہ کوفہ کا ایک شخص جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ ہر چند ہم لوگوں نے اس کو منع کیا مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ تنگ آ کر ہم لوگوں نے اس کو کہہ دیا کہ تم ہمارے قافلہ سے الگ ہو کر سفر کرو چنانچہ وہ ہم لوگوں سے الگ ہو گیا جب ہم لوگ منزل مقصود پر پہنچ گئے اور کام پورا کر کے وطن کی واپسی کا قصد کیا تو اس شخص کا غلام ہم لوگوں سے ملا جب ہم نے اس سے کہا کہ کیا تم اور تمہارا مولیٰ ہمارے قافلہ کے ساتھ وطن جانے کا

ارادہ رکھتے ہو؟ یہ سن کر غلام نے کہا کہ میرے مولیٰ کا حال تو بہت ہی برا ہے۔ ذرا آپ لوگ میرے ساتھ چل کر اس کا حال دیکھ لیجئے۔ غلام ہم لوگوں کو ساتھ لے کر ایک مکان میں پہنچا وہ شخص اداس ہو کر ہم لوگوں سے کہنے لگا کہ مجھ پر تو بہت بڑی افتا پڑ گئی۔ پھر اس نے اپنی آستین سے دونوں ہاتھوں کو نکال کر دکھایا تو ہم لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کے دونوں ہاتھ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے تھے۔ آخر ہم لوگوں نے اس پر ترس کھا کر اپنے قافلہ میں شامل کر لیا لیکن دوران سفر ایک جگہ چند خنزیروں کے ساتھ مل کر دوڑنے بھاگنے لگا، مجبوراً ہم لوگ اس کے غلام اور سامان کو اپنے ساتھ کوفہ تک لائے۔ (شواهد النبوة صفحه 154)

شیخین کا دشمن کتا بن گیا

اسی طرح حضرت مستغفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بزرگ سے ناقل ہیں کہ میں نے ملک شام میں ایک ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کی جس نے نماز کے بعد حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں بددعا کی جب دوسرے سال میں نے اسی مسجد میں نماز پڑھی نماز کے بعد امام نے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بہترین دعا مانگی۔ میں نے نمازیوں سے پوچھا کہ تمہارا پرانا امام کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چل کر اس کو دیکھ لیجئے! میں جب ان لوگوں کے ساتھ ایک مکان میں پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھ کو بڑی عبرت ہوئی کہ ایک کتا بیٹھا ہوا ہے اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ تم وہی امام ہو جو حضرات شیخین کے لئے بددعا کیا کرتا تھا؟ تو اس نے سر ہلا کر جواب دیا کہ ہاں! (شواهد النبوة صفحه156)

اللہ اکبر! سبحان اللہ! کیا عظیم الشان ہے شان صحابہ کرام کی بالخصوص یارِ غار رسول حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ کیا خوب کہا ہے کسی مداح صحابہ نے ۔

بیچ میں شمع تھی اور چاروں طرف پروانے	ہر کوئی اس کے لئے جان جلانے والا
دعویٰ الفت احمد تو سبھی کرتے ہے	کوئی نکلے تو ذرا رنج اٹھانے والا
کام الفت کے تھے وہ جن کو صحابہ نے کیا	کیا نہیں یاد تمہیں "غار" میں جانے والا

تبصرہ

کسی کام کے انجام اور مستقبل کے حالات کو جان لینا، ہر شخص جانتا ہے کہ یقیناً یہ غیب کا علم ہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا کرامات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ نے کشف والہام کے طور پر ان غیبوں کا علم عطا فرما دیا تھا۔

للہ! انصاف کیجئے کہ جب خلیفہ پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے الہام وکشف کے ذریعہ علم غیب کی کرامت عطا فرمائی تو کیا اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مقدس وحی کے ذریعہ علم غیب کا معجزہ نہ عطا فرمایا ہوگا؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو علم غیب بتانے کی قدرت نہیں یا

نعوذ باللہ! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں علم غیب حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں۔ بتایئے دنیا میں کون ایسا احمق ہے جو خدا کی قدرت اوراس کے نبی کی صلاحیت سے انکار کرسکتا ہے جب خدا کی قدرت مسلم اور نبی کی صلاحیت تسلیم ہے تو پھر بھلا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کس طرح ممکن ہوسکتا ہے؟ مگر افسوس کہ وہابی علماء جو عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانے کے لئے لنگر لنگوٹ کس کر بلکہ برہنہ ہوکر میدان میں اتر پڑے ہیں یہ سب کچھ جانتے ہوئے اور سینکڑوں آیات بینات اور دلائل وشواہد کو دیکھتے ہوئے بھی آنکھ میچ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا چلا چلا کر انکار کرتے رہتے ہیں اور اپنے پیروؤں اور ہوا خواہوں کو اس درجہ گمراہ کر چکے ہیں کہ ان کے عوام گمراہی کی بھول بھلیوں سے نکل کر صراط مستقیم کی شاہراہ پر آنے کے لئے کسی طرح تیار ہی نہیں ہوتے اور مثل مشہور ہے کہ سوتے کو جگانا بہت آسان ہے مگر جاگتے کو جگانا انتہائی مشکل ہے۔ اس لئے اب ہم ان لوگوں کی ہدایت سے تقریباً مایوس ہو چکے ہیں کیونکہ یہ لوگ جاہل نہیں بلکہ متجاہل ہیں، یعنی سب کچھ جانتے ہوئے بھی جاہل بنے ہوئے ہیں اور یہ لوگ طالب حق نہیں ہیں بلکہ معاند ہیں، یعنی حق کے ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس لئے ہم اپنے سنی حنفی بھائیوں کو یہی مخلصانہ مشورہ بلکہ حکم دیتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے کے عقیدہ پر خود پہاڑ کی طرح قائم رہیں اور ان گمراہوں کی تقریروں، تحریروں اور صحبتوں سے بالکل قطعی طور پر پرہیز کریں کیونکہ گمراہی کے جراثیم بہت جلد اثر کر جاتے ہیں اور ہدایت کا نور بڑی مشکل اور بے حد جدوجہد کے بعد ملتا ہے۔ خداوند کریم ہمارے برادرانِ اہل سنت کے ایمان وعقائد کی حفاظت فرمائے اور تمام گمراہوں، بددینوں اور بیدینوں کے شر سے بچائے رکھے۔ (آمین)

آخر الذکر مذکورہ بالا تین روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی مقدس شان میں بدگوئی اور بدزبانی کا انجام کتنا خطرناک وعبرتناک ہے؟ زمانہ حال کے تبرائی روافض کے لئے یہ روایات تازیانہ عبرت ہیں کہ وہ لوگ اپنی تبرابازیوں سے باز آجائیں ورنہ ہلاکتوں اور بربادیوں کا سگنل ڈاؤن ہو چکا ہے اور قریب ہے کہ عذابِ الٰہی کی ریل گاڑی ان ظالموں کو روند کر چور چور کرڈالے گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ خبثاء بھی دونوں جہان کی لعنتوں میں گرفتار ہوکر دنیا میں مسخ ہوکر خنزیر وبندر اور کتے بنادیئے جائیں گے اور آخرت میں قہر قہار وغضب جبار میں گرفتار ہوکر عذابِ نار پاکر ذلیل وخوار ہوجائیں گے۔

حضرات اہل سنت کو لازم ہے کہ تمام گمراہ فرقوں کی طرح روافض وخوارج سے بھی اسی طرح مقاطعہ رکھیں اور ان سے الگ تھلگ رہیں کیونکہ یہ سب فرقے جو شان رسالت ودربار صحابیت وبارگاہ اہل بیت میں گستاخیاں کرتے ہیں، یقیناً بلاشبہ یہ سب کے سب جہنمی ہیں اور یہ لوگ جہاں بھی اور جس مجلس میں بھی رہیں گے ان پر خدا کی پھٹکار پڑتی رہے گی اور ظاہر ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھے گا اور ان سے میل جول رکھے گا ان پر اترنے والی پھٹکار سے اس کو بھی ضرور کچھ نہ کچھ حصہ مل جائے گا لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ آگ سے دور ہی رہئے ورنہ اگر جلنے سے بچیں گے تو کم از کم اس کی آنچ سے نہ بچ سکیں گے۔ خداوند کریم حضرات اہل سنت

کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

۲ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ دوم جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ''ابوحفص'' اور لقب ''فاروق اعظم'' ہے۔ آپ اشرافِ قریش میں اپنی ذاتی و خاندانی وجاہت کے لحاظ سے بہت ہی ممتاز ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا خاندانی شجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ نسب سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال 27 برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ ایک روایت میں آپ سے پہلے کل انتالیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے آپ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور ان کو ایک بہت بڑا سہارا مل گیا یہاں تک کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کی مسجد میں اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔ آپ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اسلامی تحریکات اور صلح و جنگ وغیرہ کی تمام منصوبہ بندیوں میں حضور سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر کی حیثیت سے وفادار و رفیق کار رہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آپ کو خلیفہ منتخب فرمایا اور دس برس چھ ماہ چار دن آپ نے تخت خلافت پر رونق افروز ہو کر جانشینیٔ رسول کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ 26 ذی الحجہ 23ھ چہار شنبہ کے دن نماز فجر میں ابولولو فیروز مجوسی کافر نے آپ کو شکم میں خنجر مارا اور آپ یہ زخم کھا کر تیسرے دن شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر شریف تریسٹھ برس کی تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ مبارکہ کے اندر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے انور میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء و ازالتہ الخفاء وغیرہ)

کرامات (قبر والوں سے گفتگو)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ایک نوجوان صالح کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ''یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔ اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔'' اے نوجوان! بتا تیرا قبر میں کیا حال ہے؟ اس نوجوان صالح نے قبر کے اندر سے آپ کا نام لے کر پکارا اور بآواز بلند دو مرتبہ جواب دیا کہ میرے رب نے یہ دونوں جنتیں مجھے عطا فرما دی ہیں۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 806، بحوالہ حاکم)

مدینہ کی آواز نہاوند تک

امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہاوند کی سرزمین میں جہاد کے لئے روانہ فرمادیا۔ آپ جہاد میں مصروف تھے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے ناگہاں یہ ارشاد فرمایا کہ **یَاسارِیَۃُ الْجَبَلِ** ''یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو۔'' حاضرین مسجد حیران رہ گئے کہ حضرت ساریہ تو سرزمین نہاوند میں مصروف جہاد ہیں اور مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر ہیں۔ آج امیر المومنین نے انہیں کیونکر اور کیسے پکارا؟ لیکن نہاوند سے جب حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد آیا تو اس نے یہ خبر دی کہ میدان جنگ میں جب کفار سے مقابلہ ہوا تو ہم کو شکست ہونے لگی۔ اتنے میں ناگہاں ایک چیخنے والے کی آواز آئی جو چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے ساریہ! تم پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو۔ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز ہے۔ یہ کہا اور فوراً ہی انہوں نے اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پشت کر کے صف بندی کا حکم دیا اور اس کے بعد جو ہمارے لشکر کی کفار سے ٹکر ہوئی تو ایک دم اچانک جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور دم زدن میں اسلامی لشکر نے کفار کی فوجوں کو روند ڈالا اور عساکر اسلامیہ کے قاہرانہ حملوں کی تاب نہ لا کر کفار کا لشکر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور افواج اسلام نے فتح مبین کا پرچم لہرادیا۔

(مشکوٰۃ بات الکرامات صفحہ 546و حجتہ اللہ جلد 2صفحہ 860و تاریخ الخلفاء صفحہ 85)

تبصرہ

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کرامت سے چند باتیں معلوم ہوئیں جو طالب حق کے لئے روشنی کا مینارہ ہیں۔

1۔ یہ کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم اور آپ کے سپہ سالار دونوں صاحب کرامت ہیں کیونکہ مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر آواز کو پہنچا دینا یہ امیر المومنین کی کرامت ہے اور سینکڑوں میل کی دوری سے کسی آواز کو سن لینا یہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے۔

2۔ یہ کہ امیر المومنین فاروقِ اعظم نے مدینہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر نہاوند کے میدان جنگ اور اس کے احوال و کیفیات کو دیکھ لیا اور پھر عساکر اسلامیہ کی مشکلات کا حل بھی منبر پر کھڑے کھڑے لشکر کے سپہ سالار کو بتادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کے کان اور آنکھ اور ان کی سمع و بصر کی طاقتوں کو عام انسانوں کے کان و آنکھ اور ان کی قوتوں پر ہرگز ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہئے بلکہ ایمان رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے کان اور آنکھ کو عام انسانوں سے بہت ہی زیادہ طاقت عطا فرمائی ہے اور ان کی آنکھوں، کانوں اور دوسرے اعضاء کی طاقت اس قدر بے مثل اور بے مثال ہے اور ان سے ایسے کارہائے نمایاں انجام

پاتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

3۔ حدیث مذکور بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت ہوا پر بھی تھی اور ہوا بھی ان کے کنٹرول میں تھی، اس لئے کہ آوازوں کو دوسروں کے کانوں تک پہنچانا درحقیقت ہوا کا کام ہے کہ ہوا کے تموج ہی سے آوازیں لوگوں کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر سنائی دیا کرتی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب چاہا اپنے قریب والوں کو اپنی آواز سنا دی اور جب چاہا تو سینکڑوں میل دور والوں کو بھی سنا دی، اس لئے کہ ہوا آپ کے زیر فرمان تھی جہاں تک آپ نے چاہا ہوا سے آواز پہنچانے کا کام لے لیا۔

سبحان اللہ! سچ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ **من کان اللّٰہ لہ** (یعنی جو خدا کا بندہ فرماں بردار بن جاتا ہے خدا اس کا کار ساز و مددگار بن جاتا ہے، اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

''یعنی خدا کے حکم سے سرتابی نہ کرتا کہ تیرے حکم سے دنیا کی کوئی چیز روگردانی کرے۔''

دریا کے نام خط

روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا۔ مصری باشندوں نے مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فریاد کی اور یہ کہا کہ مصر کی تمام تر پیداوار کا دارو مدار اسی دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ اے امیر! اب تک ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ جب کبھی بھی یہ دریا سوکھ جاتا تھا تو ہم لوگ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو اس دریا میں زندہ دفن کر کے دریا کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے تو یہ دریا جاری ہو جایا کرتا تھا۔ اب ہم کیا کریں؟ گورنر نے جواب دیا کہ ارحم الراحمین اور رحمۃ للعالمین کا رحمت بھرا دین ہمارا اسلام ہرگز ہرگز کبھی بھی اس بے رحمی اور ظالمانہ فعل کی اجازت نہیں دے سکتا لہٰذا تم لوگ انتظار کرو۔ میں دربار خلافت میں خط لکھ کر دریافت کرتا ہوں۔ وہاں سے جو حکم ملے گا ہم اس پر عمل کریں گے۔ چنانچہ ایک قاصد گورنر کا خط لے کر مدینہ منورہ دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ امیر المومنین نے گورنر کا خط پڑھ کر دریائے نیل کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ: ''اے دریائے نیل! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہو جا!''

امیر المومنین نے اس خط کو قاصد کے حوالہ فرمایا اور حکم دیا کہ میرے اس خط کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق گورنر مصر نے اس خط کو دریائے نیل کے خشک ریت میں دفن کر دیا۔ خدا کی شان کہ جیسے ہی امیر المومنین کا خط دریا میں دفن کیا گیا، فوراً ہی دریا جاری ہو گیا اور اس کے بعد پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ861 و ازالتہ الخفاء مقصد

(2صفحہ166)

تبصرہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح ہوا پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت تھی، اسی طرح دریاؤں کے پانیوں پر بھی آپ کی حکمرانی کا پرچم لہرا رہا تھا اور دریاؤں کی روانی بھی آپ کی فرماں بردار خدمت گزار تھی۔ چادر دیکھ کر آگ بجھ گئی روایت میں ہے کہ آپ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ ناگہاں ایک پہاڑ کے غار سے ایک بہت ہی خطرناک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا جب لوگوں نے دربار خلافت میں فریاد کی تو امیر المؤمنین نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے، یکا یک وہ آگ بجھنے اور پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ وہ غار کے اندر چلی گئی اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ (ازالتہ الخفاء مقصد نمبر2صفحہ172)

تبصرہ

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ہوا اور پانی کی طرح آگ پر بھی امیر المومنین کی حکمرانی تھی اور آگ بھی آپ کے تابع فرمان تھی۔

مار سے زلزلہ ختم

امام الحرمین نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آ گیا اور زمین زوروں کے ساتھ کانپنے اور ہلنے لگی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلال میں بھر کر زمین پر ایک درہ مارا اور بلند آواز سے تڑپ کر فرمایا۔ **قُرِیَ اَلَمْ اَعْدِلْ عَلَیْکَ** ''اے زمین! ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا؟'' آپ کا فرمان جلالت نشان سنتے ہی زمین ساکن ہو گئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔ (حجتہ اللہ جلد2 صفحہ861 و ازالتہ الخفاء مقصد 2صفحہ172)

تبصرہ

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ! امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت جس طرح ہوا، پانی، آگ پر تھی، اسی طرح زمین پر بھی آپ کے فرمان شاہی کا سکہ چلتا تھا۔ مذکورہ بالا چاروں کرامتوں سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی حکومت ہوا، آگ، پانی اور مٹی سبھی پر ہے اور چونکہ یہ چاروں اربعہ عناصر کہلاتے ہیں یعنی انہیں چاروں سے تمام کائنات عالم کے مرکبات بنائے گئے ہیں تو جب ان چاروں عناصر پر اولیاء کرام کی حکومت ثابت ہو گئی تو جو جو چیزیں ان چاروں عناصر سے مرکب ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان پر بطریق اولیٰ اولیا کرام کی حکومت ہو گی۔

دُور سے پکار کا جواب

حضرت امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرزمین روم میں مجاہدین اسلام کا ایک لشکر بھیجا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بالکل ہی اچانک مدینہ منورہ میں نہایت ہی بلند آواز سے آپ نے دومرتبہ یہ فرمایا یَا لَبَّیْکَاہُ (یعنی اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں) اہل مدینہ حیران رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ امیر المومنین کس فریاد کرنے والے کی پکار کا جواب دے رہے ہیں؟ لیکن جب کچھ دنوں کے بعد وہ لشکر مدینہ منورہ واپس آیا اور اس لشکر کا سپہ سالار اپنی فتوحات اور اپنے جنگی کارناموں کا ذکر کرنے لگا تو امیر المومنین نے فرمایا کہ ان باتوں کو چھوڑ دو! پہلے یہ بتاؤ کہ جس مجاہد کو تم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے یا عمراہ! یا عمراہ (میری خبر لیجئے) پکارا تھا اور اس کا کیا واقعہ تھا۔

سپہ سالار نے فاروقی جلال سے سہم کر کانپتے ہوئے عرض کیا کہ امیر المومنین! مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار اتارنا تھا، اس لئے میں نے پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کو دریا میں اترنے کا حکم دیا، چونکہ موسم بہت ہی سرد تھا اور زوردار ہوائیں چل رہی تھیں، اس لئے اس کو سردی لگ گئی اور اس نے دومرتبہ زور زور سے یا عُمَراہ! یا عُمَراہ کہہ کر آپ کو پکارا۔ پھر یکایک اس کی روح پرواز کرگئی۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ سے دریا میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا جب اہل مدینہ نے سپہ سالار کی زبانی یہ قصہ سنا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ امیر المومنین نے ایک دن دومرتبہ یَا لَبَّیْکَاہُ یَا لَبَّیْکَاہُ فرمایا تھا، درحقیقت یہ اُسی مظلوم مجاہد کی فریاد و پکار کا جواب تھا۔ امیر المومنین سپہ سالار کا بیان سن کر غیظ و غضب میں بھر گئے اور فرمایا کہ سرد موسم اور ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں میں اس مجاہد کو دریا کی گہرائی میں اتارنا یہ قتل خطا کے حکم میں ہے لہٰذا تم اپنے مال میں اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا ادا کرو اور خبردار! خبردار! آئندہ کسی سپاہی سے ہرگز ہرگز کبھی کوئی ایسا کام نہ لینا جس میں اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، کیوں کہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا ہلاک ہوجانا بڑی سے بڑی ہلاکتوں سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہلاکت ہے۔

(ازالتہ الخفاء مقصد 2 صفحہ 172)

تبصرہ

امیر المومنین نے اس وفات پانے والے سپاہی کی فریاد اور پکار کو سینکڑوں میل کی دوری سے سن لیا اور اس کا جواب بھی دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولیاءِ کرام دور کی آوازوں کو سن لیتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے ہیں۔

دو غیبی شیر

روایت ہے کہ بادشاہ روم کا بھیجا ہوا ایک عجمی کافر مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے بتا دیا کہ وہ دوپہر کو کھجور کے باغوں میں شہر سے کچھ دور قیلولہ فرماتے ہوئے تم کو ملیں گے۔ یہ عجمی کافر ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ کے پاس پہنچ گیا اور یہ دیکھا کہ آپ اپنا چمڑے کا دُرّہ اپنے سر کے نیچے رکھ کر زمین پر گہری نیند سو رہے ہیں۔ عجمی کافر اس ارادے سے تلوار کو نیام سے نکال کر آگے بڑھا کہ امیر المومنین کو قتل کر کے بھاگ جائے مگر وہ جیسے ہی آگے بڑھا بالکل ہی اچانک اس نے یہ دیکھا کہ دو شیر منہ پھاڑے ہوئے اس پر حملہ کرنے والے ہیں یہ خوفناک منظر دیکھ کر وہ خوف و دہشت سے بلبلا کر چیخ پڑا اور اس کی چیخ کی سے آواز امیر المومنین بیدار ہو گئے اور یہ دیکھا کہ عجمی کافر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تھر تھر کانپ رہا ہے۔ آپ نے اس کی چیخ اور دہشت کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے سچ سچ سارا واقعہ بیان کر دیا اور پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور امیر المومنین نے اس کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ برتاؤ فرما کر اس کے قصور کو معاف کر دیا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد 2 صفحہ 172 و تفسیر کبیر جلد 5صفحہ 478)

تبصرہ

یہ روایت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی حفاظت کے لئے غیب سے ایسا سامان فراہم فرما دیتا ہے کہ جو کسی کے وہم گمان میں بھی نہیں آ سکتا اور یہی غیبی سامان اولیاء اللہ کی کرامت کہلاتے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

محال است چوں دوست دارد ترا　　　　که در دست دشمن گزارد ترا

یعنی اللہ تعالیٰ جب کبھی تم کو اپنا محبوب بندہ بنالے تو پھر یہ محال ہے کہ وہ تم کو تمہارے دشمن کے ہاتھ میں کسمپرسی کے عالم میں چھوڑ دے بلکہ اس کی کبریائی ضرور دشمنوں سے حفاظت کے لئے اپنے محبوب بندوں کی غیبی طور پر امداد نصرت کا سامان پیدا فرما دیتی ہے اور یہی نصرت ایمانی فضل ربانی بن کر اس طرح محبوبان الٰہی کی دشمنوں سے حفاظت کرتی ہے جس کو دیکھ کر بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

قبر میں بدن سلامت

ولید بن عبدالملک اموی کے دور حکومت میں جب روضہ منورہ کی دیوار گر پڑی اور لوگ گھبرا گئے اور سب نے یہی خیال کیا کہ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پائے اقدس ہے لیکن جب عروہ بن زبیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا اور پہچانا پھر قسم کھا کر یہ فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس پاؤں نہیں ہے بلکہ یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم شریف ہے تو لوگوں کی

گھبراہٹ اور بے چینی میں قدرے سکون ہوا۔ (بخاری شریف جلد 1 صفحہ 186)

تبصرہ

بخاری شریف کی یہ روایت اس بات کی زبردست شہادت ہے کہ بعض اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس جسموں کو قبر کی مٹی برسوں گزر جانے کے بعد بھی نہیں کھا سکتی۔ بدن تو بدن ان کے کفن کو بھی مٹی میلا نہیں کرتی جب اولیاء کرام کا یہ حال ہے تو بھلا حضرات انبیاء علیہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہوگا۔ پھر حضور سید الانبیاء خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا کیا کہنا؟ جبکہ وہ اپنی قبر منور میں جسمانی لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ ''یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دی جاتی ہے۔''

جو کہہ دیا وہ ہو گیا ربیعہ بن امیہ بن خلف نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں۔ پھر میں اس سے نکل کر ایک ایسے چٹیل میدان میں آ گیا جس میں کہیں دور دور تک گھاس یا درخت کا نام ونشان بھی نہیں تھا اور جب میں نیند سے بیدار ہوا تو واقعی میں ایک بنجر میدان میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے گا، پھر اس کے بعد کافر ہو جائے گا اور کفر ہی کی حالت میں مرے گا۔ اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر وہ کہنے لگا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے، میں نے یوں ہی جھوٹ موٹ آپ سے یہ کہہ دیا ہے۔ آپ نے یہ فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، مگر میں نے جو تعبیر دی ہے وہ اب پوری ہو کر رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے شراب پی اور امیر المومنین نے اس کو درہ مار کر سزا دی اور اس کو شہر بدر کر کے خیبر بھیج دیا۔ وہ ظالم وہاں سے بھاگ کر روم کی سرزمین میں چلا گیا اور وہاں جا کر وہ مردود نصرانی ہو گیا اور مرتد ہو کر کفر ہی کی حالت میں مر گیا۔ (ازالہ الخفاء مقصد 2 صفحہ 170)

لوگوں کی تقدیر میں کیا ہے؟

عبداللہ بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کا ایک وفد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ خلافت میں آیا تو اس جماعت میں اشتر نام کا ایک شخص بھی تھا۔ امیر المومنین اس کو سر سے پیر تک بار بار گرم نگاہوں سے دیکھتے رہے، پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ شخص تمہارے ہی قبیلہ کا ہے؟ میں نے کہا کہ ''جی ہاں'' اس وقت آپ نے فرمایا کہ خدا اس کو غارت کرے اور اس کے شر و فساد سے اس امت کو محفوظ رکھے۔ امیر المومنین کی اس دعا کے بیس برس بعد جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تو یہی ''اشتر'' اس باغی گروہ کا ایک بہت بڑا لیڈر تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام کے کفار سے جہاد کرنے کے لئے لشکر بھرتی فرما رہے تھے۔ ناگہاں ایک ٹولی آپ کے سامنے آئی تو آپ نے انتہائی کراہت کے ساتھ ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ یہ لوگ آپ کے روبرو

آئے تو آپ نے منہ پھیر کر ان لوگوں کو اسلامی فوج میں بھرتی کرنے سے انکار فرمادیا۔لوگ آپ کے اس طرزِ عمل سے انتہائی حیران تھے لیکن آخر میں یہ راز کھلا کہ اس ٹولی میں ''اسود تجیبی'' بھی تھا جس نے اس واقعہ سے بیس برس بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کیا اور اس ٹولی میں عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی تھا جس نے اس واقعہ سے تقریباً چھبیس برس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کرڈالا۔ (ازالتہ الخفاء مقصد 2و صفحہ172)

تبصرہ

مذکورہ بالا کرامتوں میں آپ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کے خاتمہ کے بارے میں برسوں پہلے یہ خبر دیدی کہ وہ کافر ہوکر مرے گا اور بیس برس پہلے آپ نے ''اشتر'' کے شر وفساد سے امت کے محفوظ رہنے کی دعا مانگی اور ''اسود تجیبی'' سے اس بناء پر منہ پھیر لیا اور اسلامی لشکر میں اس کو بھرتی کرنے سے انکار کردیا کہ یہ دونوں حضرات عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں سے تھے اور چھبیس برس پہلے آپ نے عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی کو بنظر کراہت دیکھا اور اسلامی لشکر میں اس بناء پر بھرتی نہیں فرمایا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا قاتل تھا۔ان مستند روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کو خداوند قدوس کے بتادینے سے آدمیوں کی تقدیروں کا حال معلوم ہوجاتا ہے،اسی لئے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ انے اپنی مثنوی شریف میں فرمایا ہے

لوح محفوظ است پیش اولیاء ۔۔۔ ازچہ محفوظ است محفوظ از خطاء

یعنی لوح محفوظ اولیاء کرام کے پیش نظر رہتی ہے جس کو دیکھ کر وہ انسانوں کی تقدیروں میں کیا لکھا ہے؟ اس کو جان لیتے ہیں۔ لوح محفوظ کو اس لئے لوح محفوظ کہتے ہیں کہ وہ غلطیوں اور خطاؤں سے محفوظ ہے۔

دعا کی مقبولیت

ابوہدبہ حمصی کا بیان ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو یہ خبر ملی کہ عراق کے لوگوں نے آپ کے گورنر کو اس کے منہ پر کنکریاں مار کر اور،ذلیل ورسوا کر کے شہر سے باہر نکال دیا ہے تو آپ کو اس خبر سے انتہائی رنج وقلق ہوا اور آپ بے انتہا غضبناک ہوکر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور اسی غیظ وغضب کی حالت میں آپ نے نماز شروع کردی،لیکن چونکہ آپ فرطِ غضب سے مضطرب تھے،اس لئے آپ کو نماز میں سہو ہوگیا اور آپ اس رنج وغم سے اور بھی زیادہ بے تاب ہوگئے اور انتہائی رنج وغم کی حالت میں آپ نے دعا مانگی کہ یااللہ! قبیلہ ثقیف کے لونڈے (حجاج بن یوسف ثقفی) کو ان لوگوں پر مسلط فرمادے جو زمانہ جاہلیت کا حکم چلا کر ان عراقیوں کے نیک وبد کسی کو بھی نہ بخشے۔چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی اور عبدالملک بن مروان اموی کے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اس نے عراق کے باشندوں پر ظلم وستم کا ایسا پہاڑ توڑا کہ عراق کی زمین بلبلا اٹھی۔حجاج بن یوسف ثقفی اتنا بڑا ظالم تھا کہ اس نے جن لوگوں کو رسی میں باندھ کر اپنی تلوار سے قتل کیا،ان مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ یا اس

سے کچھ زائد ہی ہے اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کئے گئے ان کی گنتی کا تو شمار ہی نہیں ہو سکا۔

حضرت ابن لہیعہ محدث نے فرمایا ہے کہ جس وقت امیر المومنین نے یہ دعا مانگی تھی اس وقت حجاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ (ازالتہ الخفاء مقصد 2صفحہ 172)

تبصرہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام کو غیب کی باتوں کا بھی علم عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ روایت مذکورہ بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ابھی حجاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا لیکن امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نامی ایک بچہ پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر گورنر بنے گا اور انتہائی ظالم ہوگا۔

ظاہر ہے کہ قبل از وقت ان باتوں کا معلوم ہو جانا یقیناً یہ غیب کا علم ہے اب یہ مسئلہ آفتاب عالم تاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یقیناً علوم غیبیہ کا خزانہ عطا فرمایا ہے اور یہ حضرات بیشمار غیب کی باتوں کو خدا تعالیٰ اپنے اولیاء کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے جانتے ہیں اور دوسروں کو بھی بتاتے ہیں۔ چنانچہ اہل حق حضرات علماء اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام بالخصوص حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار علوم غیبیہ کے خزانے عطا فرمائے ہیں اور یہی عقیدہ حضرات تابعین وحضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی تھا۔ چنانچہ موہب لدنیہ شریف میں ہے کہ:

قد اشتهر و انتشر امر ارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین اصحابہ بالاطلا ع علی الغیب

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیوب پر مطلع ہیں۔ بات صحابہ کرام میں عام طور پر مشہور ہے اور زبان زد خاص و عام تھی۔''

اسی طرح مواہب لدنیہ کی شرح میں علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

و اصحابہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم جازمون باطلاعہ علی الغیب

''یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کی باتوں پر مطلع ہیں۔''

ان دو بزرگوں کے علاوہ دوسرے بہت سے ائمہ کرام نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس تصریح کو بیان فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو ہماری کتاب ''قرآنی تقریریں'' اور ''قیامت کب آئے گی؟ (اعظمی)

۳ حضرت عثمان غنی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

خلیفۂ سوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ''ابوعمرو'' اور لقب ''ذوالنورین'' (دونور والے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ عثمان بن عفان ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف۔ آپ خاندانی شجرہ

''عبدمناف'' پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔اس لئے آپ "صَاحِبُ الْهِجْرَتَيْن '' (دو ہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں، اس لئے آپ کا لقب ''ذوالنورین'' ہے۔ آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفار سے جنگ فرماتے رہے۔جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہوگئیں تھیں، اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرمادیا لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر و ثواب کی بشارت بھی دی۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔آپ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہوکر خلافت راشدہ کے زیرنگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ 35ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کردیا کہ آپ قرآنِ پاک کی تلاوت فرمارہے تھے اور آپ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت **فسیکفیکھم اللہ** پر پڑے۔آپ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آپ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالتہ الخفاء وغیرہ)

کرامات (زناکار آنکھیں)

علامہ تاج الدین سبکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔اس کے بعد یہ شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی آترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نازل نہیں ہوتی لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کرلیا کرتا ہوں۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد2 صفحہ 862 و ازالتہ الخفاء مقصد 2صفحہ 227)

تبصرہ

قرآن مجید میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْن یعنی آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ بن جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے، اس لئے قلب پر جب کوئی بُرا اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اسے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زنا کار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''زنا العینین النظر'' یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ اعلم!

ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام ''جہجاہ غفاری'' تھا، کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم وحیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری وجباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ سزا پا کر ایک سال کے اندر مر گیا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 268 و تاریخ الخفاء صفحہ 112)

گستاخی کی سزا

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ''ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔'' میں اٹھ کر اس کے پاس گیا، تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ ''ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے'' یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا اے شخص! میرا حال نہ پوچھ۔ میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ ''اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو

کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔'' اے شخص! میں امیر المومنین کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف ودہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔ امیر المومنین کی چار دعاؤں میں سے تین کی زد میں تو آچکا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں۔ اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالتہ الخفاء مقصد 2صفحہ 227)

تبصرہ

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار وغفار ورحیم ہے لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی، بلکہ ضرور بالضرور دنیاوآخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار وغضب جبار کا اس طرح سزاوار ہو جاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی مار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔ رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بنیاد ہی محبوبان خدا کی بے ادبی پر ہے ہم نے ان گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہر الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ، الامان اور مرتے وقت ان لوگوں کا اتنا برا حال ہوا ہے کہ توبہ توبہ۔ نعوذ اللہ! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم وتوقیر اور ان کے ادب واحترام کی توفیق بخشے۔ (آمین)

خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے۔ میں آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پرانوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچے میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا، میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد 7 صفحہ 182)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ تشریف لے گئے جو ''حش کوکب'' کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کئے جا سکے جو صحابہ کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ ''حش کوکب'' میں آپ سپردِ خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔ (ازالۃ الخفاء مقصد 2 صفحہ 227)

تبصرہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں وفات پائیں گے؟ اور کس جگہ ان کی قبر بنے گی؟ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

ضروری انتباہ

اس موقع پر بعض کج فہم اور بدعقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ وَ مَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا۔'' لہٰذا اولیاء کرام کے سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل و فہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ کب؟ اور کہاں؟ ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے خاصان خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا؟ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔ اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہو گیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور

اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اوران دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء واولیاء جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ حضرات انبیاء اولیاء خدا کے بتا دینے سے جان لیتے ہیں۔اب قارئینِ کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ سو فیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ وتعالیٰ اعلم!

شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔

''اَبْشِرْ ابْنَ عَفَّانَ بِرُوْحٍ وَرَیْحَانَ وَ بِرَبٍ غَیْرِ غِضْبَانَ اُبْشر اِبْنَ عَفَّانَ بِغُفْرَانَ وَرِضْوَانَ''

''یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران ورضوان کی بھی بشارت دے دو۔''

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا، مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 158)

مدفن میں فرشتوں کا ھجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور وکفن پڑی رہی۔پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کرلیا۔یہ دیکھ کر سواروں نے بآواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 158)

گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا، توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ بہت دور ہے، اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔ یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے، لیکن وہ شخص جو آپ کی قبر انور کی زیارت کے لئے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دراتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 158)

تبصرہ

مذکورہ بالا تینوں روایتوں سے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان اور دربار خداوندی میں ان کی مقبولیت اور ولایت وکرامت کا ایسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا ہے اور آخری روایت تو ان گستاخوں کے لئے بہت ہی عبرت خیز اور خوفناک نشان ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بدزبان ہو کر خلفاء ثلاثہ پر تبرابازی کیا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے دور کے شیعوں کا مذموم و ناپاک طریقہ ہے۔ اہل سنت حضرات پر لازم ہے کہ ان کی مجالس میں ہرگز ہرگز قدم نہ رکھیں ورنہ قہر الٰہی میں مبتلا ہونے کا خطرناک اندیشہ ہے۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو اپنے قہر و غضب سے بچائے رکھے اور حضرات خلفاء کرام اور تمام صحابہ کرام کی محبت وعقیدت کی دولت عطا فرمائے۔ آمین!

٤ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ چہارم جانشین رسول وزوج بتول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ''ابوالحسن'' اور ''ابوتراب'' ہے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے فرزند ارجمند ہیں۔ عام الفیل کے تیس برس بعد جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی۔ 13 رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ نے اپنے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت ہر وقت آپ کی امداد ونصرت میں لگے رہتے تھے۔ آپ مہاجرین اولین اور عشرہ مبشرہ میں اپنے بعض خصوصی درجات کے لحاظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں۔ جنگ بدر، جنگِ اُحد، جنگ خندق وغیرہ تمام اسلامی لڑائیوں میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ جنگ فرماتے رہے اور کفار عرب کے بڑے بڑے نامور بہادر اور سورما آپ کی مقدس تلوارِ ذوالفقار کی

مار سے مقتول ہوئے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد انصار و مہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا اور چار برس آٹھ ماہ نو دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ 17 رمضان 40ھ کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی مردود نے نماز فجر کو جاتے ہوئے آپ کی مقدس پیشانی اور نورانی چہرے پر ایسی تلوار ماری جس سے آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے اور دو دن زندہ رہ کر جام شہادت سے سیراب ہو گئے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ 19 رمضان جمعہ کی رات میں آپ زخمی ہوئے اور 21 رمضان شب یکشنبہ آپ کی شہادت ہوئی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) آپ کے بڑے فرزند ارجمند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو دفن فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء و ازالۃ الخفاء وغیرہ)

کرامات (قبر والوں سے سوال و جواب)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں گئے تو آپ نے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ اے قبر والو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! کیا تم لوگ اپنی خبریں ہمیں سناؤ گے یا ہم تم لوگوں کو تمہاری خبریں سنائیں؟ اس کے جواب میں قبروں کے اندر سے آواز آئی۔ ''وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اے امیر المومنین آپ ہی ہمیں یہ سنائیے کہ ہماری موت کے بعد ہمارے گھروں میں کیا کیا معاملات ہوئے؟ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اے قبر والو! تمہارے بعد تمہارے گھروں کی خبر یہ ہے کہ تمہاری بیویوں نے دوسرے لوگوں سے نکاح کر لیا اور تمہارے مال و دولت کو تمہارے وارثوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو کر دربدر پھر رہے ہیں اور تمہارے مضبوط اور اونچے اونچے محلوں میں تمہارے دشمن آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں قبروں میں سے ایک مردہ کی یہ دردناک آواز آئی کہ اے امیر المومنین! ہماری خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہو کر پھٹ چکے ہیں اور جو کچھ ہم نے دنیا میں خرچ کیا تھا، اس کو ہم نے یہاں پا لیا ہے اور جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ آئے تھے اس میں ہمیں گھاٹا اٹھانا پڑا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 863)

تبصرہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو یہ طاقت وقدرت عطا فرماتا ہے کہ قبر والے ان کے سوالوں کا بآواز بلند اس طرح جواب دیتے ہیں کہ دوسرے حاضرین بھی سن لیتے ہیں۔ یہ قدرت وطاقت عام انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔ لوگ اپنی آوازیں تو مردوں کو سنا سکتے ہیں اور مردے ان کی آوازوں کو سن بھی لیتے ہیں مگر قبر کے اندر سے مردوں کی آوازوں کو سن لینا یہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ خاصان خدا کا خاص حصہ اور خاصہ ہے جس کو قبر والوں کا یہ اقبالی بیان ہے کہ مرنے والے دنیا میں جو مال و دولت چھوڑ کر مر جاتے ہیں، اس میں مرنے والوں کے لئے سراسر گھاٹا ہی گھاٹا ہے اور جس

مال ودولت کومرنے سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ ان کے کام آنے والا ہے۔

فالج زدہ اچھا ہو گیا

علامہ تاج الدین سبکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں شاہزادگان حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ حرم کعبہ میں حاضر تھے کہ درمیانی رات میں ناگہاں یہ سنا کہ ایک شخص بہت ہی گڑگڑا کر اپنی حاجت کے لئے دعا مانگ رہا ہے اور زاروزار رورہا ہے۔آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔وہ شخص اس حال میں حاضر خدمت ہوا کہ اس کے بدن کی ایک کروٹ فالج زدہ تھی اور وہ زمین پر گھسیٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔آپ نے اس کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہا اے امیر المومنین! میں بہت ہی بے باکی کے ساتھ قسم قسم کے گناہوں میں دن رات منہمک رہتا تھا اور میرا باپ جو بہت ہی صالح اور پابند شریعت مسلمان تھا، بار بار مجھ کوٹو کتا اور گناہوں سے منع کرتا تھا میں نے ایک دن اپنے باپ کی نصیحت سے ناراض ہوکر اس کو مار دیا اور میری مار کھا کر میرا باپ رنج وغم میں ڈوبا ہوا حرم کعبہ آیا اور میرے لئے بددعا کرنے لگا۔ابھی اس کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بالکل ہی اچانک میری ایک کروٹ پر فالج کا اثر ہوگیا اور میں زمین پر گھسٹ کر چلنے لگا۔اس غیبی سزا سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی اور میں نے رورو کر اپنے باپ سے اپنے جرم کی معافی طلب کی اور میرے باپ نے اپنی شفقت پدری سے مجبور ہوکر مجھ پر رحم کھایا اور مجھے معاف کر دیا اور کہا کہ بیٹا چل! جہاں میں نے تیرے لئے بددعا کی تھی، اسی جگہ اب میں تیرے لئے صحت وسلامتی کی دعا مانگوں گا۔چنانچہ میں اپنے باپ کو اونٹنی پر سوار کر کے مکہ مکرمہ لا رہا تھا کہ راستے میں بالکل ناگہاں اونٹنی ایک مقام پر بدک کر بھاگنے لگی اور میرا باپ اس کی پیٹھ پر سے گر کر دو چٹانوں کے درمیان ہلاک ہوگیا اور اب میں اکیلا ہی حرم کعبہ میں آ کر دن رات رورو کر خدا تعالیٰ سے اپنی تندرستی کے لئے دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری سرگزشت سن کر فرمایا کہ اے شخص! اگر واقعی تیرا باپ تجھ سے خوش ہوگیا تھا تو اطمینان رکھ کہ خدا کریم بھی تجھ سے خوش ہوگیا ہے۔اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں بحلف شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہوگیا تھا۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کو تسلی دی اور چند رکعت نماز پڑھ کر اس کی تندرستی کے لئے دعا مانگی۔ پھر فرمایا کہ اے شخص اٹھ کھڑا ہو جا! یہ سنتے ہی وہ بلا تکلف اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔

آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر تو نے قسم کھا کر یہ نہ کہا ہوتا کہ تیرا باپ تجھ سے خوش ہوگیا تھا، تو میں ہرگز تیرے لئے دعا نہ کرتا۔

(حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2صفحہ 863)

گرتی ہوئی دیوار تھم گئی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دیوار کے سائے میں ایک مقدمہ کا فیصلہ فرمانے کے لئے بیٹھ گئے۔ درمیان مقدمہ میں لوگوں نے شور مچایا کہ اے امیر المومنین! یہاں سے اٹھ جایئے، یہ دیوار گر رہی ہے۔ آپ نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ مقدمہ کی کاروائی جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ بہترین حافظ و ناصر و نگہبان ہے۔ چنانچہ اطمینان کے ساتھ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر جب وہاں سے چل دیئے تو فوراً ہی وہ دیوار گر گئی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد 2 صفحہ 273)

تبصرہ

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ خداوند قدوس اپنے اولیاء کرام کو ایسی ایسی روحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے کہ ان کے اشاروں سے گرتی ہوئی دیواریں تو کیا چیز ہیں؟ بہتے ہوئے دریاؤں کی روانی بھی ٹھہر جاتی ہے۔ سچ ہے۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا　　نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا

علی بن زازان کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی تو ایک بدنصیب نے نہایت ہی بیباکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اے امیر المومنین آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہر الٰہی میں گرفتار ہو جائیگا۔ اس گستاخ نے کہہ دیا کہ آپ میرے لئے بددعا کر دیجئے، مجھے اس کی پروانہیں ہے۔ اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ (ازالتہ الخفاء مقصد 2 صفحہ 273)

کون کہاں مرے گا؟ کہاں دفن ہو گا؟

حضرت اصبغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر میں میدان کربلا کے اندر ٹھیک اس جگہ پہنچے جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور بنی ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ آئندہ زمانے میں ایک آل رسول (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا قافلہ ٹھہرے گا اور اس جگہ ان کے اونٹ بندھے ہوئے ہوں گے اور اسی میدان میں جوانان اہل بیت کی شہادت ہوگی اور اسی جگہ ان شہیدوں کا مدفن بنے گا اور ان لوگوں پر آسمان وزمین روئیں گے۔ (ازالتہ الحفاء مقصد 2 صفحہ 273 بحوالہ الریاض النفرۃ)

تبصرہ

روایت بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کو بذریعہ کشف برسوں بعد ہونے والے واقعات اور لوگوں کے حالات یہاں تک کہ لوگوں کی موت اور مدفن کی کیفیات کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور یہ درحقیقت علم غیب ہے، جو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے اولیائے کرام کو حاصل ہوا کرتا ہے اور یہ اولیاء کرام کی کرامت ہوا کرتی ہے۔

فرشتوں نے چکی چلائی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کے لئے ان کے مکان پر بھیجا تو میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔ جب میں نے بارگاہ رسالت میں اس عجیب کرامت کا تذکرہ کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ بھی ڈیوٹی فرمادی ہے کہ وہ میری آل کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ (ازالتہ الخفاء مقصد 2 صفحہ 273)

تبصرہ

اس روایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کو بارگاہ خداوندی میں اس قدر قرب اور مقبولیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو ان کی امداد و نصرت اور حاجت برآری کے لئے خاص طور پر مقرر فرما دیا ہے۔ یہ شرف حضرات اہل بیت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خاصہ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ سبحان اللہ! سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور ان کے وقار و اقتدار کا کیا کہنا؟ کہ آپ کے گھر والوں کی چکی فرشتے چلایا کرتے تھے۔

میں کب وفات پائوں گا؟

حضرت فضالہ بن فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام ''ینبع'' میں بہت سخت بیمار ہو گئے تو میں اپنے والد کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے گیا۔ دوران گفتگو میرے والد نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ اس وقت ایسی جگہ علالت کی حالت میں مقیم ہیں اگر اس جگہ آپ کی وفات ہوگئی قبیلہ ''جہینہ'' کے گنواروں کے سوا اور کون آپ کی تجہیز و تکفین کرے گا؟ اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے چلیں کیونکہ وہاں اگر یہ حادثہ رونما ہوا تو وہاں آپ کے جاں نثار مہاجرین و انصار اور دوسرے مقدس صحابہ آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور یہ مقدس ہستیاں آپ کے کفن و دفن کا انتظام کریں گی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے فضالہ! تم اطمینان رکھو کہ میں اپنی بیماری میں ہرگز ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ سن لو اس وقت تک ہرگز ہرگز میری موت نہیں آ سکتی، جب تک کہ مجھے تلوار مار کر

میری پیشانی اور داڑھی کو خون سے رنگین نہ کر دیا جائے۔ (ازالتہ الخفاء مقصد 2صفحہ 273)

تبصرہ

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بد بخت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی نے آپ کی مقدس پیشانی پر تلوار چلادی جو آپ کی پیشانی کو کاٹتی ہوئی جبڑے تک پیوست ہوگئی۔اس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا **فُزْتُ بِرَبِ الْكَعْبَةِ** ''یعنی کعبہ کے رب کی قسم کہ میں کامیاب ہوگیا۔'' اس زخم میں آپ شہادت کے شرف سے سرفراز ہوگئے اور آپ نے حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقام ینبع میں جو فرمایا تھا وہ حرف بحرف صحیح ہو کر رہا۔

درِخیبر کا وزن

جنگ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے جوش جہاد میں آگے بڑھ کر قلعہ خیبر کا پھاٹک اکھاڑ ڈالا اور اس کے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواروں کو روکتے تھے۔ یہ کواڑ اتنا بھاری اور وزنی تھا کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد چالیس آدمی ملکر بھی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (زرقانی جلد 2صفحہ 230)

تبصرہ

کیا فاتح خیبر کے اس کارنامہ کو انسانی طاقت کی کارگزاری کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ یہ انسانی طاقت کا کارنامہ نہیں ہے بلکہ یہ روحانی طاقت کا ایک شاہکار ہے جو فقط اللہ والوں ہی کا حصہ ہے جس کو عرف عام میں کرامت کہا جاتا ہے۔

کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا

روایت ہے کہ ایک حبشی غلام جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتہائی مخلص محبّ تھا۔شامت اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کر لی۔لوگوں نے اس کو پکڑ کر دربار خلافت میں پیش کر دیا اور غلام انے اپنے جرم کا اقرار بھی کرلیا۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جب وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن الکراء سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ابن الکراء نے پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ تو غلام نے کہا امیر المومنین ویعسوب المسلمین، داماد رسول و زوج بتول نے۔ابن الکراء نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بھی تم اس قدر اعزاز و اکرام اور مدح و ثناء کے ساتھ ان کا نام لیتے ہو؟ غلام نے کہا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے عذاب جہنم سے بچالیا۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کی گفتگو سنی اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو امیر المومنین نے اس غلام کو بلوا کر اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھ کر رومال سے چھپا دیا۔ پھر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔اتنے میں ایک غیبی آواز آئی کہ رومال ہٹاؤ جب لوگوں نے رومال ہٹایا تو غلام کا کٹا ہوا ہاتھ اس طرح کلائی سے جڑ گیا تھا کہ کہیں کٹنے کا نشان بھی نہیں تھا۔

(تفسیر کبیر جلد 5صفحہ479)

شوہر عورت کا بیٹا نکلا

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہ خلافت سے کچھ دور ایک مسجد کے پہلو میں دو میاں بیوی رات بھر جھگڑا کرتے رہے، صبح امیرالمومنین نے دونوں کو بلا کر جھگڑے کا سبب دریافت فرمایا۔شوہر نے عرض کیا اے امیرالمومنین! میں کیا کروں؟ نکاح کے بعد مجھے اس عورت سے بے انتہا نفرت ہوگئی۔ یہ دیکھ کر بیوی مجھ سے جھگڑا کرنے لگی۔ پھر بات بڑھ گئی اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی آپ نے تمام حاضرین دربار کو نکال دیا اور عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں تجھ سے جو سوال کروں، اس کا سچ سچ جواب دینا۔ پھر آپ نے فرمایا اے عورت! تیرا نام یہ ہے، تیرے باپ کا نام یہ ہے۔عورت نے کہا کہ بالکل ٹھیک ٹھیک آپ نے بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے عورت! تو یاد کر کہ تو زنا کاری سے حاملہ ہوگئی تھی اور ایک مدت تک تو اور تیری ماں اس حمل کو چھپاتی رہی جب دردزہ شروع ہوا تو تیری ماں تجھے اس گھر سے باہر لے گئی اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تو نے میدان میں ڈال دیا۔ اتفاق سے ایک کتا اس بچے کے پاس آیا۔ تیری ماں نے اس کتے کو پتھر مارا لیکن وہ پتھر بچے کو لگا اور اس کا سر پھٹ گیا تیری ماں کو بچے پر رحم آ گیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی۔ پھر تم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔اس کے بعد اس بچے کی تم دونوں کو کچھ بھی خبر نہیں ملی۔ کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ عورت نے کہا کہ ہاں، اے امیرالمومنین! یہ پورا واقعہ حرف بحرف صحیح ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے مرد! تو اپنا سر کھول کر اس کو دکھا دے۔ مرد نے سر کھولا تو اس زخم کا نشان موجود تھا۔اس کے بعد امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے عورت! یہ مرد تیرا شوہر نہیں ہے بلکہ تیرا بیٹا ہے۔تم دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچا لیا۔اب تو اپنے بیٹے کو لے کر اپنے گھر چلی جا۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 161)

تبصرہ

مذکورہ بالا دونوں مستند کرامتوں کو بغور پڑھیے اور ایمان رکھیے کہ خداوند قدوس کے اولیاء کرام عام انسانوں کی طرح نہیں ہوا کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کی ایسی ایسی روحانی طاقتوں کا بادشاہ بلکہ شہنشاہ بنا دیتا ہے کہ ان بزرگوں کے تصرفات اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کی منزل بلند تک کسی بڑے سے بڑے فلسفی عقل وفہم کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔ خدا کی قسم! میں حیران ہوں کہ کتنے بڑے جاہل یا متجاہل ہیں وہ لوگ جو اولیاء کرام کو بالکل اپنے ہی جیسا ملا سمجھ کر ان کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں اور اولیاء کرام کے تصرفات کا چلا چلا کر انکار کرتے پھرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے ایسے واقعات جو نور ہدایت کے چاند تارے ہیں، ان منکروں کی نگاہ سے آج تک اوجھل ہی ہیں مگر اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جو دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو بند کر لے، اس کو چاند ستارے تو کیا سورج کی روشنی بھی نظر نہیں آ سکتی۔ درحقیقت اولیاء کرام کے منکرین کا یہی حال ہے۔

ذرا دیر میں قرآن کریم ختم کر لیتے

یہ کرامت روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھنے تک اتنی دیر میں ایک قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 160)

اشارہ سے دریا کی طغیانی ختم

ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آ گئی کہ سیلاب میں تمام کھیتیاں غرقاب ہو گئیں لوگوں نے آپ کے دربار گوہر بار میں فریاد کی۔ آپ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارکہ و عمامہ مقدسہ و چادر مبارکہ زیب تن فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور آدمیوں کی ایک جماعت جس میں حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ آپ کے ساتھ چل پڑے۔ آپ نے پل پر پہنچ کر اپنے عصاء سے نہر فرات کی طرف اشارہ کیا تو نہر کا پانی ایک گز کم ہو گیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید ایک گز کم ہو گیا جب تیسری بار اشارہ کیا تو تین گز پانی اتر گیا اور سیلاب ختم ہو گیا۔ لوگوں نے شور مچایا کہ امیر المومنین! بس کیجئے یہی کافی ہے۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 162)

جاسوس اندھا ہو گیا

ایک شخص آپ کے پاس رہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا اور آپ کی خفیہ خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا۔ آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا اور اپنی برأت ظاہر کرنے لگا۔ آپ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ شخص اندھا ہو گیا اور لوگ اس کو لاٹھی پکڑا کر چلانے لگے۔

(شواھد النبوۃ صفحہ 167)

تمہاری موت کس طرح ہو گی؟

ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے حالات بتا کر یہ بتایا کہ تم کو فلاں کھجور کے درخت پر پھانسی دی جائے گی۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ حرف بحرف درست نکلا اور آپ کی پیشین گوئی پوری ہو کر رہی۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 162)

پتھر اُٹھایا تو چشمہ اُبل پڑا

مقام صفین کو جاتے ہوئے آپ کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نایاب تھا۔ پورا لشکر پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گیا وہاں کے گرجا گھر میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر پانی مل سکے گا۔ کچھ لوگوں نے اجازت طلب کی تا کہ وہاں سے جا کر پانی پئیں۔ یہ سن کر آپ اپنے خچر پر سوار ہو گئے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس جگہ تم لوگ زمین کو کھودو۔ چنانچہ لوگوں نے زمین کی کھدائی شروع کر دی تو ایک پتھر ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس پتھر کو نکالنے کی انتہائی کوشش کی لیکن تمام آلات بے کار ہو گئے اور وہ پتھر نہ نکل سکا۔ یہ دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اپنی سواری سے اتر کر آستین چڑھائی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اس پتھر کی دراز میں ڈال کر زور لگایا تو وہ پتھر نکل پڑا اور اس کے نیچے سے ایک نہایت صاف شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا اور تمام لشکر اس پانی سے سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور لشکر کی تمام مشکوں کو بھی بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ گرجا گھر کا عیسائی راہب آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سامنے آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ فرشتہ ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا پھر آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں پیغمبر مرسل حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور مجھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند باتوں کی وصیت بھی فرمائی ہے۔ یہ سن کر وہ عیسائی راہب کلمہ شریف پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔
آپ نے فرمایا تم نے اتنی مدت تک اسلام کیوں قبول نہیں کیا تھا؟ راہب نے کہا کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس گرجا گھر کے قریب جو ایک چشمہ پوشیدہ ہے اور اس چشمہ کو وہی شخص ظاہر کرے گا جو یا تو نبی ہوگا یا نبی کا صحابی ہوگا۔ چنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بہت سے راہب اس گرجا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے۔ اب آج آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا، تو میری مراد بر آئی۔ اس لئے میں نے آپ کے دین کو قبول کر لیا۔ یہ راہب مسلمان ہو کر آپ کے خادموں میں شامل ہو گیا اور آپ کے لشکر میں داخل ہو کر شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا اور آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ (شواهد النبوة صفحه 164)

۵ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام نامی بھی عشرہ مبشرہ کی فہرست گرامی میں ہے۔ مکہ مکرمہ کے اندر خاندان قریش میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ ماں باپ نے ''طلحہ'' نام رکھا مگر دربار نبوت سے ان کو ''فیاض و جواد و خیر'' کے معزز القاب بھی عطا ہوئے۔ یہ جماعتِ صحابہ میں سے سابقین اولین کے زمرہ میں ہیں۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ یہ بسلسلہ تجارت بصرہ گئے تو وہاں کے ایک عیسائی پادری نے ان سے دریافت کیا مکہ میں ''احمد نبی'' پیدا ہو چکے ہیں؟ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا کون ''احمد نبی'' پادری نے کہا:

''احمد نبی عبداللہ بن عبدالمطلب ۔ وہ نبی آخرالزماں ہیں اوران کی نبوت کے ظہور کا یہی زمانہ ہے اوران کی پہچان کا نشان یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے اور کھجوروں والے شہر (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کریں گے۔''

چونکہ اس وقت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا اس لئے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پادری کو نبی آخرالزماں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی جواب نہ دے سکے لیکن بصرہ سے مکہ مکرمہ آنے کے بعد جب ان کو پتہ چلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرما دیا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کفار نے ان کو بے حد ستایا اور رسی باندھ کر ان کو مارتے رہے مگر یہ پہاڑ کی طرح دین اسلام پر ثابت قدم رہے۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور جنگ بدر کے سوا تمام اسلام جنگوں میں کفار سے لڑتے رہے۔ جنگ بدر میں ان کی غیر حاضری کا یہ سبب ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوسفیان کے قافلہ کی تلاش میں بھیج دیا تھا۔ ابوسفیان کا قافلہ ساحل سمندر کے راستوں سے مکہ مکرمہ چلا گیا اور یہ دونوں حضرات جب لوٹ کر میدان بدر میں پہنچے تو جنگ ختم ہو چکی تھی۔ جنگ اُحد میں انہوں نے بڑی ہی جاں بازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حملوں سے بچانے میں چونکہ یہ تلوار اور نیزوں کی بوچھاڑ کو اپنے ہاتھ پر روکتے رہے، اس لئے آپ کی انگلی کٹ گئی اور ہاتھ بالکل شل ہو گیا تھا اور ان کے بدن پر تیر و تلوار اور نیزوں کے پچھتر زخم لگے۔ ان کے فضائل و مناقب میں چند حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ جنگ احد کے دن جب جنگ رک جانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چڑھنے لگے تو لوہے کی زرہ کے بوجھ کی وجہ سے چٹان پر چڑھنا دشوار ہو گیا۔ اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور ان کے بدن کے اوپر سے گزر کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چڑھتے اور خوش ہو کر فرمایا ''اَوْجَبَ طَلْحَةُ'' (یعنی طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔ (مشکوٰۃ صفحہ 566)

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا زمین پر چلتا پھرتا شہید ''طلحہ'' ہے۔ (کنزالعمال جلد 12 صفحہ 275. مطبوعہ حیدرآباد)

20 جمادی الاخریٰ 36ھ میں جنگ جمل کے دوران آپ کو ایک تیر لگا اور آپ چونسٹھ برس کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

(اکمال صفحہ 601 و عشرہ مبشرہ صفحہ 245)

کرامت (ایک قبر سے دوسری قبر میں)

شہادت کے بعد آپ کو بصرہ کے قریب دفن کر دیا گیا مگر جس مقام پر آپ کی قبر شریف بنی وہ نشیب میں تھا، اس لئے قبر مبارک کبھی کبھی پانی میں ڈوب جاتی تھی۔ آپ نے ایک شخص کو بار بار متواتر خواب میں آ کر اپنی قبر بدلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے دس ہزار درہم میں ایک صحابی کا مکان خرید کر

اس میں قبر کھودی اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس لاش کو پرانی قبر میں سے نکال کر اس قبر میں دفن کر دیا۔ کافی مدت گزر جانے کے باوجود آپ کا مقدس جسم سلامت اور بالکل ہی ترو تازہ تھا۔ (کتاب عشرہ مبشرہ صفحہ 245)

تبصرہ

غور فرمائیے کہ کچی قبر جو پانی میں ڈوبی رہتی تھی، ایک مدت گزر جانے کے باوجود ایک ولی اور شہید کی لاش خراب نہیں ہوتی تو حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مقدس جس کو قبر کی مٹی بھلا کس طرح خراب کر سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (مشکوٰۃ صفحہ 121)
یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ زمین ان کو کبھی کھا نہیں سکتی اسی طرح اس روایت سے اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنے لوازم حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، کیونکہ اگر وہ زندہ نہ ہوتے، تو قبر میں پانی بھر جانے سے ان کو کیا تکلیف ہوتی؟ اسی طرح اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء کرام نے ان کو یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ خواب یا بیداری میں اپنی قبروں سے نکل کر زندوں سے ملاقات اور گفتگو کر سکتے ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ جب شہیدوں کا یہ حال ہے اور ان جسمانی حیات کی یہ شان ہے تو پھر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص کر حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی حیات اور ان کے تصرفات اور ان اختیار و اقتدار کا کیا عالم ہوگا؟

غور فرمائیے کہ وہابیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں یہ مضمون لکھ کر کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔'' (نعوذ باللہ) کتنا بڑا جرم اور ظلم عظیم کیا ہے۔ اللہ اکبر! ان بے ادبوں اور گستاخوں نے اپنے نوک قلم سے محبانِ رسول کے قلوب کو کس طرح مجروح و زخمی کیا ہے، اس کو بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَھُوَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامَ

٦ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں اس لئے رشتہ میں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

بہت ہی بلند قامت، گورے اور چھریرے بدن کے آدمی تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کی بہترین تربیت کی بدولت بچپن ہی میں نڈر، جفاکش، بلند حوصلہ اور نہایت ہی اولوالعزم اور بہادر تھے۔ سولہ برس کی عمر میں اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ابھی چھ یا سات آدمی ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں دلاورانِ عرب کے مقابلے میں آپ نے جس مجاہدانہ بہادری کا مظاہرہ کیا،

تو اریخ جنگ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔آپ جس طرف بھی تلوار لے کر بڑھتے کفار کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے۔ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن ''حواری'' (مخلص وجاں نثار دوست) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ جنگ جمل سے بیزار ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو دھوکہ دے کر شہید کر دیا۔وقت شہادت آپ کی عمر شریف چونسٹھ برس کی تھی۔ 36ھ میں بمقام سفوان آپ کی شہادت ہوئی۔

پہلے یہ ''وادی السباع'' میں دفن کئے گئے مگر پھر لوگوں نے ان کی مقدس لاش کو قبر سے نکالا اور پورے اعزاز واحترام کے ساتھ لا کر آپ کو شہر بصرہ میں سپرد خاک کیا جہاں آپ کی قبر شریف مشہور زیارت گاہ ہے۔ (اکمال صفحہ 595وغیرہ)

کرامات (باکرامت برچھی)

جنگ بدر میں سعید بن العاص کا بیٹا ''عبید'' سر سے پاؤں تک لوہے کا لباس پہنے ہوئے کفار کی صف میں سے نکلا اور نہایت ہی گھمنڈ اور غرور سے یہ بولا کہ اے مسلمانو! سن لو کہ میں ''ابوکرش'' ہوں۔اس کی یہ مغرورانہ للکار سن کر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ جوش جہاد میں بھرے ہوئے مقابلے کے لئے اپنی صف سے نکلے مگر یہ دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سوا اس کے بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو لوہے میں چھپا ہوا نہ ہو۔آپ نے تاک کر اس کی آنکھ میں اس زور سے برچھی ماری کہ اس کی آنکھ کو چھیدتی ہوئی کھوپڑی کی ہڈی میں چبھ گئی اور وہ لڑکھڑاتا کر زمین پر گرا اور فوراً ہی مر گیا۔حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر پوری طاقت سے برچھی کو کھینچا تو بڑی مشکل سے برچھی نکلی لیکن برچھی کا سرا مڑ کر خم ہو گیا تھا۔ یہ برچھی ایک باکرامت یادگار بن کر برسوں تک تبرک بنی رہی۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ برچھی طلب فرمالی اور اس کو اپنے پاس رکھا۔ پھر آپ کے بعد خلفائے راشدین کے پاس یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی اور یہ حضرات اعزاز واحترام کے ساتھ اس برچھی کی خاص حفاظت فرماتے رہے۔پھر حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس آ گئی یہاں تک کہ 73ھ میں جب بنو امیہ کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کو شہید کر دیا تو یہ برچھی بنو امیہ کے قبضہ میں چلی گئی۔ پھر اس کے بعد لاپتہ ہو گئی۔ (بخاری شریف جلد 2 صفحہ 570، غزوہ بدر)

تبصرہ

بخاری شریف کی یہ حدیث پاک ہر مسلمان دین دار کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر متنبہ کر رہی ہے کہ بزرگان دین وعلماء صالحین کے عصاء، قلم، تلوار، تسبیح، لباس، برتن وغیرہ سامانوں کو یادگار کے طور پر بطور تبرک اپنے پاس رکھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی مقدس سنت ہے۔غور فرمائیے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی برچھی کو تبرک بنا کر رکھنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین نے کس قدر اہتمام کیا اور کس کس طرح اس برچھی کا اعزاز واکرام کیا۔ بدعقیدہ لوگ جو بزرگان دین کے تبرکات اور ان کی

زیارتوں کا مذاق اڑایا کرتے ہیں اور اہل سنت کو طعنہ دیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ بزرگان کی لاٹھیوں، تلواروں، قلموں کا اکرام واحترام کرتے ہیں۔ یہ حدیث ان کی آنکھیں کھول دینے کے لئے سرمہ ہدایت سے کم نہیں بشرطیکہ ان کی آنکھیں پھوٹ نہ گئی ہوں۔

فتح فسطاط

مصر کی جنگ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ فسطاط کے قلعہ کا کئی ماہ سے محاصرہ کئے ہوئے تھے لیکن اس مضبوط قلعہ کو فتح کرنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آ رہی تھی۔ آپ نے دربار خلافت میں مزید فوجوں سے امداد کے لئے درخواست بھیجی۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار مجاہدین اور چار افسروں کو بھیج کر یہ تحریر فرمایا کہ ان چار افسروں میں ہر افسر دس ہزار سپاہ کے برابر ہے۔ ان چار افسروں میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حملہ آور محاصرین کی فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کا چکر لگا کر اندازہ فرما لیا کہ اس قلعہ کو فتح کرنا نہایت ہی دشوار ہے لیکن آپ نے اپنے فوجی دستے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے بہادران اسلام! دیکھو میں آج اپنی ہستی کو اسلام پر فدا اور قربان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے بالکل اکیلے قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگائی اور تنہا قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر ''اللہ اکبر'' کا نعرہ مارا اور ایک دم فصیل کے نیچے قلعہ کے اندر کود کر اکیلے ہی قلعہ کی اندرونی فوج سے لڑتے ہوئے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا اور اسلامی فوج نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہوگئی اور دم زدن میں قلعہ فتح ہوگیا۔

اس مضبوط و مستحکم قلعہ کو جس بے مثال جرأت اور بہادری سے منٹوں میں فتح کر لیا۔ اس کو تاریخ جنگ میں کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کرامت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے کیونکہ وہ کئی ماہ سے اس قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے مگر باوجود اپنی جنگی مہارت اور اعلیٰ درجے کی کوششوں کے وہ اس قلعہ کو فتح نہیں کر سکے تھے۔

(کتاب عشرہ مبشرہ صفحہ 224)

حضرت زبیر کی شکل میں حضرت جبرائیل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ بدر کے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام پیلے رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل وصورت میں فرشتوں کی فوج لے کر اترے تھے۔ (کنز العمال جلد 2 صفحہ 127 مطبوعہ حیدر آباد)

۷ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی دس جنتی صحابہ کرام کی فہرست میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے دس سال بعد خاندان قریش میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اسی طرح ہوئی جس طرح سرداران قریش کے بچوں کی ہوا کرتی تھی۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ یمن کے ایک بوڑھے عیسائی راہب نے ان کو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر دی اور یہ بتایا کہ وہ مکہ آئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا جبکہ آپ سے پہلے چند ہی آدمی آغوش اسلام میں آئے تھے چونکہ مسلمان ہوتے ہی آپ کے گھر والوں نے آپ پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنا شروع کر دیا اس لئے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور اپنا سارا مال واسباب چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے بازار کا رخ کیا اور چند ہی دنوں میں آپ کی تجارت میں اس قدر خیر وبرکت ہوئی کہ آپ کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا اور آپ نے قبیلہ انصار کی ایک خاتون سے شادی بھی کر لی۔

تمام اسلامی لڑائیوں میں آپ نے جان ومال کے ساتھ شرکت کی۔ جنگ اُحد میں یہ ایسی جاں بازی اور سرفروشی کے ساتھ کفار سے لڑے کہ ان کے بدن پر اکیس زخم لگے تھے اور ان کے پاؤں میں بھی ایک گہرا زخم لگ گیا تھا جس کی وجہ سے یہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کا تجارتی قافلہ جو سات سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ آپ نے اپنا یہ پورا قافلہ مع اونٹوں اور ان پر لدے ہوئے سامانوں کے خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو صدقہ دینے کی ترغیب دی، تو آپ نے چار ہزار درہم پیش کر دیا۔ دوسری مرتبہ چالیس ہزار درہم اور تیسری مرتبہ پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ پیش کر دئے، بوقت وفات ایک ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار دیناروں کا صدقہ کیا اور جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کیلئے چار چار سو دینار کی وصیت فرمائی اور ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری ازواج مطہرات کیلئے ایک باغ کی وصیت کی جو چالیس ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔ (مشکوۃ جلد 9 صفحہ 567)

32ھ میں کچھ دنوں بیمار رہ کر بہتر سال کی عمر میں وصال فرمایا اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے ہمیشہ کے لئے سخاوت وشجاعت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ (عشرہ مبشرہ صفحہ 229 تا صفحہ 235 و اکمال صفحہ 603 و کنز العمال جلد 15 صفحہ 204)

کرامات

یوں تو آپ کی مقدس زندگی سراپا کرامات ہی کرامات تھی، مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا مسئلہ آپ نے جس طرح طے فرمایا، وہ آپ کی باطنی فراست اور خداداد کرامت کا بڑا انمول نمونہ ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت وفات چھ جنتی صحابہ حضرت عثمان و حضرت علی و حضرت سعد بن ابی وقاص و حضرت زبیر بن العوام و حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لے کر یہ وصیت فرمائی کہ میرے بعد ان چھ شخصوں میں سے جس پر اتفاق رائے ہو جائے، اس کو خلیفہ مقرر کیا جائے اور تین دن کے اندر خلافت کا مسئلہ ضرور طے کر لیا جائے اور تین دنوں تک حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں امامت کرتے رہیں۔ اس وصیت کے مطابق یہ چھ حضرات ایک مکان میں جمع ہو کر دو روز تک مشورہ کرتے رہے، مگر یہ مجلس شوریٰ کسی نتیجہ پر نہ پہنچی۔ تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ آج تقرر خلافت کا تیسرا دن ہے، لہٰذا تم لوگ آج اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لو۔ حاضرین نے کہا اے عبدالرحمٰن! ہم لوگ تو اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکے۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہو تو پیش کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں کی یہ جماعت ایثار سے کام لے اور تین آدمیوں کے حق میں اپنے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمادیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اپنے حق سے کنارہ کش ہو گئے۔ آخر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حق دے دیا۔ اب خلافت کے حقدار حضرت عثمان حضرت علی و حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہ گئے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عثمان و علی! میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہرگز ہرگز خلیفہ نہیں بنوں گا۔ اب تم دو ہی امیدوار رہ گئے ہو، اس لئے تم دونوں خلیفہ کے انتخاب کا حق مجھے دے دو۔ حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انتخاب خلیفہ کا مسئلہ خوشی خوشی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس گفتگو کے مکمل ہو جانے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ عنہ مکان سے باہر نکل گئے آئے اور پورے شہر مدینہ میں خفیہ طور پر گشت کر کے ان دونوں امیدواروں کے بارے میں رائے عامہ معلوم کرتے رہے۔ پھر دونوں امیدواروں سے الگ الگ تنہائی میں یہ عہد لے لیا کہ اگر تم کو خلیفہ بنا دوں تو تم عدل کرو گے اور اگر دوسرے کو خلیفہ مقرر کر دوں، تو تم اس کی اطاعت کرو گے جب دونوں امیدواروں سے یہ عہد لے لیا تو پھر آپ نے مسجد نبوی میں آ کر یہ اعلان فرمایا کہ اے لوگو! میں نے خلافت کے معاملہ میں خود بھی کافی غور وخوض کیا اور اس معاملہ میں انصار و مہاجرین کی رائے عامہ بھی معلوم کر لی ہے۔ چونکہ رائے عامہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حق میں زیادہ ہے۔ اس لئے میں حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خلیفہ منتخب کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر سب سے پہلے خود آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور آپ کے بعد حضرت علی اور دوسرے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کر لی۔ اس طرح خلافت کا مسئلہ بغیر کسی اختلاف و انتشار کے طے ہو گیا جو بلاشبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک

بہت بڑی کرامت ہے۔ (عشرہ مبشرہ صفحہ 231 تا صفحہ 234 و بخاری جلد 1 صفحہ 524 مناقب عثمان)

جنت میں جانے والا پہلا مال دار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اَغْنِیَاءَ اُمَّتِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عِوْفِ (کنز العمال جلد 12 صفحہ 293)

''یعنی میری امت کے مال داروں میں سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں داخل ہوں گے۔''

ماں کے پیٹ ہی سے سعید

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بے ہوش ہو گئے اور کچھ دیر بعد جب وہ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس دو بہت ہی خوفناک فرشتے آئے مجھ سے کہا کہ تم اس خدا کے دربار میں چلو جو عزیز و امین ہے۔ اتنے میں ایک دوسرا فرشتہ آ گیا اور اس نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو۔ یہ تو جب اپنی ماں کے شکم میں تھے۔ اسی وقت سے سعادت آگے بڑھ کر ان سے وابستہ ہو چکی ہے۔ (کنز العمال جلد 15، صفحہ 203 مطبوعہ حیدر آباد)

۸ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابواسحاق ہے اور خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جب کہ ابھی انکی عمر سترہ برس کی تھی، دامن اسلام میں آ گئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے ببول کے پتوں اور ببول کی پھلیوں کے سوا کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ (مشکوٰۃ جلد 2، صفحہ 567)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ سَدِ دْسَھَمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ ''اے اللہ ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرما دے اور ان کی دعا کو مقبول فرما۔''

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کر دیا اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین ہوئے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام ''حقیق'' میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے اور 55ھ میں جب کہ ان کی عمر شریف پچھتر برس کی تھی۔ اسی مکان کے اندر وصال فرمایا۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا

اون کا وہ پرانا جبہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا، چنانچہ وہ جبہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر اٹھا کر مقام ''حقیق'' سے مدینہ منورہ لائے اور حاکم مدینہ مروان الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر منور بنائی۔''عشرہ مبشرہ'' یعنی جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کے بعد دنیا عشرہ مبشرہ کے ظاہری وجود سے خالی ہوگئی مگر زمانہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔ (اکمال فی اسماء الرجال و تذکرہ الحفاظ جلد 1 صفحہ 22 وغیرہ)

کرامات

آپ کی کرامتوں میں سے چند کرامات مندرجہ ذیل ہیں۔

بدنصیب بوڑھا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایات لے کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربارِ خلافت مدینہ منورہ پہنچے۔حضرت امیر المومنین نے ان شکایات کی تحقیقات کے لئے چند معتمد صحابیوں کو حضرت سعد بن ابن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ بھیجا اور یہ حکم فرمایا کہ کوفہ شہر کی ہر مسجد کے نمازیوں سے نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ تحقیقات کرنے والوں کی اس جماعت نے جن جن مسجدوں میں نمازیوں کو قسم دے کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا، تو تمام مسجدوں کے نمازیوں نے ان کے بارے میں کلمہ خیر کہا اور مدح وثناء کی، مگر ایک مسجد میں فقط ایک آدمی جس کا نام ''ابوسعدہ'' تھا۔اس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین شکایات پیش کیں اور کہا:

لَایَقْسِمُ بِالسَّوِیۃِ وَ لاَ یَسِیْرُ بِالسَّرِیۃِ وَلَا یَعْدِلُ فِی الْقَضِیۃِ

''یعنی یہ مال غنیمت برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور خود لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے اور مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے۔''

یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی یہ دعا مانگی۔اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کردے اور اس کی محتاجی کو دراز کردے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کردے۔عبدالملک بن عمیر تابعی کا بیان ہے کہ اس دعا کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ ''ابوسعدہ'' اس قدر بوڑھا ہو چکا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھویں، اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ دربدر بھیک مانگ کر انتہائی فقیری اور محتاجی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اس بڑھاپے میں بھی وہ راہ چلتی ہوئی جوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور ان کے بدن میں چٹکیاں بھرتا رہتا تھا اور جب کوئی اس سے اس کا حال پوچھتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا کہ میں کیا بتاؤں؟

ایک بڈھا ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں کیونکہ مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔

دشمن صحابہ کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو، ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کر دوں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یااللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے، تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور صحابہ کرام کا دشمن ہلاک ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 207 و حجۃ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 866)

گستاخ کی زبان کٹ گئی

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے لیکن آپ زخموں سے نڈھال تھے، اس لئے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے، بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کی فتح مبین ہو گئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے جو یہ ہیں۔

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ نَصْرَہٗ   وَسَعْدُ بِبَابِ الْقَادِسِیَّةِ مُعْصَمٗ

(ہم لوگ جنگ کرتے ہیں، یہاں تک اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرما دیتا ہے اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ حال ہے کہ قادسیہ کے پھاٹک پر محفوظ ہو کر بیٹھے ہی رہتے ہیں۔)

فَأُبْنَا وَقَدْ اُمَتْ نِسَاءٗ کَثِیْرَةٗ   وَنِسْوَةُ سَعْدٍ لَیْسَ فِیْھِنَّ اَیِمٗ

(ہم جنگ سے واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں، لیکن سعد کی کوئی بھی بیوی بیوہ نہیں ہوئی۔)

اس دل خراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ یااللہ! اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکا یک

کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا اس کا دم نکل گیا۔ (دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 207 و البدایہ و النہایہ جلد 7 صفحہ 45)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا

ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جھانک جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی جستجو تلاش کیا کرتی تھی۔ آپ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ ''تیرا چہرہ بگڑ جائے'' ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 866 بحوالہ ابن عساکر)

ایک خارجی کی ہلاکت

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رنج و غم میں ڈوب گئے اور جوش میں آ کر یہ دعا کر دی کہ ''یا اللہ! اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک کو گالیاں دے رہا ہے تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس شخص کو اپنی قہر و غضب دکھا دے۔'' آپ کی زبان اقدس سے اس دعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں منہ کے بل گر پڑا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔(حجتہ اللہ علی العالمین جلد2صفحہ 866 بحوالہ حاکم)

تبصرہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا پانچ کرامتوں سے ہم کو دو سبق ملتے ہیں:

اول یہ کہ محبوبان بارگاہ الٰہی یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء کرام و صالحین کی شان میں ادنیٰ درجے کی بد دعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفرین بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بد دعا اور پھٹکار اور ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی یہ قہر الٰہی کا سگنل ہے۔ ان خدا کے مقدس اور محبوب بندوں کی ذرا سی بھی بے ادبی کو خداوند قدوس کی شان قہاری و جباری معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور ان گستاخوں کو دونوں جہان کے عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں، علماء، اولیاء، اور تمام صالحین کی بد دعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفرین بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بد دعا اور پھٹکار وہ تلوار ہے جس کی کوئی ڈھال نہیں اور یہ تباہی و بربادی کا وہ زہر آلود تیر ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی بھر ہر ہر قدم پر یہ دھیان رکھے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان میں ذرہ بھر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اور بزرگان دین میں سے کسی کی بھی بد دعا نہ لے بلکہ ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ خدا کے نیک بندوں کی دعائیں ملتی رہیں، کیونکہ بندوں کی بد دعائیں بربادی کا خوفناک سگنل اور ان کی دعائیں آبادی کا شیریں پھل ہیں۔

ساٹھ ہزار کا لشکر دریا میں

جنگ فارس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔ دوران سفر راستہ میں دریائے دجلہ کو پار کرنے کی ضرورت پیش آ گئی اور کشتیاں موجود نہیں تھیں۔ آپ نے لشکر کو دریا میں چل دینے کا حکم دے دیا اور خود سب سے آگے آگے آپ یہ دعا پڑھتے ہوئے دریا پر چلنے لگے۔ نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِى الْعَظِيْمِ لوگ آپس میں بلا جھجک ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے گھوڑوں والے گھوڑوں پر سوار، اونٹوں والے اونٹوں پر سوار، پیدل چلنے والے پیادہ، اپنے اپنے سامانوں کے ساتھ دریا پر اس طرح چلنے لگے جس طرح میدانوں میں قافلے گزرتے رہتے ہیں۔ عثمان نہدی تابعی کا بیان ہے کہ اس موقع پر ایک صحابی کا پیالہ دریا میں گر پڑا تو دریا کی موجوں نے اس پیالہ کو کنارے پر پہنچا دیا اور ان کو ان کا پیالہ مل گیا۔ اس لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار پیادہ اور سوار کی تھی۔

(دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 209 و طبری جلد 4 صفحہ 171)

تبصرہ

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ دریا بھی اولیاء اللہ کے احکام کا فرماں بردار ہے اور ان اللہ والوں کی حکومت خداوند قدوس کی عطا سے جس طرح خشکی پر ہے اسی طرح دریاؤں پر بھی ان کی حکومت کا سکہ چلتا ہے۔ کاش وہ بدعقیدہ لوگ جو اولیاء کرام کے ادب و احترام سے محروم اور ان بزرگوں کی خداداد طاقتوں اور ان کے تصرفات کی قدرتوں کے منکر ہیں۔ ان روایات کو بغور پڑھتے اور ان روشنی کے میناروں سے ہدایت کا نور حاصل کرتے۔

ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی کرامت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی نظم میں یہ شعر لکھا ہے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے　　　بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

نعرۂ تکبیر سے زلزلہ

جنگ قادسیہ میں فتح حاصل ہو جانے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''حمص'' پر چڑھائی کی یہ رومیوں کا بہت ہی مضبوط قلعہ تھا۔ بادشاہ روم نے اس شہر کی حفاظت کے لئے بہت ہی زبردست فوج بھیجی تھی مگر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شہر کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے لشکر کو حکم فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا بلند آواز سے نعرہ ماریں، چنانچہ جب پوری فوج نے ایک ساتھ نعرہ مارا تو اس شہر میں اس زور کا زلزلہ آ گیا کہ تمام عمارتیں ہلنے لگیں۔ پھر دوسری مرتبہ نعرہ مارا تو قلعہ اور شہر کی دیواریں گرنے لگیں اور رومی فوج پر ایسی دہشت سوار ہوگئی کہ وہ ہتھیار بھی نہ اٹھا سکی، بلکہ ایک گراں قدر رقم بطور جزیہ کے

دے کر رومیوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ (ازالتہ الخفاء مقصد 2صفحہ 59)

تبصرہ

کلمہ طیبہ اور تکبیر کا نعرہ ہر شخص لگا سکتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ اگر اس زمانے کے لاکھوں مسلمان بھی ایک ساتھ مل کر یہ نعرہ ماریں تو گھاس کا ایک پتہ اور بھس کا ایک تنکا بھی نہیں ہل سکتا۔ مگر صحابہ کرام کے اس نعرہ سے پتھروں کی چٹانوں سے بنے ہوئے محلات اور قلعے چکنا چور ہو کر زمین پر بکھر گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر چہ کلمہ تکبیر کے الفاظ و معانی میں تو ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے لیکن اللہ والوں کی زبانوں، آوازوں اور لہجوں میں اور ہماری زبانوں، آوازوں اور لہجوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کہاں وہ اللہ کے نیک اور پاکباز بندے؟ اور کہاں ہم دلوں کے میلے اور زبانوں کے گندے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی آیت، ایک ہی دعا، ایک اللہ والا پڑھ دے، تو اس کی تاثیر کچھ اور ہوتی ہے اور ایک گناہوں والا پڑھ دے، تو اس کی تاثیر کچھ اور ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمتہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں — کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن — ملاں کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور

بال جبریل

بہر حال اس نکتہ سے ہرگز ہرگز غافل نہیں رہنا چاہئے کہ اولیاء کرام اور عام انسانوں میں بہت بڑا فرق ہے جو لوگ صرف پانچ وقت نماز پڑھ کر اولیاء کرام کے ساتھ برابری کا دعوٰی کرتے پھرتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ لوگ گمراہی کے اتنے گہرے اور اس قدر اندھیرے غار میں گر پڑے ہیں کہ انہیں نہ توفیق الٰہی کی سیڑھی مل سکتی ہے نہ وہاں تک آفتاب ہدایت کی روشنی پہنچ سکتی ہے۔ خداوند کریم ان گمراہوں کے قرب اور ان کے مکر وفریب کے کالے جادو سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

عمر دراز ہو گئی

ایک شخص نہایت ہی خطرناک اور جاں لیوا بیماری میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی سے ناامید ہو چکا تھا۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا اور رو رو کر فریاد کرنے لگا اے صحابی، میرے بچے ابھی بہت ہی چھوٹے ہیں میرے مرنے کے بعد ان کی پرورش کرنے والا مجھے کوئی نظر نہیں آتا، لہٰذا آپ یہ دعا کر دیجئے کہ ان بچوں کے بالغ ہونے تک زندہ رہوں۔ آپ کو اس مریض کے حال زار پر رحم آ گیا اور آپ نے اس کی تندرستی اور سلامتی کے لئے دعا کر دی تو وہ شخص شفایاب ہو گیا اور بیس برس تک زندہ رہا حالانکہ کسی کو بھی امید نہیں تھی کہ وہ اس بیماری سے بچ کر زندہ رہ سکے گا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 866 بحوالہ بیہقی)

تبصرہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان کرامتوں میں آپ نے ان کی بددعاؤں کا ثمرہ بھی دیکھ لیا اور ان کی دعاؤں کا جلوہ بھی دیکھ لیا، اس لئے اس سے سبق حاصل کیجئے اور ہمیشہ اللہ والوں کی بددعاؤں سے بچتے رہئے اور ان بزرگوں سے ہمیشہ نیک دعاؤں کی بھیک مانگتے رہئے اگر آپ کا یہ طرز عمل رہا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ زندگی بھر آپ سعادت اور خوش بختی کے بادشاہ بنے رہے گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی اُن دس صحابیوں میں سے ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانہ جاہلیت کے مشہور موحد زید بن عمرو بن نفیل کے فرزند اور امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی ہیں یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسی سے باندھ کر مارا اور ان کے گھر میں جا کر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی مارا، مگر یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جنگ بدر میں ان کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کا پتا لگانے کے لئے بھیج دیا تھا، اس لئے یہ جنگ بدر کے معرکہ میں حصہ نہ لے سکے، مگر اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں یہ شمشیر بکف ہو کر کفار سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ گندمی رنگ بہت ہی دراز قد، خوبصورت اور بہادر جوان تھے۔ تقریباً 50ھ میں ستر برس کی عمر پا کر مقام ''حقیق'' میں وصال فرمایا اور لوگوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کو مدینہ منورہ لا کر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا۔ (اکمال فی اسماء الرجال صفحہ 596 بخاری شریف جلد 1 صفحہ 545 مع حاشیہ)

کرامت (کنواں قبر بن گیا)

ایک عورت جس کا نام اروىٰ بنت اویس تھا اس نے ان کے اوپر حاکم مدینہ مروان بن الحکم کی کچہری میں یہ دعویٰ دائر کر دیا کہ انہوں نے میری ایک زمین لے لی ہے۔ مروان نے جب ان سے جواب طلب کیا، تو آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی کی بالشت برابر بھی زمین لے لے گا تو قیامت کے دن اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ تو اس حدیث کو سن لینے کے بعد بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں کسی کی زمین لے لوں گا۔ آپ کا جواب سن کر مروان نے کہا۔ اے عورت! اب میں تجھ سے کوئی گواہ طلب نہیں کروں گا۔ جا تو اس زمین کو لے لے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ سن کر یہ دعا مانگی۔ یا اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اندھی ہو جائے اور اسی زمین پر مرے چنانچہ اس کے بعد یہ عورت اندھی ہو گئی۔ محمد بن زید بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ میں نے اس عورت کو دیکھا ہے کہ وہ اندھی ہو گئی تھی اور دیواریں پکڑ کر ادھر اُدھر چلتی پھرتی

تھی یہاں تک وہ ایک دن اسی زمین کے ایک کنوئیں میں گر کر مرگئی اور کسی نے اس کو نکالا بھی نہیں، اس لئے وہی کنواں اس کی قبر بن گیا اور ایک اللہ والے کی دعا کی مقبولیت کا جلوہ نظر آ گیا۔ (مشکوۃ جلد 2 صفحہ 546 و حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 866 بحوالہ بخاری ومسلم)

تبصرہ

اللہ والوں کی یہ کرامت ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی ہیں اور ان کی زبان سے نکلے الفاظ کا ثمرہ خداوند کریم ضرور عالم وجود میں لاتا ہے۔ سچ ہے۔

جو جذب کے عالم میں نکلے لبِ مومن سے　　　وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الٰہی ہے

۱۰ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خاندانِ قریش کے بہت ہی نامور اور معزز شخص ہیں۔ فہر بن مالک پر ان کا خاندانی شجرہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ یہ بھی ''عشرہ مبشرہ'' میں سے ہیں۔ ان کا اصلی نام ''عامر'' ہے۔ ابوعبیدہ ان کی کنیت ہے اور ان کو بارگاہ رسالت سے امین الامہ کا لقب ملا ہے۔ ابتدائے اسلام ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، تو آپ فوراً ہی اسلام قبول کر کے جاں نثاری کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ پہلے آپ نے حبشہ ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ جنگ بدر وغیرہ تمام اسلامی جنگوں میں انتہائی جاں بازی کے ساتھ کفار سے معرکہ آرائی کرتے رہے۔ جنگ احد میں لوہے کی ٹوپی کی دو کڑیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار منور میں چبھ گئی تھیں۔ آپ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچ کر نکالا۔ اسی میں آپ کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ بہت ہی شیر دل، بہادر، بلند قامت اور بارعب چہرے والے پہلوان تھے۔ 18 ھ میں بمقام اردن طاعون عمواس میں وفات پا گئے۔ بوقت وفات عمر شریف اٹھاون برس تھی۔ (اکمال فی اسماء الرجال صفحہ 608)

کرامت

آپ کی کرامتوں میں سے ایک بہت ہی مشہور اور عجب کرامت درج ذیل ہے۔

بے مثال مچھلی

آپ تین سو مجاہدین اسلام کے لشکر پر سپہ سالار بن کر ''سیف البحر'' میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں فوج کا راشن ختم ہو گیا یہاں تک کہ یہ چوبیس گھنٹے میں ایک ایک کھجور بطور راشن کے مجاہدین کو دینے لگے۔ پھر وہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں۔ اب بھکمری کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ اس موقع پر آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اچانک سمندر کی طوفانی موجوں نے ساحل پر ایک بہت بڑی مچھلی کو پھینک دیا اور اس مچھلی کو یہ تین سو مجاہدین کی فوج اٹھارہ دنوں تک شکم سیر ہو کر کھاتی رہی اور اس کی چربی کو اپنے

جسموں پر ملتی رہی یہاں تک کہ سب لوگ تندرست اور خوب فربہ ہوگئے۔ پھر چلتے وقت اس مچھلی کا کچھ حصہ کاٹ کر اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ واپس آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھی اس مچھلی کا ایک ٹکڑا پیش کیا جس کو آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس مچھلی کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا رزق بنا کر بھیج دیا۔ یہ مچھلی کتنی بڑی تھی لوگوں کو اس کا اندازہ بتانے کے لئے امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اس مچھلی کی دو پسلیوں کو زمین میں گاڑ دیں چنانچہ دونوں پسلیاں زمین پر گاڑ دی گئیں تو اتنی بڑی محراب بن گئی کہ اس کے نیچے سے کجاوہ بندھا ہوا اونٹ گزر گیا۔ (بخاری شریف جلد 2 صفحہ 626 باب غزوہ سیف البحر)

تبصرہ

ایسے وقت میں جب کہ لشکر میں خوراک کا سارا سامان ختم ہو چکا تھا اور لشکر کے سپاہیوں کے لئے بھکمری کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا، بالکل ہی ناگہاں بغیر کسی کی محنت و مشقت کے اس مچھلی کا خشکی میں مل جانا اس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ پھر اتنی بڑی مچھلی کہ تین سو بھوکے سپاہیوں نے اس مچھلی کو کاٹ کاٹ کر اٹھارہ دنوں تک خوب خوب شکم سیر ہو کر کھایا یہ ایک دوسری کرامت ہے کیونکہ اتنی بڑی مچھلی بہت ہی نادر الوجود ہے کہ اتنا بڑا لشکر اس کو اتنے دنوں تک کھاتا رہا اور پھر بھی مچھلی ختم نہیں ہوئی بلکہ اس کا کچھ حصہ لوگ چھوڑ کر چلے گئے۔ اتنی بڑی مچھلی کا وجود دنیا میں بہت ہی کمیاب ہے۔ پھر مچھلی ایک ایسی چیز ہے کہ مرنے کے بعد دو چار دنوں میں سڑ گل کر اور پانی بن کر بہ جاتی ہے مگر عادت جاریہ کے خلاف مہینوں تک یہ مری ہوئی مچھلی زمین پر دھوپ میں پڑی رہی، پھر بھی بالکل تازہ رہی نہ اس میں بدبو پیدا ہوئی نہ اس کا مزہ تبدیل ہوا، یہ تیسری کرامت ہے۔
غرض اس عجیب و غریب مچھلی کا مل جانا اس ایک کرامت کے ضمن میں چند کرامتیں ظاہر ہوئیں جو بلاشبہ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی صحابی کی بہت ہی عظیم اور نادر الوجود کرامتیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور چونکہ انہوں نے بھی حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا، اس لئے دودھ کے رشتہ سے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی بھی ہیں، صرف چار سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑے تھے اور بعض کا قول ہے کہ صرف دو ہی سال کا فرق تھا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی والہانہ محبت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابوجہل نے حرم کعبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ برا بھلا کہا، تو یہ باوجود یہ کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جوش غضب میں آپے سے باہر ہوگئے اور حرم کعبہ میں جا کر ابوجہل کے سر پر اس زور کے ساتھ اپنی کمان سے ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور ایک ہنگامہ مچ گیا۔ آپ نے ابوجہل کا سر پھاڑ کر بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور قریش

کے سامنے زور زور سے اعلان کرنے لگے کہ میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ اب کسی کی مجال نہیں ہے کہ میرے بھتیجے کو آج کے بعد کوئی برا بھلا کہہ سکے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اعلان نبوت کے دوسرے سال آپ مسلمان ہوئے یا چھٹے سال۔ بہر حال آپ کے مسلمان ہو جانے سے بہت زیادہ اسلام اور مسلمانوں کی تقویت کا سامان ہو گیا کیونکہ آپ کی بہادری اور جنگی کارناموں کا سکہ تمام بہادران قریش کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ دربار نبوت سے ان کو ''اسد اللہ'' و ''اسد الرسول'' (اللہ و رسول کا شیر) کا معزز خطاب ملا۔ 3ھ میں جنگ احد کے معرکہ میں لڑتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہو گئے اور سید الشہداء کے قابل احترام لقب کے ساتھ مشہور ہوئے۔ (اکمال صفحہ 560 و زرقانی جلد 3 صفحہ 270 تا صفحہ 285 و مدارج النبوۃ وغیرہ)

فرشتوں نے غسل دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔

(حجتہ اللہ علی العالمین صفحہ 863 جلد 2 بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ

مسئلہ یہ ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ تو خود غسل دیا نہ صحابہ کرام کو اس کا حکم فرمایا لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ چونکہ تمام شہدائے احد میں آپ سید الشہداء کے معزز خطاب سے سرفراز ہوئے اس لئے فرشتوں نے اعزازی طور پر آپ کے اعزاز و اکرام کا اظہار کرنے کے لئے آپ کو غسل دیا یا ممکن ہے کہ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی طرح ان کو بھی غسل کی حاجت ہو اور فرشتوں نے اس بناء پر غسل دیا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ ایک صحابی کو غسل دینے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے غسل دینا یہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت ہی عظیم الشان کرامت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کے اندر سلام

حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت سید الشہداء جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر منور کے سامنے کھڑے ہو کر السلام علیک یا عم رسول اللہ کہا تو آپ نے بآواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 863 بحوالہ بیہقی)

اسی طرح شیخ محمود کردی۔ شیخانی نزیل مدینہ منورہ نے آپ کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے قبر منور کے اندر سے بآواز بلند ان کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ''حمزہ'' رکھنا چنانچہ جب

خداوند کریم نے ان کو فرزند عطا فرمایا تو انہوں نے اس کا نام ''حمزہ'' رکھا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2بحوالہ کتاب الباقیات الصالحات)

تبصرہ

اس روایت سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند کرامتیں معلوم ہوئیں۔

1۔ یہ کہ آپ نے قبر کے اندر شیخ محمود کے سلام کو سن لیا اور دیکھ بھی لیا کہ سلام کرنے والے شیخ محمود ہیں۔ پھر آپ نے سلام کا جواب شیخ محمود کو سنا بھی دیا حالانکہ دوسرے قبر والے سلام کرنے والوں کے سلام کو سن تو لیتے ہیں اور پہچان بھی لیتے ہیں مگر سلام کا جواب سلام کرنے والوں کو سنا نہیں سکتے۔

2۔ سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی قبر شریف کے اندر رہتے ہوئے یہ معلوم تھا کہ ابھی شیخ محمود کے کوئی بیٹا نہیں ہے مگر آئندہ ان کو خداوند کریم فرزند عطا فرمائے گا جبھی تو آپ نے حکم دیا کہ اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر حمزہ رکھنا۔

3۔ آپ نے جواب سلام اور بیٹے کا نام رکھنے کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اس قدر بلند آواز سے فرمایا کہ شیخ محمود اور دوسرے حاضرین نے سب کچھ اپنے کانوں سے سن لیا۔

مذکورہ بالا کرامتوں سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ وہ یہاں تک جان اور پہچان لیتے ہیں کہ آدمی کی پشت میں جو نطفہ ہے اس سے پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی! یہی تو توجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر رکھنا اگر ان کو بالیقین یہ معلوم نہ ہوتا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا تو آپ کس طرح لڑکے کا نام اپنے نام پر رکھنے کا حکم دیتے؟ واللہ تعالیٰ اعلم

قبر میں سے خون نکلا

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی۔ لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا پھاوڑا آپ کے قدم مبارک پر پڑ گیا اور آپ کا پاؤں کٹ گیا تو اس میں تازہ خون بہ نکلا حالانکہ آپ کو دفن ہوئے چھیالیس سال گزر چکے تھے۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 864 بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ

وفات کے بعد تازہ خون کا بہ نکلنا یہ دلیل ہے کہ شہداء کرام اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اس سے قبل بھی ہم اس مسئلہ پر اسی کتاب میں قدرے روشنی ڈال چکے ہیں۔

یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچا ہیں ان کی عمر آپ سے دو سال زائد تھی۔ یہ ابتدائے اسلام میں کفار مکہ کے ساتھ تھے یہاں تک کہ آپ جنگ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے مگر محققین کا قول یہ ہے کہ یہ جنگ بدر سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے اور کفار مکہ ان کو قومیت کا دباؤ ڈال کر زبردستی جنگ بدر میں لائے تھے چنانچہ جنگ بدر میں لڑائی سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ تم لوگ حضرت عباس کو قتل مت کرنا کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں لیکن کفار مکہ ان پر دباؤ ڈال کر انہیں جنگ میں لائے ہیں۔ وہ بہت معزز اور مالدار تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی حجاج کو زمزم شریف پلانے اور خانہ کعبہ کی تعمیرات کا اعزاز آپ کو حاصل تھا۔ فتح مکہ کے دن انہیں کی ترغیب پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا اور دوسرے سرداران قریش بھی انہیں کے مشوروں سے متاثر ہو کر اسلام کے دامن میں آئے ان کے فضائل میں چند حدیثیں بھی مروی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہت سی بشارتیں اور بہت زیادہ دعائیں دی ہیں جن کا تذکرہ صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ 32ھ میں اٹھاسی برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔ (اکمال صفحہ 606 و تاریخ الخلفاء وغیرہ)

کرامت (ان کے طفیل بارش ہوئی)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب شدید قحط پڑ گیا اور خشک سالی کی مصیبت سے دنیائے عرب بدحالی میں مبتلا ہو گئی تو امیر المومنین نماز استسقاء کے لئے مدینہ منورہ سے باہر میدان میں تشریف لے گئے اور اس موقع پر ہزاروں صحابہ کرام کا اجتماع ہوا۔ اس بھرے مجمع میں دعا کے وقت حضرت امیر المومنین نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو تھام کر انہیں اٹھایا اور ان کو اپنے آگے کھڑا کر کے اس طرح دعا مانگی۔

''یا اللہ! پہلے جب ہم لوگ قحط میں مبتلا تھے، تو تیرے نبی کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعائیں مانگتے تھے اور تو ہم کو بارش عطا فرماتا تھا مگر آج ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے ہیں لہٰذا تو ہمیں بارش عطا فرما دے۔''

پھر جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بارش کے لئے دعا مانگی تو ناگہاں اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ گھٹنوں گھٹنوں تک پانی میں چلتے ہوئے اور اپنے گھروں میں واپس آئے اور لوگ جوش مسرت اور جذبہ عقیدت سے آپ کی چادر مبارک کو چومنے لگے اور کچھ لوگ آپ کے جسم مبارک پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دربار نبوت کے شاعر تھے۔ اس واقعہ کو اپنے اشعار میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

مَسْئَلَ الْاِمَامُ وَقَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا   فَسقیٰ الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ

اَحْیَ الْاِ لَهُ بِهِ الْبِلَادَ فَاَ صْبَحَتْ مُخْضَرَّةَ الْاَجْنَابِ بَعْدَ الْیَاسِ

(یعنی امیر المومنین نے اس حالت میں دعا مانگی کہ لگاتار کئی سال سے قحط پڑا ہوا تھا تو بدلی نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالی عنہ) کی روشن پیشانی کے طفیل میں سب کو سیراب کر دیا۔ معبود برحق نے اس بارش سے تمام شہروں کو زندگی عطا فرمائی اور نا امیدی کے بعد تمام شہروں کے اطراف ہرے بھرے ہو گئے۔) (بخاری جلد 1 صفحہ 526 و حجتہ اللہ جلد 2 دلائل النبوۃ جلد3 صفحہ 206)

۱۳ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بھائی ہیں یہ قدیم الاسلام ہیں۔ اکتیس آدمیوں کے مسلمان ہونے کے بعد یہ دامن اسلام میں آئے اور کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور خیبر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں اس وقت پہنچے جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور حضور اقدس مال غنیمت کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوش محبت میں ان سے معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ جنگ خیبر کی فتح سے مجھے زیادہ خوشی حاصل ہوئی یا اے جعفر بن ابی طالب! تم مہاجرین حبشہ کی آمد سے زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔

یہ بہت ہی جانباز اور بہادر تھے اور نہایت ہی خوبصورت اور وجیہ بھی۔ 8ھ کی جنگ موتہ میں امیر لشکر ہونے کی حالت میں اکتالیس برس کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس جنگ میں سپہ سالار ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ کفار نے تلوار کی مار سے ان کے دائیں ہاتھ کو شہید کر دیا تو انہوں نے جھپٹ کر جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا جب بایاں ہاتھ بھی کٹ کر گر پڑا تو انہوں نے جھنڈے کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے تھام لیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا جب ہم نے ان کی لاش مبارک کو اٹھایا تو ان کے جسم اطہر پر نوے زخم تھے مگر کوئی بھی ان کے بدن کے پچھلے حصے پر نہیں لگا تھا بلکہ تمام زخم ان کے بدن کے اگلے ہی حصہ پر تھے۔ (اکمال صفحہ 589و وحواشی بخاری وغیرہ)

کرامت (ذُوالجناحین)

ان کا ایک لقب ''ذولجناحین'' (دو بازوؤں والا) ہے۔ دوسرا لقب طیار (اُڑنے والا) ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ کرامت بیان فرمائی ہے کہ ان کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو دو پر عطا فرمائے ہیں اور یہ جنت کے باغوں میں جہاں چاہتے ہیں، اڑ کر چلے جاتے ہیں۔

تبصرہ

آپ کی اسی کرامت کو بیان کرتے ہوئے امیر المومنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فخریہ انداز میں یہ شعر ارشاد فرمایا ہے۔

وَجَعْفَرُنِ الَّذِیْ یُمْسِیْ وَیُضْحِیْ مَعَ الْمَلَائِکَۃِ ابْنُ اُمِّیْ

''یعنی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صبح و شام فرشتوں کے جھرمٹ میں نورانی بازوؤں سے پرواز فرماتے رہتے ہیں، وہ میرے حقیقی بھائی ہیں۔''

آپ کی یہ کرامت نادرۃ الوجود ہے کیونکہ اور کسی دوسرے صحابی کے بارے میں کرامت ہماری نظر سے نہیں گزری۔

۱۴ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی لبابہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المومنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ بہادری اور فن سپہ گری و تدابیر جنگ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کی اور ان کے باپ ولید کی اسلام دشمنی تھی۔ جنگ بدر اور جنگ احد کی لڑائیوں میں یہ کفار کے ساتھ رہے اور ان سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا مگر ناگہاں ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا ایسا آفتاب طلوع ہوگیا کہ 7ھ میں یہ خود بخود مکہ سے مدینہ جا کر دربار رسالت میں حاضر ہوگئے اور دامن اسلام میں آگئے اور یہ عہد کر لیا کہ اب زندگی بھر میری تلوار کفار سے لڑنے کے لئے بے نیام رہے گی چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں انتہائی مجاہدانہ جاہ و جلال کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں شمشیر بکف رہے یہاں تک کہ 8ھ میں جنگ موتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ و حضرت جعفر بن ابی طالب و حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تینوں سپہ سالاروں نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر لیا تو اسلامی فوج نے ان کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور انہوں نے ایسی جاں بازی کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں کی فتح مبین ہوگئی۔ اور اسی موقع پر جب کہ یہ جنگ میں مصروف تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے ان کو ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو انہوں نے ان معرکوں میں بھی خصوصاً جنگ یمامہ میں مسلمان فوجوں کی سپہ سالاری کی ذمہ داری قبول کی اور ہر محاذ پر فتح مبین حاصل کی۔ پھر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران رومیوں کی جنگوں میں بھی انہوں نے اسلامی فوجوں کی کمان سنبھالی اور بہت زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ 21ھ میں چند دن بیمار رہ کر وفات پائی۔ (اکمال صفحہ 593 و کنز العمال جلد و تاریخ الخلفاء)

کرامات (زہر نے اثر نہیں کیا)

روایت ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام ''حیرہ'' میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر لشکر! آپ عجمیوں کے زہر سے بچتے رہیں۔ ہم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو زہر نہ دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ لاؤ میں دیکھ لوں کہ عجمیوں کا زہر کیسا ہوتا ہے؟ لوگوں نے آپ کو دیا تو آپ ''بسم اللہ'' پڑھ کر کھا گئے اور آپ کو بال برابر بھی ضرر نہیں پہنچا اور ''کلبی'' کی روایت میں یہ ہے کہ ایک عیسائی پادری جس کا نام عبدالمسیح تھا۔ ایک ایسا زہر لے کر آیا کہ اس کے کھا لینے سے ایک گھنٹہ کے بعد موت یقینی ہوتی ہے۔ آپ نے اس سے وہ زہر مانگ کر اس کے سامنے ہی **بِسْمِ اللّٰـهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** پڑھا اور یہ زہر کھا گئے۔ یہ منظر دیکھ کر عبدالمسیح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! یہ اتنا خطرناک زہر کھا کر بھی زندہ ہیں، یہ بہت ہی حیرت کی بات ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ ان سے صلح کر لو ورنہ ان کی فتح یقینی ہے چنانچہ ان عیسائیوں نے ایک گراں قدر جزیہ دے کر صلح کر لی۔ یہ واقعہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 867 بحوالہ بیہقی وغیرہ)

تبصرہ

ہم اسی کتاب کی ابتداء میں ''تحقیق کرامات'' کے عنوان کے تحت میں یہ تحریر کر چکے ہیں کہ کرامت کی پچیس قسموں میں مہلکات کا اثر نہ کرنا یہ بھی کرامت کی ایک بہت ہی شاندار قسم ہے چنانچہ مذکورہ بالا روایت اس کی بہترین مثال ہے۔

شراب کا شہد

حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شراب سے بھری ہوئی مشک لے کر آیا تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو شہد بنا دے۔ تھوڑی دیر بعد جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مشک شہد سے بھری ہوئی تھی۔

(حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 867 و طبری جلد 4 صفحہ 4)

شراب سرکہ بن گئی

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ اے امیر لشکر آپ کی فوج میں کچھ لوگ شراب پیتے ہیں۔ آپ نے فوراً ہی تلاشی لینے کا حکم دے دیا۔ تلاشی لینے والوں نے ایک سپاہی کے پاس سے شراب کی ایک مشک برآمد کی لیکن جب یہ مشک آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! اس کو سرکہ بنا دے'' چنانچہ جب لوگوں نے مشک کا منہ کھول کر دیکھا تو واقعی اس میں سے سرکہ نکلا۔ یہ دیکھ کر مشک والا سپاہی کہنے لگا خدا کی قسم! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ میں نے اس مشک میں شراب بھر رکھی تھی۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 867)

تبصرہ

کرامت کی پچیس قسموں میں سے ''قلب ماہیت'' یعنی کسی چیز کی حقیقت کو بدل دینا مذکورہ بالا دونوں روایات، کرامت کی اسی قسم کی مثالیں ہیں کہ اولیاءاللہ جب بھی چاہتے ہیں، اپنی روحانی طاقت یا اپنی مستجاب دعاؤں کی بدولت ایک چیز کی حقیقت کو بدل کر اس کو دوسری چیز بنا دیتے ہیں۔ اولیاءاللہ کی کرامتوں کے تذکروں میں اس کی ہزاروں مثالیں ملیں گی۔

۱۵ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام زنیب مطعون ہے۔ یہ بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ علم و فضل کے ساتھ بہت ہی عبادت گزار اور متقی و پرہیزگار تھے۔ میمون بن مہران تابعی کا فرمان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بڑھ کر کسی کو متقی و پرہیزگار نہیں دیکھا۔ حضرت امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر مسلمانوں کے امام ہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اقدس کے بعد ساٹھ برس تک حج کے مجمعوں اور دوسرے مواقع پر مسلمانوں کو اسلامی احکام کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ مزاج میں بہت زیادہ سخاوت کا غلبہ تھا اور بہت زیادہ صدقہ و خیرات کی عادت تھی۔ اپنی جو چیز پسند آجاتی تھی فوراً ہی اس کو راہ خدا میں خیرات کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلاموں کو خرید خرید کر آزاد فرمایا۔ جنگ خندق اور اس کے بعد کی اسلامی لڑائیوں میں برابر کفار سے جنگ کرتے رہے۔ ہاں البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں آپ ان لڑائیوں میں غیر جانبدار رہے۔

عبدالملک بن مروان کی حکومت کے دوران حجاج بن یوسف ثقفی امیر الحج بن کر آیا۔ آپ نے خطبہ کے درمیان اس کو ٹوک دیا۔ حجاج ظالم نے جل بھن کر اپنے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھایا ہوا نیزہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں مار دے چنانچہ اس مردود نے آپ کے پاؤں میں نیزہ مار دیا۔ زہر کے اثر سے آپ کا پاؤں بہت زیادہ پھول گیا اور آپ علیل ہو کر صاحب فراش ہو گئے۔ مکار حجاج بن یوسف آپ کی عیادت کے لئے آیا اور کہنے لگا کہ حضرت! کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ مارا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو جان کر پھر تم کیا کرو گے؟ حجاج نے کہا کہ اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تم کبھی ہرگز ہرگز اس کو قتل نہیں کرو گے، اس نے تو تمہارے حکم ہی سے ایسا کیا ہے۔ یہ سن کر حجاج بن یوسف کہنے لگا کہ نہیں نہیں، اے عبدالرحمٰن! آپ ہرگز ہرگز یہ خیال نہ کریں اور جلدی سے اٹھ کر چل دیا۔ اسی مرض میں 74ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے تین ماہ بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چوراسی یا چھیاسی برس کی عمر پا کر وفات پا گئے اور مکہ مکرمہ میں مقام ''محصب یا مقام'' ''ذی طویٰ'' میں مدفون ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 229، اکمال صفحہ 605 و تذکرہ الحفاظ جلد 1 صفحہ 35)

کرامات (شیر دم ہلاتا ہوا بھاگا)

علامہ تاج الدین سبکی نے اپنے طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شیر راستہ میں بیٹھا ہوا تھا اور قافلہ والوں کا راستہ روکے ہوئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کے قریب جا کر فرمایا کہ راستہ سے الگ ہٹ کر کھڑا ہو جا۔ آپ کی یہ ڈانٹ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا راستہ سے دور بھاگ نکلا۔ (تفسیر کبیر جلد 5صفحہ 179 و حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 866)

ایک فرشتہ سے ملاقات

حضرت عطاء بن ابی رباح کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت سانپ نے سات چکر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے اس سانپ سے فرمایا اب آپ جب کہ طواف سے فارغ ہو چکے ہیں یہاں پر آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ میرے شہر کے نادان لوگ آپ کو کچھ ایذا پہنچا دیں گے۔ سانپ نے بغور آپ کے کلام کو سنا، پھر اپنی دم کے بل کھڑا ہو گیا اور فوراً ہی اڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ اس طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی فرشتہ تھا جو سانپ کی شکل میں طواف کعبہ کے لئے آیا تھا۔ (دلائل النبوۃ جلد 3صفحہ 207)

زیاد کیسے ہلاک ہوا؟

زیاد سلطنت بنو امیہ کا بہت ہی ظالم و جابر گورنر تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ خبر ملی کہ وہ حجاز کا گورنر بن کر آ رہا ہے آپ کو یہ ہرگز ہرگز گوارا نہ تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر ایسا ظالم حکومت کرے، چنانچہ آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! ابن سمیہ (زیاد) کی اس طرح موت ہو جائے کہ اس کے قصاص میں کوئی مسلمان قتل نہ کیا جائے، آپ کی یہ دعا مقبول ہو گئی کہ اچانک زیاد کے انگوٹھے میں طاعون کی گلٹی نکل پڑی اور وہ ایک ہفتہ کے اندر ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ (ابن عساکر و المنتخب جلد 5 صفحہ 231)

تبصرہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پہلی کرامت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی حکومت کا سکہ نہ صرف انسانوں ہی کے دلوں پر ہوتا ہے بلکہ ان کے حاکمانہ تصرفات کا پرچم درندوں، چرندوں، پرندوں کے دلوں پر بھی لہراتا رہتا ہے اور سب کے سب اللہ والوں کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مضمون ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

''یعنی خداوند تعالیٰ کے حکم سے گردن نہ موڑ وتا کہ کوئی مخلوق تمہارے حکم سے گردن نہ موڑے۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا کے فرمانبردار بنے رہو گے تو خدا کی تمام مخلوقات تمہاری فرماں بردار بنی رہے گی۔

دوسری کرامت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب کعبہ مکرمہ کے طواف کے لئے فرشتے سانپ کی شکل میں آتے ہیں۔ تو پھر ظاہر ہے کہ

فرشتے انسانوں کی شکل میں بھی ضرور ہی آتے ہوں گے، لہٰذا ہر حاجی کو یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ حرم کعبہ میں ہرگز ہرگز کسی سے الجھنا نہیں چاہئے، خدانخواستہ تم کسی انسان سے جھگڑا تکرار کرو اور وہ حقیقت میں کوئی فرشتہ ہو جو انسان کے روپ میں تکرار کر رہا ہو تو پھر یہ سمجھ لو کہ کسی فرشتے سے لڑنے جھگڑنے کا انجام اپنی ہلاکت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

تیسری کرامت سے ظاہر ہے کہ اللہ والوں کی دعائیں اس تیر کی طرح ہوتی ہے جو کمان سے نکل کر نشانہ سے بال برابر خطا نہیں کرتیں اس لئے ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کبھی بھی کسی بددعا کی زد اور پھٹکار میں نہ پڑیں اور مغرب زدہ ملحدوں اور بے دینوں کی طرح ہرگز ہرگز یہ نہ کہا کریں کہ میاں کسی کی دعا یا بددعا سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ ملا لوگ خواہ مخواہ لوگوں کو بددعا کی دھونس دیا کرتے ہیں بلکہ یہ ایمان رکھیں کہ بزرگوں کی دعاؤں اور بددعاؤں میں بہت زیادہ تاثیر ہے۔

۱۶ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ النعمان انصاری یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ کی تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ دامن اسلام میں آ گئے اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان فرما دیا کہ میرے قبیلہ بنو عبدالاشہل کا جو مرد یا عورت اسلام سے منہ موڑے گا، میرے لئے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔ آپ کا یہ اعلان سنتے ہی قبیلہ بنو عبدالاشہل کا ایک ایک بچہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گیا۔ اس طرح آپ کا مسلمان ہونا مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کے لئے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ آپ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیرانداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب داد شجاعت دی مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لیکر کو جوش جہاد میں لڑنے کے لئے میدان جنگ میں جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام "اکحل" ہے کٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بنوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی: "یا اللہ! تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنھوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا۔ اے اللہ! میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو، جب تو مجھے زندہ رکھنا تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس

زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرما دے۔''

خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے بہہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟ جب لوگو نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا، اسی زخم میں ان کی شہادت ہوگئی۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 591 باب مرجع النبی من الاحزاب)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور کہا السلام علیک یارسول اللہ! پھر بلند آواز سے کہا کہ یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج جلد 2 صفحہ 181)

آپ کا سال وصال 5 ہجری ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف 37 برس کی تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دفنا کر واپس آ رہے تھے تو شدت غم سے آپ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ (اکمال صفحہ596 و اسد الغابہ جلد2صفحہ 868)

کرامات (جنازہ میں ستر ہزار فرشتے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ (زُرقانی جلد 2صفحہ 143 و حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 868)

مٹی مشک بن گئی

محمد بن شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی مٹی ہاتھ میں لی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آنے لگی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں سے خوشبو آنے لگی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سبحان اللہ! سبحان اللہ فرمایا اور مسرت کے آثار آپ کے رخسار انور پر نمودار ہوگئے۔ (زُرقانی جلد2صفحہ 868بحوالہ ابن سعد)

فرشتوں سے خیمہ بھر گیا

حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لمبے لمبے قدم رکھ کر پھلانگتے ہوئے خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان کی لاش کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آپ کو

دیکھا کہ آپ خیمہ میں لمبے لمبے قدم کے ساتھ پھلانگتے ہوئے داخل ہوئے، حالانکہ خیمہ میں کوئی شخص بھی موجود نہ تھا۔آپ نے ارشادفرمایا کہ خیمہ میں اس قدر فرشتوں کا ہجوم تھا کہ وہاں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی،اس لئے میں نے فرشتوں کے بازوؤں کو بچا بچا کرقدم رکھا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2صفحہ 868بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ

خدا کے نیک اورمحبوب بندوں کی نسبت سے جب ان کی قبر کی مٹی میں مشک کی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے توان مقدس قبروں کے پاس حاضر ہونے والے زائروں کی اگر بیماریاں زائل ہو کرانہیں تندرستی مل جائے یا اُن کی نحوست وشقاوت دور ہو کرانہیں برکت و سعادت حاصل ہو جائے،تو اس میں کونسا تعجب ہے؟ جن کی تاثیر سے مٹی مشک بن سکتی ہے کیاان کی تاثیر سے بیماری تندرستی اور بدنصیبی،خوش نصیبی نہیں بن سکتی۔کاش! وہ لوگ جواولیاءاللہ کی قبروں کومٹی کا ڈھیر کہہ کرقبروں کی زیارت کرنے والوں کامذاق اڑایا کرتے ہیں اوران مقدس قبروں کی تاثیروں کاانکارکرتے رہتے ہیں اس روایت سے ہدایت کی روشنی حاصل کرتے اورمقابراولیاء اللہ کاادب واحترام کرتے۔

۱۷ حضرت عبداللّٰہ بن عمرو بن حرام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اورمشہورصحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔قبیلہ انصار میں یہ اپنے خاندان بنی سلمہ کے سرداراوررحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی جاں نثار صحابی ہیں۔جنگ بدر میں بڑی بہادری اور جاں بازی کے ساتھ کفار سے لڑے اور3ھ میں جنگ احد کے دن سب سے پہلے جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رات میں اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر یہ فرمایا میرے پیارے بیٹے !کل صبح جنگ احد میں سب سے پہلے میں ہی شہادت سے سرفراز ہوں گااور بیٹا! سن لو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدتم سے زیادہ میرا کوئی پیارانہیں ہےلہٰذاتم میراقرض ادا کر دینااوراپنی بہنوں کے ساتھ اچھاسلوک کرنا یہ میری آخری وصیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ واقعی صبح کو میدان جنگ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ بن عمر حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی شہید ہوئے۔ (بخاری جلد 1صفحہ 180و اسد الغابہ جلد 3صفحہ 232)

کرامات (فرشتوں نے سایہ کیا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے توان کا یہ حال تھا کہ کافروں نے ان کے کان اورناک کو کاٹ کران کی صورت بگاڑ دی تھی۔میں نے چاہا کہ ان کا چہرہ کھول کر دیکھوں تو میری برادری اور کنبہ قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر

رنج و غم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی ان کی لاش کے پاس آئیں تو سید عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں کی فوج برابر لگاتار ان کی لاش پر اپنے بازوؤں سے سایہ کئے ہوئے ہے۔

(بخاری جلد 1 صفحہ 395)

کفن سلامت بدن ترو تازہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احد کے دن میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے شہید (حضرت عمرو بن جموح) کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا تھا۔ پھر مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میرے باپ ایک دوسرے شہید کی قبر میں دفن ہیں، اس لئے میں نے اس خیال سے کہ ان کو ایک الگ قبر میں دفن کروں۔ چھ ماہ کے بعد میں نے ان کی قبر کو کھود کر لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں ان کو میں نے دفن کیا تھا، بجز اس کے کہ ان کے کان پر کچھ تغیر ہوا تھا۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 180 و حاشیہ بخاری) اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر زخم لگا تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھ دیا گیا، تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی، چادر اور گھاس دونوں کو ہم نے اسی طرح پر پڑا ہوا پایا۔ (ابن سعد جلد 3 صفحہ 562)

پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں نہروں کی کھدائی کے وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرایا کہ سب لوگ میدان احد سے اپنے اپنے مردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر لے جائیں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھود کر ان کی مقدس لاش کو نکالا میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب ان کا ہاتھ اٹھایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا پھر جب زخم پر ہاتھ رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر کا تھا، بدستور صحیح و سالم تھا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 864 بحوالہ بیہقی)

قبر میں تلاوت

حضرت ابو طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے ''غابہ'' جا رہا تھا تو راستہ میں رات ہو گئی۔ اس لئے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر میں تلاوت کی اتنی آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی۔

جب میں مدینہ منورہ کو لوٹ کر آیا اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا اے ابو طلحہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں، پھر صبح کو

وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2صفحہ 871بحوالہ ابن مندہ)

تبصرہ

یہ مستند روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرات شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ اپنے جسموں کے ساتھ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں تلاوت کر سکتے ہیں اور دوسرے قسم قسم کے تصرفات بھی کر سکتے اور کرتے ہیں۔

۱۸ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ قبیلہ خزرج کے انصاری اور مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں۔ یہ ان ستر خوش نصیب انصار میں سے ایک ہیں جن لوگوں نے ہجرت سے بہت پہلے میدان عرفات کی گھاٹی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کی تھی۔ یہ جنگ بدر اور اس کے بعد تمام جہادوں میں مجاہدانہ شان سے شریک جنگ رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا تھا اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو ملک شام کا گورنر بھی مقرر کر دیا تھا جہاں انہوں نے 18ھ میں طاعون عمواس میں علیل ہو کر اڑتیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ بہت ہی بلند پایہ عالم، حافظ قاری، معلم اور نہایت ہی متقی و پرہیزگار اور اعلیٰ درجے کے عبادت گزار تھے۔ بنی سلمہ کے تمام بتوں کو انہوں نے ہی توڑ پھوڑ پھینک دیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں ان کا لقب ''امام العلماء'' ہے۔ (اکمال صفحہ 616 و اسد الغابہ جلد4 صفحہ378)

کرامت (منہ سے نور نکلتا تھا)

حضرت ابو بحریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''حمص'' کی مسجد میں دیکھا وہ گھنے اور گھونگھریالے بال والے بہت خوبصورت تھے جب وہ گفتگو فرماتے تو ان کے ساتھ ساتھ ان کے منہ سے ایک نور نکلتا جس کی روشنی اور چمک صاف نظر آتی۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد 1صفحہ 20)

۱۹ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنی عبدالاشہل سے خاندانی تعلق رکھتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے یہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اپنے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے سردار و مدینہ منورہ میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے بہت ہی باوقار تھے۔ یہ قرآن مجید بڑی ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کرتے تھے اور بارگاہ نبوت میں مقرب اور حاضر باش تھے۔

جنگ بدر، جنگ خندق وغیرہ تمام غزوات میں سر بکف اور کفن بردوش کفار سے جنگ کرتے رہے۔ زمانہ خلافت کے جہادوں میں بھی شرکت فرماتے رہے یہاں تک کہ فتح بیت المقدس میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے۔ 20ھ میں

حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (اکمال صفحہ 585 و اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 92)

کرامت (فرشتے گھر کے اوپر اُتر پڑے)

روایت میں ہے کہ آپ نے نماز تہجد میں سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ اسی گھر میں آپ کا گھوڑا بھی بندھا ہوا تھا اور گھوڑے کے قریب ہی میں ان کا بچہ یحییٰ بھی سو رہا تھا۔ یہ انتہائی خوش الحانی کے ساتھ قرأت کر رہے تھے۔ اچانک ان کا گھوڑا بدکنے لگا یہاں تک کہ ان کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ گھوڑا ان کے بچہ کو کچل دے گا۔ چنانچہ نماز ختم کر کے جب انہوں نے صحن میں آ کر اوپر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ بادل کے ٹکڑے کے مانند جس میں بہت سے چراغ روشن ہیں اور کوئی چیز ان کے مکان کے اوپر اتر رہی ہے۔ آپ نے اس منظر سے گھبرا کر قرأت موقوف کردی اور صبح کو جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتوں کی مقدس جماعت تھی جو تیری قرأت کی وجہ سے آسمان سے تیرے مکان کی طرف اتر پڑی تھی اگر تو صبح تک تلاوت کرتا رہتا تو یہ فرشتے زمین سے اس قدر قریب ہو جاتے کہ تمام انسانوں کو ان کا دیدار ہو جاتا۔ (دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 205 و مشکوٰۃ شریف صفحہ 184 فضائل قرآن)

تبصرہ

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے نیک بندوں کی تلاوت سننے کے لئے آسمان سے فرشتوں کی جماعت زمین کی طرف اترتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عام لوگ فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتے مگر اللہ والوں میں سے کچھ خاص خاص لوگوں کو فرشتوں کا دیدار بھی نصیب ہو جاتا ہے بلکہ وہ فرشتوں سے گفتگو بھی کر لیتے ہیں۔

۲۰ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن ہشام بن عثمان بن عمرو قریشی، یہ قبیلہ قریش میں خاندان بنی تیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ 4ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ مشہور محدث حضرت زہیر بن معبد کے دادا ہیں۔ اہل حجاز کے محدثین میں ان کے شمار ہوتا ہے اور ان کے شاگردوں میں ان کے پوتے زہرہ بن معبد بہت مشہور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ہشام کو بچپن ہی میں ان کی والدہ حضرت زینب بنت حمید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ میرے اس بچے سے بیعت لے لیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بہت ہی چھوٹا ہے۔ پھر اپنا مقدس ہاتھ ان کے سر پر پھیرا اور ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمادی۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 270 و اکمال صفحہ 590)

کرامت (تجارت میں برکت)

اسی دعا نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت حاصل ہوئی کہ ان کو تجارت میں نفع کے سوا کسی سودے میں کبھی بھی نقصان ہوا ہی نہیں۔ روایت ہے کہ یہ اپنے پوتے زہرہ بن معبد کو ساتھ لے کر بازار میں جاتے اور غلہ خریدتے تو حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سے ملاقات کرتے اور کہتے کہ ہم کو بھی آپ اپنی اس تجارت میں شریک کر لیجئے، اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔ پھر یہ سب لوگ اس تجارت میں شریک ہو جاتے تو بسا اوقات اونٹ کے بوجھ برابر نفع کما لیتے اور اس کو اپنے گھر بھیج دیتے۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 340 باب الشرکتہ فی الطعام)

تبصرہ

نیک اور صالح لوگوں کو اپنے کاروبار اور دھندے روزگار میں اس نیت سے شریک کر لینا کہ ان کی برکت سے ہم فیض یاب ہوں گے۔ صحابہ کرام کا مقدس طریقہ ہے چنانچہ پرانے زمانے کے خوش عقیدہ اور نیک تاجروں کا یہی طریقہ تھا کہ وہ جب کوئی تجارت کرتے تھے تو کسی عالم دین یا پیر طریقت کا کچھ حصہ اس تجارت میں مقرر کر کے ان بزرگوں کو اپنا شریک تجارت بنا لیتے تھے تاکہ ان اللہ والوں کی وجہ سے تجارت میں خیر و برکت ہو، اسی لئے آجکل بھی بعض خوش عقیدہ اور نیک بخت مومن اپنی تجارت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو حصہ دار بنا لیتے ہیں اور نفع میں جتنی رقم حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام کی نکلتی ہے، اس کو یہ لوگ نیاز کھاتہ کہتے ہیں اور اسی رقم سے یہ لوگ گیارہویں شریف کی فاتحہ بھی دلاتے ہیں اور عالموں اور سیدوں کو اسی رقم سے نذرانہ بھی دیا کرتے ہیں، یقیناً یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار میں خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں، بہت ہی پر جوش اور جانباز صحابی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن 4ھ میں عسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام ''رجیع'' میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار ''حارث بن عامر'' کو قتل کر دیا تھا، اس لئے ان کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام ''تنعیم'' میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز بھی پڑھی اور فرمایا کہ اے گروہ کفار سن لو! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں کیونکہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے

مگر مجھ کو یہ خیال آ گیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں شہادت سے ڈر رہا ہوں، اس لئے میں نے بہت ہی مختصر نماز پڑھی۔ کفار نے آپ کو جب سولی پر چڑھا دیا تو آپ نے چند وجد آفریں اور ایمان افروز اشعار پڑھے پھر حارث بن عامر کے بیٹے ''ابوسروعہ'' نے آپ کے مقدس سینہ میں نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔
آپ کی شہادت کا مفصل حال آپ ہماری کتاب ''ایمانی تقریریں'' اور ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں پڑھیے۔ ان کی مندرجہ ذیل کرامات قابل ذکر ہیں۔

کرامات (بے موسم کا پھل)

جن دنوں یہ حارث بن عامر کے بیٹوں کی قید میں تھے، ظالموں نے دانہ پانی بند کر دیا تھا اور ان کو زنجیروں میں اس طرح جکڑ دیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں دونوں بندھے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں حارث بن عامر کی بیٹی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! ان دنوں مکہ مکرمہ کے اندر کوئی پھل بھی نہیں ملتا تھا اور انگور کا تو موسم بھی نہیں تھا۔ (حجتہ اللہ العالمین جلد 2 صفحہ 869)

مکہ کی آواز مدینہ پہنچی

جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر چڑھائے گئے تو انہوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ یا اللہ! میں یہاں کسی کو نہیں پاتا جس کے ذریعے میں آخری سلام تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا سکوں لہٰذا تو میرا سلام حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا دے۔ صحابہ کرام کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے اندر اپنے اصحاب کی مجلس میں رونق افروز تھے کہ بالکل ہی ناگہاں آپ نے بلند آواز سے وعلیکم السلام فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! اس وقت آپ نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا دینی بھائی خبیب ابھی ابھی مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور اس نے سولی پر چڑھ کر میرے پاس اپنا سلام بھیجا ہے اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 869)

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی۔ اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَلَاتُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا ''یعنی اے اللہ! تو میرے ان تمام قاتلوں کو گن کر شمار کر لے اور ان سب کو ہلاک فرما دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔'' ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خبیب (رضی اللہ عنہ) کو

بددعا کرتے ہوئے سناتو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خبیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوئے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک وراضی تھے، سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔

(حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2صفحہ 869و بخاری)

لاش کو زمین نگل گئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ مقام تنعیم میں حضرت خبیب کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے جو مسلمان ان کی لاش کو سولی سے اتار کر لائے گا، میں اس کے لئے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چھپتے ہوئے مقام تنعیم میں گئے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا اور چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش بالکل تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ گھوڑے پر لاش کو رکھ کر مدینہ منورہ کا رخ کیا، مگر ستر کافروں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا جب ان دونوں حضرات نے دیکھا کہ اب ہم گرفتار ہو جائیں گے تو ان دونوں نے مقدس لاش کو زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور مقدس لاش کو زمین نگل گئی اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ''بلیغ الارض'' (جن کو زمین نگل گئی) ہے پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے کفار مکہ ہم تو دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے تھے اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھ لو ورنہ اپنا راستہ لو جب کفار مکہ نے دیکھ لیا کہ ان دونوں حضرات کے پاس لاش نہیں ہے۔ تو وہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2صفحہ141)

تبصرہ

شہید اسلام حضرت خبیب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان چاروں کرامتوں کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے کہ خداوند کریم شہداء کرام بالخصوص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کرام کو کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور یہ نصیحت حاصل کیجئے کہ صحابہ کرام نے دین اسلام کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں پھر سوچئے کہ ہم آج کل کے مسلمان اسلام کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہئے اور پھر خدا کا نام لے کر اٹھئے اور اسلام کے لئے کچھ کر ڈالئے۔

۲۲ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے وہی خوش نصیب انصاری ہیں جن کے مکان کو شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان بن کر شرف نزول بخشا اور یہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی سے سات ماہ تک سرفراز ہوتے رہے اور دن رات صبح و شام ہر وقت و ہر آن اپنے ہر قول و فعل سے ایسی والہانہ عقیدت اور عاشقانہ جان نثاری کا مظاہرہ کرتے رہے کہ مشکل ہی سے اس کی مثال مل سکے گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقاتیوں کی آسانی کے لئے نیچے کی منزل میں قیام پسند فرمایا۔ مجبوراً حضرت ابوایوب انصاری اوپر کی منزل میں رہے۔ ایک مرتبہ اتفاقاً پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا تو اس اندیشہ سے کہ کہیں پانی بہ کر نیچے والی منزل میں نہ چلا جائے اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تکلیف نہ پہنچ جائے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے اور سارا پانی اپنے لحاف میں جذب کر لیا۔ گھر میں بس یہی ایک رضائی تھی جو گیلی ہو گئی۔ رات بھر میاں بیوی نے سردی کھائی، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ بھر بھی تکلیف پہنچ جائے یہ گوارا نہیں کیا۔ غرض بے پناہ ادب واحترام اور محبت وعقیدت کے ساتھ سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی ومیزبانی کے فرائض ادا کرتے رہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخاوت کے ساتھ ساتھ شجاعت اور بہادری میں بھی بے حد طاق تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ معرکہ آزمائی فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب مجاہدین اسلام کا لشکر جہاد قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہوا تو اپنی ضعیفی کے باوجود آپ بھی مجاہدین کے اس لشکر کے ساتھ جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور برابر مجاہدین کی صفوں میں کھڑے ہو کر جہاد کرتے رہے۔

جب سخت بیمار ہو گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہی تو آپ نے مجاہدین اسلام سے فرمایا کہ جب تم لوگ جنگ بندی کرو تو مجھے بھی صف میں اپنے قدموں کے پاس لٹائے رکھو اور جب میرا انتقال ہو جائے تو تم لوگ میری لاش کو قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ 51ھ میں اسی جہاد کے دوران آپ کی وفات ہوئی اور اسلامی لشکر نے ان کی وصیت کے مطابق ان کو قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے پاس دفن کر دیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ شاید عیسائی لوگ آپ کی قبر مبارک کو کھود ڈالیں، مگر عیسائیوں پر ایسی ہیبت سوار ہو گئی کہ وہ آپ کی مقدس قبر کو ہاتھ نہ لگا سکے اور آج تک آپ کی قبر شریف اسی جگہ موجود ہے اور زیارت گاہ خلائق خاص وعام ہے جہاں ہر قوم وملت کے لوگ ہمہ وقت حاضری دیتے ہیں۔

کرامت (قبر مبارک شفاخانہ بن گئی)

یہ آپ کی کرامت کا ایک روحانی اور نورانی جلوہ ہے کہ بہت ہی دور دور سے قسم قسم کے مایوس العلاج مریض آپ کی قبر شریف پر شفا کے لئے حاضری دیتے ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔ (اکمال فی اسماء الرجال صفحہ 586 و حاشیہ کنز العمال جلد 6 صفحہ 225 مطبوعہ حیدر آباد)

۲۳ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عبداللہ بن بسر مازنی ہیں۔ ان کی کنیت ابو بسر یا ابو صفوان ہے۔ ان کے والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور شہنشاہ دو عالم نے ماحضر تناول فرمایا۔ پھر کھجوریں لائی گئیں۔ آپ نے کھجوریں بھی کھائیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔ یہ آخری عمر میں ملک شام میں چلے گئے۔ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ یہ آخری صحابی ہیں جن کا ملک شام میں وصال شریف ہوا۔ یہی عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کی عمر میں اختلاف ہے۔ اصابہ میں ہے کہ 94 برس کی عمر میں وفات پائی اور علامہ ابو نعیم کا قول ہے کہ ایک سو برس کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔ بغیر کسی بیماری کے شہر حمص میں وضو کرتے ہوئے بالکل ہی اچانک وفات پا گئے۔ (اکمال صفحہ603 و اسد الغابہ جلد 3صفحہ125و کنز لاعمال جلد 16صفحہ104)

کرامت (رزق میں کبھی تنگی پیدا نہیں ہوئی)

دعا نبوی کی برکت سے عمر بھر کبھی ان کی روزی میں تنگی نہیں ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں طعام سے فارغ ہو کر گھر والوں کے لئے تین دعائیں مانگی تھیں:

1۔ یا اللہ! ان لوگوں کی مغفرت فرما۔

2۔ یا اللہ! ان لوگوں پر رحمت نازل فرما۔

3۔ یا اللہ! ان لوگوں کی روزی میں برکت فرما۔ (کنز العمال جلد 16صفحہ104مطبوعہ حیدر آباد)

٢٤ حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صلح حدیبیہ کے بعد یہ اپنے قبیلہ بنی خزاعہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور دربار نبوت میں حاضر رہ کر حدیثیں یاد کرتے رہے۔ پھر کوفہ چلے گئے اور وہاں مصر جا کر مقیم ہو گئے۔ کچھ دنوں شام میں بھی رہے۔ ان کے شاگردوں میں جبیر بن نفیر اور رفاعہ بن شداد وغیرہ بہت مشہور محدثین ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار تھے اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دی تو اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گورنر ''زیاد'' کے خوف سے یہ عراق سے بھاگ کر ''موصل'' کے ایک غار میں روپوش ہو گئے اور اسی غار میں ان کو سانپ نے کاٹ کیا جس سے ان کی وہیں وفات ہو گئی۔ علامہ ابن اثیر صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ ان کی قبر شریف موصل میں بہت ہی مشہور زیارت گاہ ہے۔ قبر پر بہت بڑا گنبد اور لمبی چوڑی درگاہ ہے۔ 50ھ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ (اسد الغابہ جلد 4صفحہ100)

کرامت (اسی برس کی عمر میں سب بال کالے)

انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ پیش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرما کر ان

کی جوانی کی بقا کے لئے دعا فرمادی۔ اس دعاءِ نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت مل گئی کہ اسی برس کی عمر ہو جانے کے باوجود ان کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا۔ (کنز العمال جلد 16 صفحہ 112 و اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 100)

۲۶ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عاصم بن ثابت بن الافلح انصاری یہ انصار میں قبیلہ اوس کے مایہ ناز سپوت میں بہت ہی جانباز اور بہادر صحابی ہیں۔ انہوں نے جنگ بدر میں بے مثال جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا اور کفار قریش کے بڑے بڑے نامور سرداروں کو قتل کر دیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا ہیں۔ 4ھ میں غزوۂ الرجیع کی جنگ میں یہ کفار سے دست بدست لڑتے ہوئے اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوگئے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 73)

ان کی مندرجہ ذیل دو کرامتیں بہت ہی مشہور ہیں جو نہایت ہی مستند ہیں۔

کرامات (شہد کی مکھیوں کا پہرہ)

چونکہ آپ نے جنگ بدر کے دن کفار مکہ کے بڑے بڑے نامی گرامی سورماؤں اور نامور سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، اس لئے جب کفار مکہ کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو ان کافروں نے چند آدمیوں کو اس لئے مقام رجیع میں بھیج دیا تا کہ ان کے بدن کا کوئی ایسا حصہ (سر وغیرہ) کاٹ کر لائیں جس سے یہ شناخت ہو جائے کہ واقعی حضرت عاصم قتل ہوگئے چنانچہ چند کفار ان کی لاش کی تلاش میں مقام رجیع تک پہنچ گئے مگر وہاں جا کر ان کافروں نے اس شہید مرد کی یہ کرامت دیکھی کہ لاکھوں کی تعداد میں شہد کی مکھیوں کے جھنڈ نے ان کی لاش کے ارد گرد اس طرح گھیرا ڈال رکھا ہے جس سے وہاں تک کسی کا پہنچنا ہی ناممکن ہو گیا ہے اس لئے کفار مکہ ناکام و نامراد ہو کر مکہ واپس چلے گئے۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 569 و زرقانی جلد 2 صفحہ 73)

سمندر میں قبر

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مکہ کی ایک کافرہ عورت سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں قتل کر ڈالا تھا، اس لئے اس عورت نے جوش انتقام میں یہ قسم کھا رکھی تھی کہ اگر مجھ کو عاصم بن ثابت کا سر مل گیا تو میں ان کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا تھا کہ تم ان کا سر کاٹ کر لاؤ، میں اس کو بہت بڑی قیمت دے کر خرید لوں گی۔ اس لالچ میں چند کفار مقام رجیع تک پہنچے مگر جب انہوں نے شہد کی مکھیوں کا گھیرا دیکھا تو حواس باختہ ہوگئے مگر یہ چند لالچی لوگ اس انتظار میں وہاں ٹھہر گئے کہ جب کبھی بھی یہ شہد کی مکھیاں اڑ جائیں گی تو ہم ان کا سر کاٹ کر لے جائیں گے۔ خدا کی شان کہ نہایت ہی زوردار بارش ہوئی اور پہاڑوں سے برساتی نالہ بہتا ہوا اس میدان میں پہنچا اور زور کا ریلا آیا کہ کفار جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ کی مقدس لاش پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتی ہوئی سمندر میں پہنچ گئی۔

روایت ہے کہ جس دن عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ اسی دن خدا سے عہد کیا تھا کہ میں نہ تو کسی کافر کے بدن کو ہاتھ لگاؤں گا نہ کسی کافر کو موقع دوں گا کہ وہ میرے بدن کو چھو سکے۔ اللہ اکبر! خدا کی شان کہ زندگی بھر تو ان کا یہ عہد پورا ہوتا ہی رہا مگر شہادت کے بعد بھی خداوند قدوس نے ان کے اس عہد کو پورا فرما دیا کہ کفار ان کے مقدس بدن کو ہاتھ نہ لگا سکے۔ پہلے شہد کی مکھیوں کا پہرہ لگا دیا، پھر برساتی نالوں نے ان کے بدن مبارک کو ان کے مدفن تک پہنچا دیا۔ (حجۃ اللہ جلد 2صفحہ 869بحوالہ بیہقی و اکنز العمال جلد 16صفحہ 178)

تبصرہ

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان دونوں کرامتوں کو پڑھ کر غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کا شہداء کرام پر کتنا فضل عظیم ہوتا ہے اور راہ خدا میں جان فدا کرنے والوں کو رب العزت جل جلالہ کے دربار عالیہ سے کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں کے نشان عطا کئے جاتے ہیں۔ وفات کے بعد بھی ان کے تصرفات بصورت کرامات جاری رہتے ہیں لہٰذا شہیدوں سے عقیدت و محبت اور ان کا ادب واحترام واجب العمل اور لازم الایمان ہوتا ہے۔

۲۶ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا وطن مکہ مکرمہ ہے اور یہ خاندان قریش کے بہت ہی ممتاز اور نامور شخص ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ پھر ہجرت بھی کی۔ نہایت ہی وجیہ بہت ہی بہادر اور جانباز صحابی ہیں۔ 2ھ جنگ بدر میں انہوں نے شیبہ بن ربیعہ سے جنگ کی جو لشکر کفار کے سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ کا بھائی تھا، یہ بڑی جان بازی کے ساتھ لڑتے رہے مگر اس قدر زخمی ہو گئے کہ ان کی پنڈلی ٹوٹ کر چور چور ہو گئی اور نلی کا گودا بہنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے۔ اس حالت میں حضرت عبیدہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں شہادت سے محروم رہا؟ ارشاد فرمایا۔ ہرگز نہیں، بلکہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہی ہوں۔

وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نَصَرَّجَ حَوْلَہٗ وَنَذْھَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِلِ

(یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ہم ان کے گرد لڑتے لڑتے خون میں لت پت ہو جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔) اسی زخم میں آپ منزل صفراء میں پہنچ کر شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ (ابو دائود جلد2صفحہ 261و زُرقانی جلد 1صفحہ 418)

کرامت (قبر کی خوشبو دور تک)

عشق رسول میں بے پناہ جاں نثاریوں اورفدا کاریوں کی بدولت ان کو یہ شاندار کرامت نصیب ہوئی کہ ان کی قبر اطہر سے اس قدر مشک کی تیز خوشبو آتی کہ پورا میدان ہر وقت مہکتا رہتا۔

چنانچہ منقول ہے کہ ایک مدت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کے ساتھ منزل صفراء میں قیام ہوا تو صحابہ کرام نے حیران ہو کر بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس صحرا میں مشک کی اس قدر تیز خوشبو کہاں سے اور کیوں آرہی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس میدان میں ابومعاویہ (حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبر موجود ہوتے ہوئے تمہیں تعجب کیوں ہو رہا ہے کہ یہاں مشک کی خوشبو مہک رہی ہے۔ (کتاب صد صحابہ صفحہ 314 مرتبہ شاہ مراد ماھروی)

اللہ اکبر! یہ سچ ہے۔

کمالات ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نور ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

۲۷ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن الربیع بن عمرو انصاری جزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعتہ العقبہ اولیٰ اور بیعتہ العقبہ ثانیہ دونوں بیعتوں میں شریک رہے اور یہ انصار میں سے خاندان بنی الحارث کے سردار بھی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا بہت ہی کم رواج تھا۔ اس وقت یہ کاتب تھے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی شیدائی اور بے حد جاں نثار صحابی ہیں۔ حضرت سعد بن الربیع کی صاحبزادی کا بیان ہے کہ میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئی تو انہوں نے اپنے بدن کی چادر اتار کر میرے لئے بچھادی اور مجھے اس پر بٹھایا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ آ گئے اور پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں جنت کے اندر اپنا ٹھکانا بنالیا اور میں اور تم یوں ہی رہ گئے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے حیرت کے ساتھ دریافت کیا کہ اے خلیفہ رسول! وہ کون شخص ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''سعد بن الربیع'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کی جنگ بدر میں نہایت شجاعت کے ساتھ کفار سے معرکہ آرائی کی۔ جنگ احد میں بارہ کافروں کو ایک ایک نیزہ مارا اور جس کو ایک نیزہ مارا وہ مرکر ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر گھمسان کی جنگ میں زخمی ہو کر اسی جنگ احد میں 3ھ میں شہید ہو گئے اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قبر میں دفن ہو گئے۔ (اکمال صفحہ 596 حاشیہ کنز العمال جلد 16 صفحہ 36 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 277)

کرامت (دنیا میں جنت کی خوشبو)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ جنگ احد کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش میں بھیجا اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ ملیں تو تم ان سے میرا اسلام کہہ دینا، چنانچہ جب تلاش کرتے کرتے میں ان کے پاس پہنچا تو ان کو اس حال میں پایا کہ ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام کہہ دینا اور سلام کے بعد یہ بھی عرض کر دینا کہ یا رسول اللہ! میں جنت کی خوشبو میدان میں سونگھ چکا اور میری قوم انصار سے میرا یہ آخری پیغام کہہ دینا کہ اگر تم میں ایک آدمی بھی زندہ رہا اور کفار کا حملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو خدا تعالیٰ کے دربار میں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوسکتا اور تمہارا عہد ٹوٹ جائے گا جو تم لوگوں نے بیعۃ العقبہ میں کیا تھا، اتنا کہتے کہتے ان کی روح پرواز کر گئی۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 870 بحوالہ حاکم و بیھقی)

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن الرجیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 277)

تبصرہ

اللہ اکبر! غور فرمایئے کہ حضرات صحابہ کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی والہانہ محبت اور کس قدر عاشقانہ لگاؤ تھا کہ جان کنی کا عالم ہے، زخموں سے نڈھال ہیں مگر اس وقت میں بھی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال دل و دماغ کے گوشہ گوشہ میں چھایا ہوا ہے۔ اپنے گھر والوں کے لئے، اپنی بچیوں کے لئے کوئی وصیت نہیں فرماتے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی ساری قوم کو کتنا اہم آخری پیغام دیتے ہیں۔ صحابہ کرام کی یہی وہ نیکیاں ہیں جو قیامت تک کسی کو نصیب نہیں ہوسکتیں اور اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ساری امت میں وہی درجہ ہے جو آسمان پر ستاروں کی برات میں چاند کا درجہ ہے۔ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی بیٹا نہیں تھا، فقط دو صاحبزادیاں تھیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی میراث میں سے دو ثلث عطا فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ انس بن مالک بن النصر بن ضمضم بن زید بن حرام انصاری۔ آپ قبیلہ انصار میں خزرج کی ایک شاخ بنی نجار میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان ہے۔ ان کی کنیت حضور اکرم ﷺ نے ابوحمزہ رکھی اور ان کا مشہور لقب ''خادم النبی'' ہے اور اس لقب پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد فخر تھا۔ دس برس کی عمر میں یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دس برس تک سفر و وطن، جنگ و صلح ہر جگہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے اور ہر دم خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ان کے پاس چھوٹی سی لاٹھی تھی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ اس کو بوقت دفن میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ یہ لاٹھی آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خاص طور پر مال اور اولاد میں ترقی ہوئی۔ مختلف بیویوں اور باندیوں سے آپ کے 80 لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور جس دن، آپ کا وصال ہوا، اس دن آپ کے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کی تعداد ایک سو بیس تھی، بہت زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے حنا کا خضاب سر اور داڑھی میں لگاتے تھے اور خوشبو بھی بکثرت استعمال کرتے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا ہے۔ ان کی والدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملایا کرتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے آپ مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ آپ کے سال وصال اور آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ 91ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بعضوں نے 92ھ بعض نے 93ھ بعض 90ھ کو آپ کے وصال کا سال تحریر کیا ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف کی سو تین برس کی تھی۔ بعض ایک سو دس۔ بعض ایک سو سات اور بعض نے ننانوے برس لکھا ہے۔ بصرہ میں وفات پانے والے صحابیوں میں سے سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد شہر بصرہ میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ بصرہ سے دو کوس کے فاصلہ پر آپ کی قبر شریف بنی جو زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ بہت ہی حق گو، حق پسند، عبادت گزار صحابی ہیں اور آپ کی چند کرامتیں بھی منقول ہیں۔

(اکمال صفحہ 585 و اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 127)

کرامات (سال میں دو مرتبہ پھل دینے والا باغ)

ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ دنیا بھر میں کھجوروں کا باغ سال میں ایک مرتبہ پھلتا ہے مگر آپ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف جلد 2 صفحہ 545)

کھجوروں میں مشک کی خوشبو

اسی طرح یہ بھی آپ کی بہت ہی بے مثال کرامت ہے کہ آپ کے باغ کی کھجوروں میں مشک کی خوشبو آتی تھی جس کی مثال کہیں دنیا بھر میں نہیں مل سکتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد 2صفحہ 545)

دعا سے بارش

آپ کا باغبان آیا اور شدید قحط اور خشک سالی کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی فرمایا کہ اے باغبان! آسمان کی طرف دیکھ! کیا تجھے کچھ نظر آ رہا ہے؟ باغبان نے عرض کیا کہ حضور! میں تو آسمان میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے نماز پڑھ کر یہی سوال فرمایا اور باغبان نے یہی جواب دیا۔ پھر تیسری بار یا چوتھی بار نماز پڑھ کر آپ نے باغبان سے پوچھا کہ کیا آسمان میں کچھ نظر آ رہا ہے۔ اب کی مرتبہ باغبان نے جواب دیا کہ جی ہاں! ایک پرندکے پر کے برابر بدلی کا ٹکڑا نظر آ رہا ہے پھر آپ برابر نماز اور دعا میں مشغول رہے یہاں تک کہ آسمان میں ہر طرف ابر چھا گیا اور نہایت ہی زوردار بارش ہوئی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغبان کو حکم دیا کہ تم گھوڑے پر سوار ہو کر دیکھو کہ یہ بارش کہاں تک پہنچی ہے؟ اس نے چاروں طرف گھوڑا دوڑا کر دیکھا اور آ کر کہا کہ یہ بارش ''میسرین'' اور ''قضبان'' کے محلوں سے آگے نہیں بڑھی۔ (طبقات ابن سعد جلد 7صفحہ 21)

تبصرہ

بارش کہاں تک ہوئی ہے؟ اس کو دیکھنے اور معلوم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس شہر میں جہاں آپ تھے قحط پڑ گیا تھا اور پانی کی سخت ضرورت تھی۔ باقی دوسرے علاقوں میں کافی بارش ہو چکی تھی، ان علاقوں میں قطعاً مزید بارش کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہاں زیادہ بارش سے نقصان ہونے کا اندیشہ تھا، اسی لئے آپ نے دریافت فرمایا کہ بارش کہاں تک ہوئی ہے؟ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ بارش اسی شہر میں ہوئی ہے جہاں بارش کی ضرورت تھی تو پھر آپ کو اطمینان ہو گیا کہ الحمدللہ! اس بارش سے کہیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اللہ اکبر! بارگاہ الٰہی کے مقبول بندوں کی شان اور دربار خداوندی میں ان کی مقبولیت کا کیا کہنا؟ جب خدا سے عرض کیا بارش ہو گئی اور جہاں تک بارش برسانا چاہی، وہیں تک برسی۔ للہ! غور فرمائیے کہ کیا اولیاء اللہ کا حال اور ان کی شان عام انسانوں جیسی ہے؟ توبہ نعوذ باللہ! کہاں یہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے اور کہاں منحوس اور دلوں کے گندے لوگ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(یعنی پاک لوگوں کے معاملات کو اپنے اوپر مت قیاس کر، اگر چہ لکھنے میں شیر وشیر بالکل ہم شکل اور مشابہ ہیں، لیکن ایک شیر وہ ہے کہ انسان کو پھاڑ کر کھا جاتا ہے اور ایک شیر (دودھ) ہے کہ اسے انسان کھاتا اور پیتا ہے۔)

فاعتبروا یا اولی الابصار

۲۹ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں، یہ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد کے دن اکیلے ہی کفار سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہی چلے گئے جب آپ نے دیکھا کہ کچھ مسلمان سست پڑ گئے اور آگے نہیں بڑھ رہے تو آپ نے بلند آواز سے للکار کر فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ دُوْنَ اُحُدٍ وَاِنَّھَا لَرِیْحُ الْجَنَّۃ

''یعنی میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یقیناً بلاشبہ یہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔''

آپ نے یہ فرمایا اور اکیلے ہی کفار کے نرغہ میں لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہادت کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ ان کے بدن پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسی سے زیادہ زخم گنے گئے تھے اور کفار نے ان کی آنکھوں کو پھوڑ کر اور ناک، کان، ہونٹ کو کاٹ کر ان کی صورت اس قدر بگاڑ دی تھی کہ کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا مگر جب ان کی بہن حضرت ربیع رضی اللہ عنہا آئیں تو انہوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں کو دیکھ کر پہچانا کہ یہ میرے بھائی انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی لاش ہے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکتے تھے، ان کا انہیں شدید رنج وقلق تھا کہ افسوس میں اسلام کے پہلے غزوہ میں غیر حاضر رہا۔ پھر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر آئندہ کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ کفار سے جنگ کا موقع ملا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں جنگ کیا کرتا ہوں اور کیا کر دکھاتا ہوں۔ چنانچہ 3ھ میں جب جنگ احد ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا کر کے دکھا دیا کہ اپنے بدن پر اسی زخموں سے زائد زخم کھا کر شہید ہو گئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاھَدُوْا اللّٰہ

مؤمنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر دیا۔ (اکمال صفحہ 585 اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 871 بخاری شریف)

کرامت

ان کی کرامتوں میں سے یہ ایک کرامت بہت زیادہ مشہور اور مستند ہے۔

خدا نے قسم پوری فرما دی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھگڑا و تکرار کرتے ہوئے ایک انصاری کی لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرمادیا کہ ربیع بنت النضر کے دانت توڑ دیئے جائیں۔ جب حضرت انس ابن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا یارسول اللہ! خدا تعالیٰ کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس بن النضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ لڑکے والے دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ! قصاص میں ربیع کا دانت توڑنے کے بدلے میں ہم لوگوں کو دیت (مالی معاوضہ) دلایا جائے۔ اس طرح انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم پوری ہوگئی اور ان کی بہن حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑے جانے سے بچ گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ قسم پوری فرمادیتا ہے۔ (بخاری شریف جلد2 صفحہ 664، باب قولہ و الجروح قصاص)

تبصرہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے مقبولان بارگاہ الٰہی ہیں کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بظاہر ہونے والی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے یہ بندے اگر قسم کھالیں کہ ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ ان مقدس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ اس کے ہونے والی چیز کو موجود فرمادیتا ہے تاکہ ان مقدس بندوں کی قسم پوری ہوجائے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دربار نبوت سے قصاص کا فیصلہ ہوچکا تھا اور مدعی نے قصاص ہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا گئے کہ خدا کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی سبب پیدا کردیا ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ کے مطابق دانت توڑ دیا جاتا تو ان کی قسم ٹوٹ جاتی مگر خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہوگیا کہ مدعی کا دل بدل گیا اور اس نے بجائے قصاص کے دیت کا مطالبہ کردیا، اس طرح دانت ٹوٹنے سے بچ گیا اور ان کی قسم پوری ہوگئی۔

اس کی بہت سی مثالیں اور ثبوت حاصل ہوں گے کہ اللہ والے جس بات کی قسم کھا گئے، اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو موجود فرمادیا اگرچہ چیز ایسی بھی کہ بظاہر اس کے ہونے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی۔

یہ مدینہ کے باشندے ہیں اور انصار کے قبیلہ اوس سے انکا خاندانی تعلق ہے۔ ان کا باپ ابو عام اپنے قبیلہ کا سردار تھا اور زمانہ جاہلیت میں اس کی عبادت کی کثرت کو دیکھ کر عام طور پر لوگ اس کو ابو عامر راہب کہا کرتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور پورا مدینہ اور اطراف حضور کے قدموں پر قربان ہونے لگا تو مدینہ کے دو شخصوں پر حسد کا بھوت سوار ہو گیا۔ ایک عبداللہ بن ابی، دوسرے ابو عامر راہب، لیکن عبداللہ بن ابی نے تو اپنی دشمنی کو چھپائے رکھا اور منافق بن کر مدینہ ہی میں رہا لیکن ابو عامر راہب حسد کی آگ میں جل بھن کر مدینہ سے مکہ چلا گیا اور کفار مکہ کو بھڑکا کر مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے تیار کیا چنانچہ 3ھ میں جب جنگ احد ہوئی تو ابو عامر کفار کے لشکر میں شامل تھا اور کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرچم اسلام کے نیچے نہایت ہی جواں مردی اور جوش وخروش کے ساتھ کفار سے لڑ رہے تھے۔ ابو عامر راہب جب تلوار گھماتا ہوا میدان میں نکلا تو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر کا سر کاٹ کر لاؤں مگر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے، اس لئے آپ نے اجازت نہیں دی مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش جہاد میں اس قدر آپے سے باہر ہو گئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ابو سفیان کا فیصلہ کر دے مگر اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 67 و مدارج النبوۃ صفحہ 123)

غسیل الملائکہ

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے۔ جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے یہ بتایا کہ وہ جنگ احد کی رات میں اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے اور غسل کی حاجت ہو گئی تھی، مگر وہ رات کے آخری حصہ میں دعوت جنگ کی پکار سن کر اس خیال سے بلا غسل میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے کہ شاید غسل کرنے میں اللہ کے رسول کی پکار پر دوڑنے میں دیر لگ جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے شہادت کے بعد ان کو غسل دیا، ورنہ شہید کو غسل دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اسی واقعہ کی بناء پر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسیل الملائکہ (فرشتوں کے نہلائے ہوئے کہا جاتا ہے۔) (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ و مشکوۃ شریف وغیرہ)

تبصرہ

فرشتوں نے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت کے بعد غسل دیا۔ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت اور نہایت ہی عظیم الشان فضیلت ہے۔ چنانچہ آپ کے قبیلہ والوں کو اس پر بہت بڑا فخر اور ناز تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے قبیلہ کے ایک عدیم المثال فرد ہیں کہ جن کو فرشتوں نے نہلایا۔ اس تفاخر کے سلسلے میں منقول ہے کہ قبیلہ اوس کے لوگوں نے قبیلہ خزرج والوں سے کہا کہ دیکھ لو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسیل الملائکہ ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں، اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہد کی مکھیوں نے جن کی لاش پر پہرہ دیا تھا، وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی وفات پر عرش الٰہی ہل گیا، وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی اکیلے کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے، وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس ہی کے ہیں۔ یہ سن کر قبیلہ خزرج کے لوگوں نے کہا کہ ہم قبیلہ خزرج والوں کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں ہمارے قبیلہ کے چار آدمی حافظ قرآن و قاری ہوئے اور تمہارے قبیلہ میں اس وقت تک کوئی بھی پورا حافظ قرآن نہیں ہوا۔ دیکھ لو حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو زید و حضرت ابی بن کعب و حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ چاروں حفاظ ہمارے قبیلہ خزرج کے سپوت ہیں۔ (اسد الغابہ جلد 2صفحہ 68)

﴿۳۱﴾ حضرت عامر فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر کفار مکہ نے ان کو بہت زیادہ ستایا تو حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ واقعہ ہجرت کے وقت جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یارِ غار صدیق جاں نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غار ثور میں تشریف فرما ہوئے تو یہی حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن بھر بکریوں کو چرا کر غار کے پاس رات کو لاتے اور ان بکریوں کا دودھ دوہ کر دونوں عالم کے تاجدار اور ان کے یار غار کو پلاتے جب غار ثور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تو ایک اونٹنی پر شہنشاہ دو عالم اور ایک اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھے۔ صفر 4ھ واقعہ ''بیر معونہ'' میں آپ کو شہادت کی سعادت حاصل ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 91(پوری تفصیل کے لئے پڑھئے ہماری کتاب "سیرت مصطفی")

کرامت (لاش آسمان تک بلند ہوئی)

جنگ بیر معونہ میں ستر صحابہ کرام میں سے صرف عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ بچے، باقی سب جام شہادت سے سیراب ہو گئے۔ ان ہی شہداء کرام میں سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ کفار کے سردار عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ جب شہید ہو گئے تو ایک دم ان کی لاش زمین سے بلند ہو کر آسمان تک پہنچی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آہستہ آہستہ وہ

زمین پر اتر آئی اور اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر نہیں ملی کیونکہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔ (بخاری جلد 2صفحہ 587)

تبصرہ

جس طرح حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا تو ان کا لقب ''غسیل الملائکہ'' (فرشتوں کے دفن کردہ) ہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

۳۲ حضرت غالب بن عبداللّٰہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت غالب بن عبداللہ بن مسعر بن جعفر بن کلب لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وطن مکہ مکرمہ ہے اور یہ فتح مکہ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ فتح مکہ میں یہ حضور اقدس شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور آپ نے ان کو مکہ مکرمہ کے راستوں کی درستی اور کفار کے حالات کی جاسوسی کے کام پر مامور فرمایا۔ پھر فتح مکہ کے بعد ساٹھ سواروں کا افسر بنا کر آپ نے ان کو مقام کدید میں بنی الملوح سے جنگ کے لئے بھیج دیا۔ ابن الکلبی کا بیان ہے کہ جناب رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی مرہ سے لڑنے کیلئے ''فدک'' بھیجا۔ وہیں یہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اسد الغابہ جلد 4صفحہ168)

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی یہ جہادوں میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ خاص طور پر جنگ قادسیہ میں خوب کفر سے لڑے۔ مشہور ہے کہ ہرمزان انہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کے دوران ابن زیاد نے ان کو خراسان کا حاکم بنا دیا تھا۔ (اصابہ جلد 5صفحہ 187)

ان کی یہ ایک کرامت بہت مشہور اور نہایت ہی مستند ہے۔

کرامت (خشک نالہ میں ناگہاں سیلاب)

حضرت جندب بن مکیث جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے سے لشکر کا امیر بنا کر جہاد کے لئے بھیجا۔ میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ ہم لوگوں نے مقام ''کدید'' میں قبیلہ بنی الملوح پر حملہ کیا اور ان کے اونٹوں کو مال غنیمت بنا کر واپس آنے لگے۔ ابھی ہم لوگ کچھ دور ہی چلے تھے کہ بنوالملوح کے تمام قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو کر ہمارے تعاقب میں آ گیا۔ ہم لوگ ایک نالے کے پار آ گئے جو بالکل ہی خشک تھا اور ہم لوگوں کو بالکل ہی یقین ہو گیا کہ اب ہم لوگ ان کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جائیں گے مگر کفار جب نالہ کے پاس آئے تو باوجودیکہ نہ بارش ہوئی نہ بدلی کسی طرف سے نظر آئی، اچانک نالہ پانی سے بھر گیا اور اس زور وشور سے پانی کا بہاؤ تھا کہ اس کو پار کرنا انتہائی دشوار تھا چنانچہ کفار کا لشکر نالہ کے پاس ٹھہر گیا اور ایک کافر بھی نالہ کو پار نہ کر سکا اور ہم لوگ نہایت ہی اطمینان اور سلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ 872 بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ

ہم کرامت کی قسموں کے بیان میں لکھ چکے ہیں کہ بالکل نا گہاں اوراچانک غیب سے کسی چیز کا بطور امداد کے ظاہر ہو جانا، یہ بھی کرامت کی ایک قسم ہے۔خشک نالہ میں اچانک پانی بھر جانا، یہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی قسم کی کرامت ہے۔ان کی اسی کرامت کی بدولت تمام صحابیوں کی جان بچ گئی۔

۳۳ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے باشندہ تھے۔مکہ مکرمہ میں آکر اسلام قبول کیا۔پہلے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر تمام مہاجرین حبشہ کے ساتھ آپ بھی تشریف لائے اور خیبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 20ھ میں ان کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جنگ شروع ہوئی تو پہلے آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار تھے مگر اس جھگڑے سے منقبض ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے یہاں تک 52ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ (اکمال صفحہ 618)

کرامات (غیبی آواز سنتے تھے)

آپ کی یہ ایک خاص کرامت تھی کہ غیبی آوازیں آپ کے کان میں آیا کرتی تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمندری جہاد میں امیر لشکر بن کر گئے۔رات میں سب مجاہدین کشتیوں پر سوار ہو کر سفر کر رہے تھے کہ بالکل نا گہاں اوپر سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی: ''کیا میں تم لوگوں کو خدا تعالیٰ کے اس فیصلہ کی خبر دے دوں جس کا وہ اپنی ذات پر فیصلہ فرما چکا ہے؟ یہ وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے گرمی کے دنوں میں پیاسا رہے گا۔ اللہ پر حق ہے کہ پیاس کے دن (قیامت) میں ضرور ضرور اس کو سیراب فرمادے گا۔'' (حجتہ اللہ جلد2صفحہ 872 بحوالہ حاکم)

لحن داؤدی

آپ کی آواز اور لہجہ میں اتنی زبردست کشش تھی کہ اس کو کرامت کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے:

ذَکِّرْنَا رَبَّنَا یَا اَبَا مُوْسیٰ ''اے ابوموسیٰ ہم کو اپنے رب کی یاد دلاؤ۔''

یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن شریف پڑھنے لگتے۔ان کی قرأت سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب میں ایسی نوری تجلی پیدا ہو جاتی کہ انہیں دنیا سے دوری اور اپنے رب کی حضوری نصیب ہو جاتی تھی۔حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی قرأت سنی وارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سی خوش الحانی

اس شخص کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔ (کنز العمال جلد 16 صفحہ 218 مطبوعہ حیدر آباد)

۳۴ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت تمیم بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے نصرانی تھے۔ پھر 9ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عبادت گزار تھے۔ ایک ہی رات میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک ہی آیت کو رات بھر صبح تک نماز میں بار بار پڑھتے رہتے۔ حضرت محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ ایک رات سوتے رہ گئے اور نماز تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکے تو انہوں نے اپنی اس کوتاہی کا کفارہ اس طرح ادا کیا کہ مکمل ایک سال تک رات بھر نہیں سوئے، پہلے مدینہ میں رہتے تھے، پھر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ملک شام میں چلے گئے اور اخیر عمر تک ملک شام ہی میں رہے۔ مسجد نبوی میں سب سے پہلے انہوں نے قندیل جلائی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے جساسہ کا واقعہ ان سے سن کر صحابہ کرام کو سنایا۔ (اکمال صفحہ 588 و اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 215)

کرامت (چادر دکھا کر آگ بجھا دی)

آپ کی کرامتوں میں سے ایک مشہور اور مستند کرامت یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب پہاڑ کے ایک غار سے ایک قدرتی آگ نمودار ہوئی، تو امیر المومنین نے ان کو اپنی چادر عطا فرمائی۔ یہ چادر لے کر جب آگ کے قریب پہنچے تو آگ بجھتی ہوئی پیچھے کو ہٹتی چلی گئی یہاں تک کہ آگ غار کے اندر داخل ہو گئی اور یہ خود بھی آگ کو چادر سے دفع کرتے ہوئے غار میں گھستے چلے گئے جب یہ آگ کو بجھا کر حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے تمیم داری! اسی دن کے لئے ہم نے تم کو چھپا رکھا تھا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 873 بحوالہ ابو نعیم)

(اس آگ کا مفصل حال ہم نے اپنی کتاب "روحانی حکایات" جلد 2 اور "سیرۃ المصطفیٰ" میں تحریر کیا ہے۔)

۳۵ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو نجید ہے اور یہ قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ بنو کعب کے خاندان سے ہیں اس لئے خزاعی اور کعبی کہلاتے ہیں۔ 7ھ میں جنگ خیبر کے سال مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران ان کو اہل بصرہ کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ محمد بن سیرین محدث فرمایا کرتے تھے کہ بصرہ میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ پرانا اور افضل کوئی صحابی نہیں۔ ان کی پوری زندگی مذہبی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ طرح طرح کی عبادتوں میں بہت زیادہ محنت شاقہ فرماتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی والہانہ عقیدت تھی اور آپ کا اتنا احترام رکھتے تھے کہ جس ہاتھ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، اس ہاتھ سے عمر بھر انہوں نے پیشاب کا مقام نہیں چھوا۔ تیس برس تک مسلسل استسقاء کی بیماری میں صاحب فراش رہے اور شکم کا آپریشن بھی ہوا، مگر جو پسند ہے، وہی مجھے بھی محبوب ہے۔ (حجتہ اللہ

52ھ میں بمقام بصرہ آپ کا وصال ہوا۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ873 و اکمال و اسد الغابہ جلد 4صفحہ137)

کرامت (فرشتوں سے سلام و مصافحہ)

آپ کی مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنا کرتے اور فرشتے آپ سے مصافحہ کیا کرتے تھے نیز آپ بہت مستجاب الدعوات بھی تھے، یعنی آپ کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ 873 و اسد الغابہ جلد 4صفحہ137و ابن سعد جلد 4صفحہ288)

۳۶ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور بعض کا قول ہے کہ یہ حضرت اُم المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ انہوں نے اس شرط پر ان کو آزاد کیا تھا کہ عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ ''سفینہ'' ان کا لقب ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ کسی نے ''رباح'' کسی نے ''مہران'' کسی نے ''رومان'' نام بتایا ہے۔ ''سفینہ'' عربی میں کشتی کو کہتے ہیں۔ ان کا لقب ''سفینہ'' ہونے کا سبب یہ ہے کہ دوران سفر ایک شخص تھک گیا تو اس نے اپنا سامان ان کے کندھوں پر ڈال دیا اور یہ پہلے ہی بہت زیادہ سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش طبعی اور مزاح کے طور پر یہ فرمایا کہ انت سفینة (تم تو کشتی ہو) اس دن سے آپ کا لقب مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ کا اصلی نام ہی بھول گئے، لوگ ان کا اصلی نام پوچھتے تو یہ فرماتے تھے کہ میں نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سفینہ'' رکھ دیا ہے، اب میں اس نام کو کبھی ہرگز ہرگز نہیں بدلوں گا۔ (اکمال صفحہ 597و اسد الغابہ جلد 2صفحہ 324)

کرامت (شیر نے راستہ بتایا)

ان کی مشہور اور نہایت ہی مستند کرامت یہ ہے کہ یہ روم کی سرزمین میں جہاد کے دوران اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے اور لشکر کی تلاش میں دوڑتے بھاگتے چلے جا رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک جنگل سے ایک شیر نکل کر ان کے سامنے آ گیا۔ انہوں نے ڈانٹ کر بلند آواز سے فرمایا کہ اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرا معاملہ یہ ہے کہ میں لشکر اسلام سے الگ پڑ گیا ہوں اور لشکر کی تلاش میں ہوں۔ یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا ان کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا اور برابر ان کو اپنے ساتھ میں لئے ہوئے چلتا رہا یہاں تک کہ یہ لشکر اسلام میں پہنچ گئے تو شیر واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ جلد 2صفحہ 554 باب الکرامات)

ان کا نام صدی بن عجلان ہے مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنو باہلہ کے خاندان سے ہیں، اس لئے باہلی کہلاتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہو کر بیعتہ الرضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ دو سو پچاس حدیثیں ان سے مروی ہیں اور حدیثوں کے درس و اشاعت میں ان کو بے حد شغف تھا، پہلے مصر میں رہتے تھے۔ پھر حمص چلے گئے اور وہیں 86ھ میں اکیانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض مورخین نے ان کا سال وفات 81ھ تحریر کیا ہے۔ یہ اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے۔ (اکمال صفحہ586و اسد الغابہ جلد 3صفحہ 16)

کرامات (فرشتہ نے دودھ پلایا)

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ جس کو وہ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا کہ تم اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرو چنانچہ حکم نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے یہ اپنے قبیلہ میں پہنچے اور اسلام کا پیغام پہنچایا مگر ان کی قوم نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا، کھانا کھلانا تو بڑی بات ہے، پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا، بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے اور برا بھلا کہتے ہوئے ان کو بستی سے باہر نکال دیا۔ یہ بھوک پیاس سے انتہائی بے تاب اور نڈھال ہو چکے تھے، لاچار ہو کر کھلے میدان ہی میں ایک جگہ سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور ان کو دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن دیا۔ یہ اس دودھ کو پی کر خوب جی بھر کر سیراب ہو گئے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو نہ بھوک تھی نہ پیاس۔

اس کے بعد گاؤں کے کچھ خیر پسند اور سلجھے ہوئے لوگوں نے گاؤں والوں کو ملامت کی کہ اپنے ہی قبیلہ کا ایک معزز آدمی گاؤں میں آیا اور تم لوگوں نے اس کے ساتھ شرمناک قسم کی بدسلوکی کر ڈالی، جو ہمارے قبیلہ والوں کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ بن جائے گی۔ یہ سن کر گاؤں والوں کو ندامت ہوئی اور وہ لوگ کھانا پانی وغیرہ لے کر میدان میں ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تمہارے کھانے پانی کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھ کو تو میرے رب نے کھلا پلا کر سیراب کر دیا ہے اور پھر اپنے خواب کا قصہ بیان کیا۔ گاؤں والوں نے جب یہ دیکھ لیا کہ واقعی یہ کھا پی کر سیراب ہو چکے ہیں اور ان کے چہرے پر بھوک و پیاس کا کوئی اثر و نشان نہیں حالانکہ اس سنسان جنگل اور بیابان میں کھانا پانی کہیں سے ملنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو گاؤں والے آپ کی اس کرامت سے بے حد متاثر ہوئے یہاں تک کہ پوری بستی کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ 873 بحوالہ بیہقی و کنزالعمال جلد16صفحہ222 و مستدرک حاکم جلد 3صفحہ642)

امداد غیبی کی اشرفیاں

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی کا بیان ہے کہ یہ بہت ہی سخی اور فیاض آدمی تھے، کسی سائل کو بھی اپنے دروازے سے نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔ ایک دن ان کے پاس صرف تین اشرفیاں تھیں اور یہ اس دن روزہ سے تھے۔ اتفاق سے اس دن تین سائل دروازہ پر آئے اور آپ نے تینوں کو ایک ایک اشرفی دے دی، پھر سو رہے۔ باندی کہتی ہیں کہ میں نے نماز کے لئے انہیں بیدار کیا اور وہ وضو کر کے مسجد میں چلے گئے۔ مجھے ان کے حال پر بڑا ترس آیا کہ گھر میں نہ ایک پیسہ ہے نہ اناج کا ایک دانہ، بھلا یہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے؟ میں نے ایک شخص سے قرض لے کر رات کا کھانا تیار کیا اور چراغ جلایا۔ پھر میں جب ان کے بستر کو درست کرنے کے لئے گئی تو کیا دیکھتی ہوں تین سو اشرفیاں بستر پر پڑی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو گن کر رکھ دیا وہ نماز عشاء کے بعد جب گھر آئے اور چراغ جلتا ہوا اور بچھا ہوا دستر خوان دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا کہ آج تو ماشاءاللہ میرے گھر میں اللہ کی طرف سے خیر ہی خیر ہے۔ پھر میں نے انہیں کھانا کھلایا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ ان اشرفیوں کو یونہی لاپرواہی کے ساتھ بستر پر چھوڑ کر چلے گئے اور مجھ سے کہہ کر بھی نہیں گئے کہ میں ان کو اٹھا لیتی آپ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیسی اشرفیاں؟ میں تو گھر میں ایک پیسہ بھی چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔ یہ سن کر میں نے ان کا بستر اٹھا کر جب انہیں دکھایا کہ یہ لیجئے اشرفیاں پڑی ہوئی ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے لیکن انہیں بھی اس پر بڑا تعجب ہوا۔ پھر سوچ کر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری امداد غیبی ہے۔ میں اس کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ (حلیۃ اولالیاء جلد 10 صفحہ129صفحہ و شواھدالنبوۃ صفحہ218)

۳۸ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت ہی بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ جنگ احد اور اس کے بعد اسلامی معرکوں میں کفار سے لڑتے رہے۔ 6ھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روم کے بادشاہ قیصر کے دربار میں اپنا مبارک خط دے کر بھیجا اور قیصر روم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہ مبارک پڑھ کر ایمان لے آیا مگر اس کی سلطنت کے ارکان نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردا۔

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چمڑے کا موزہ بطور نذرانہ پیش کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا۔ یہ مدینہ منورہ سے شام میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے۔

(اکمال صفحہ594)

کرامت (حضرت جبرائیل ان کی صورت میں)

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی صورت میں زمین پر نازل ہوا کرتے تھے۔ (اکمال صفحہ 594و اسد الغابہ جلد2صفحہ 130)

۳۹ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ بنوکندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ 80ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (اکمال صفحہ 598)

کرامت (چورانوے برس کا جوان)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔ جعید بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورانوے برس تک نہایت ہی تندرست اور قوی ہیکل رہے اور کان، آنکھ، دانت کسی چیز میں بھی کمزوری کے آثار نہیں پیدا ہوئے تھے۔ (کنز العمال جلد16 صفحہ51)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عطا کہتے ہیں کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلے حصے کے بال بالکل سیاہ تھے اور سر کے پچھلے حصے کے سب بال اور داڑھی بالکل سفید تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا اے میرے آقا! یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے اس پر تعجب ہو رہا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے میرا نام پوچھا؟ میں نے اپنا نام سائب بن یزید بتایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا جہاں تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مباک پہنچا ہے، وہ بال سفید نہیں ہوئے اور آئندہ بھی کبھی سفید نہیں ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

۴۰ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں یہ فارس کے شہر ''رامہرمز'' کے باشندہ تھے۔ مجوسی مذہب کے پابند تھے اور ان کے باپ مجوسیوں کی عبادت گاہ آتش خانہ کے منتظم تھے۔ یہ بہت سے راہبوں اور عیسائی سادھوؤں کی صحبت اٹھا کر مجوسی مذہب سے بیزار ہو گئے اور اپنے وطن سے مجوسی دین چھوڑ کر دین حق کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے اور عیسائیوں کی صحبت میں رہ کر عیسائی ہو گئے۔ پھر ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا غلام بنا کر بیچ ڈالا اور یکے بعد دیگرے یہ دس آدمیوں سے زیادہ اشخاص کے غلام رہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یہ ایک یہودی کے غلام تھے جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

جنگ خندق میں مدینہ منورہ شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے ہی دیا تھا۔ یہ بہت ہی طاقتور تھے اور انصار و مہاجرین دونوں ہی ان سے محبت کرتے تھے، چنانچہ انصاریوں نے کہنا شروع کیا کہ سَلْمَانُ مِنَّا یعنی سلمان ہم میں سے ہے اور مہاجرین نے بھی یہی کہا کہ سَلْمَانُ مِنَّا یعنی سلمان ہم میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر بہت بڑا اکرم عظیم تھا جب

انصار و مہاجرین کا نعرہ سنا تو ارشاد فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ (یعنی سلمان ہم میں سے ہیں) یہ فرما کر ان کو اپنے اہل بیت میں شامل فرمالیا۔ عقد مواخات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابوالدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔ اکابر صحابہ میں ان کا شمار ہے، بہت عابد و زاہد اور متقی و پرہیز گار تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ یہ رات میں بالکل ہی اکیلے صحبت نبوی سے سرفراز ہوا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم اول بھی سیکھا اور علم آخر بھی سیکھا اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ احادیث میں ان کے فضائل و مناقب بہت مذکور ہیں۔ ابونعیم نے فرمایا کہ ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ بعض کا قول ہے تین سو پچاس برس کی عمر ہوئی اور دو سو پچاس برس کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ بعض کا قول ہے تین سو پچاس برس کی عمر ہوئی اور دو سو پچاس برس کی عمر پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ 35ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

یہ مرض الموت میں تھے تو حضرت سعد اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ ان حضرات نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو وصیت کی تھی کہ تم لوگ دنیا میں اتنا ہی سامان رکھنا، جتنا کہ ایک سوار مسافر اپنے ساتھ رکھتا ہے لیکن افسوس کہ میں اس مقدس وصیت پر عمل نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس اس سے کچھ زائد سامان ہے۔ بعض مورخین نے آپ کی وفات کا سال 10 رجب 33ھ یا 34ھ تحریر کیا ہے۔ مزار مبارک مدائن میں ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے۔ (ترمذی مناقب سلمان فارسی و اکمال صفحہ 587 و حاشیہ کنز العمال جلد 16 صفحہ 36 و اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 328)

کرامات (ملک الموت نے سلام کیا)

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ تم نے جو تھوڑا سا مشک رکھا ہے۔ اس کو پانی میں گھول کر میرے سر میں لگا دو کیونکہ اس وقت میرے پاس کچھ ایسی ہستیاں تشریف لانے والی ہیں جو نہ انسان ہیں اور نہ جن۔ ان کی بیوی صاحبہ کا بیان ہے کہ میں نے مشک کو پانی میں گھول کر ان کے سر میں لگا دیا اور میں جیسے ہی مکان سے باہر نکلی، گھر کے اندر سے آواز آئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ الله ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِب رَسُوْلِ اللّٰه میں یہ آواز سن کر مکان کے اندر گئی تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مطہرہ پرواز کر چکی تھی اور وہ اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ گویا گہری نیند سو رہے ہیں۔ (شواهد النبوة صفحہ 221)

خواب میں اپنے انجام کی خبر دینا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیئے ہم اور آپ یہ عہد کریں کہ ہم دونوں میں سے جو بھی پہلے وصال کرے، وہ خواب میں آ کر اپنا حال دوسرے کو بتادے۔ میں نے کہا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں مومن کی روح آزاد رہتی ہے۔ روئے زمین میں جہاں چاہے جاسکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا۔

پھر میں ایک دن قیلولہ کر رہا تھا تو بالکل ہی اچانک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے سامنے آ گئے اور بلند آواز سے انہوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ میں نے وجواب دیا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اوران سے دریافت کیا کہ کہئے وصال کے بعد آپ پر کیا گزری؟ اور آپ کس مرتبہ پر ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں بہت ہی اچھے حال میں ہوں اور میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ خدا پر توکل کرتے رہیں کیونکہ توکل بہترین چیز ہے، توکل بہترین چیز ہے۔ توکل بہترین چیز ہے۔ اس جملہ کو انہوں نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ (شواهد النبوة صفحه 221)

تبصرہ

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ خدا کے نیک بندوں کی روحیں اپنے گھروں یا احباب کے مکانوں پر جایا کرتی ہیں اور اپنے متعلقین کو ضروری ہدایات بھی دیتی رہتی ہیں اور یہ روحیں کبھی خواب میں اور کبھی عالم مثال میں اپنے مثالی جسموں کے ساتھ بیداری میں بہت سے بزرگوں سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے وفات کے بعد اپنے جسموں کے ساتھ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے متعلقین سے ملاقات کی اور نیز اپنے دوسروں کے حالات کے بارے میں بات کی۔ چنانچہ مشہور روایت ہے کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قبر منور سے باہر تشریف لائے اوحضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی نسبت طریقت سے سرفراز فرما کر خلافت عطا فرمائی۔

چنانچہ شجرہ نقشبندیہ پڑھنے والے یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ہیں حالانکہ تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے تقریباً انتالیس برس بعد حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ خرقان میں پیدا ہوئے۔

چرند پرند تابع فرمان

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ جنگل میں دوڑتے ہوئے ہرن کو بلایا تو وہ آپ کے پاس فوراً حاضر ہوگیا، اسی طرح ایک مرتبہ اڑتی ہوئی چڑیا کو آپ نے آواز دی تو وہ آپ کی آواز سن کر زمین پر اتر پڑی۔ (تذکرہ محمود)

فرشتہ سے گفتگو

سلمہ بن عطیہ اسدی کا بیان ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسلمان کے پاس اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور وہ جاں کنی کے عالم میں تھا، تو آپ نے فرمایا کہ اے فرشتہ! تو اس کے ساتھ نرمی کر! راوی کہتے ہیں کہ اس مسلمان نے کہا کہ اے سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ فرشتہ آپ کے جواب میں کہتا ہے کہ میں تو ہر مومن کے ساتھ نرمی ہی اختیار کرتا ہوں۔
(حلیتہ الاولیاء جلد 1صفحہ204)

٤١ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ''اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' ہے۔ ان کے والدین جب ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو یہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ یہ بہت ہی دانشمند حلیم، نہایت ہی علم وفضل والے اور بہت ہی پاکباز و پرہیز گار تھے اور سخاوت میں تو اس قدر بلند مرتبہ تھے کہ انہیں بحرالجود (سخاوت کا دریا) اور اَسْخَی الْمُسْلِمِیْن (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہتے تھے۔ نوے برس کی عمر پا کر 80ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ (کمافی اسماء الرجال صفحہ 604)

ان کے وصال کے وقت عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے، ان کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ آئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور ان کا جنازہ اٹھا کر جنت البقیع کے قبرستان تک لے گئے۔

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آنسوان کے رخسار پر بہہ رہے تھے اور وہ زور زور سے یہ کہہ رہے تھے کہ اے عبداللہ بن جعفر! آپ بہت ہی بہترین آدمی تھے آپ میں کبھی کوئی شر تھا ہی نہیں۔ آپ شریف تھے، لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والے نیکوکار تھے۔ پھر حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کی عمر نوے برس کی تھی اور بعض کا قول ہے کہ بانوے برس کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ اسی طرح آپ کے وصال کے سال میں بھی اختلاف ہے۔ 80ھ، 81ھ، 85ھ تین اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ جلد 3صفحہ133تا135)

کرامات (سجدہ گاہ سے چشمہ اُبل پڑا)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میرے باپ کے ذمہ تمہارا کچھ قرض باقی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو معاف کر دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اس قرض کو معاف کرانا ہرگز ہرگز پسند نہیں کروں گا ہاں یہ اور بات ہے کہ میرے پاس نقد رقم نہیں ہے لیکن میرے پاس زمینیں ہیں۔ آپ میری فلاں زمین اپنے اس قرض میں لے لیجئے مگر اس زمین میں کنواں نہیں ہے اور آبپاشی کے لئے دوسرا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔ آپ اس زمین میں تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر اپنے غلام کو مصلیٰ بچھانے کا حکم دیا اور آپ نے اس جگہ دو رکعت نماز پڑھی اور بڑی دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ پھر مصلیٰ اٹھا کر آپ نے غلام سے فرمایا کہ اس جگہ زمین کھودو۔ غلام نے زمین کھودی تو ناگہاں وہاں سے پانی کا ایک ایسا ذخائر چشمہ ابلنے لگا جس سے نہ صرف اس زمین بلکہ آس پاس کی تمام زمینوں کی آبپاشی و سیرابی کا انتظام ہو گیا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 135)

قبر پر اشعار

آپ کی قبر منور پر مندرجہ ذیل دو اشعار لکھے ہوئے دیکھے گئے، مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس کے اشعار ہیں اور کس نے لکھے ہیں؟ اس لئے ہم اس کو آپ کی ایک کرامت شمار کرتے ہیں۔ اشعار ہیں۔

مُقِيْمَ اِلىٰ اَنْ يَّبعَثَ اللّٰهُ خَلْقَه‘ لِقَآءِ کَ لَا يُرْجٰى وَاَنْتَ قَرِيْب‘

”آپ اس وقت تک یہاں مقیم رہیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو قبروں سے اٹھائے گا، آپ کی ملاقات کی کوئی امید ہی نہیں کی جاسکتی، حالانکہ آپ بہت ہی قریب ہیں۔“

تَزِيْدُ بَلٰى فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَتَنْسٰى كَمَا تُبْلٰى وَاَنْتَ حَبِيْب

”آپ ہر دن اور ہر رات پرانے ہوتے جائیں گے اور جیسے جیسے آپ پرانے ہوتے جائیں گے، لوگ آپ کو بھولتے جائیں گے حالانکہ آپ ہر شخص کے محبوب ہیں۔“

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 135)

تبصرہ

حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند اور خاندان بنو امیہ کے ایک ممتاز فرد اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں اور باوجودیکہ دونوں خاندانوں میں خاندانی عصبیت کی بناء پر خصوصاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کشیدگی رہا کرتی تھی مگر حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ عثمانی تھے۔ خاندان بنو امیہ کے ایک نامور فرزند تھے۔ پھر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھے لیکن ان سب وجوہات

کے باوجود انہوں نے حاکم مدینہ منورہ ہوتے ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا، کفن پہنایا اور جنت البقیع کے قبرستان تک روتے ہوئے جنازہ اٹھایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی نیک نفس اور خاندانی عصبیت سے بالکل پاک و صاف تھے اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر مقبول خلائق تھے کہ خاندان بنو ہاشم و خاندان بنوامیہ دونوں کی نگاہوں میں انتہائی محترم و معظم تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۲ حضرت ذویب بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ذویب بن کلیب بن ربیعہ خولانی رضی اللہ عنہ نے یمن کی سرزمین میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کا نام عبداللہ رکھا۔

کرامت (آگ نہیں جلا سکی)

ان کی انتہائی حیرتناک کرامت یہ ہے کہ اسود عنسی نے جب یمن کے شہر صنعا میں نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنا کلمہ پڑھنے پر مجبور کرنے لگا تو حضرت ذویب بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی سختی کے ساتھ اس کی جھوٹی نبوت کا انکار کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی اطاعت سے روکنا شروع کر دیا۔ اس سے جل بھن کر اسود عنسی ظالم نے آپ کو گرفتار کر کے جلتی ہوئی آگ کے شعلوں میں ڈال دیا مگر آگ سے بدن تو کیا ان کے جسم کے کپڑے بھی نہیں جلے، یہاں تک کہ پوری آگ جل کر بجھ گئی اور یہ زندہ و سلامت رہے۔ جب یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نادرالوجود کرامت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری امت میں حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح آگ کے شعلوں میں جلنے سے محفوظ رہا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ خبر سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بآواز بلند یہ کہا کہ الحمدللہ! کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو بھی پیدا فرمایا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح آگ کے شعلوں میں جلنے سے محفوظ رہا۔ (حجتہ اللہ جلد 2 صفحہ 874 و اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 148)

تبصرہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو کذابوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ایک ''مسیلمۃ الکذاب'' دوسرا ''اسود عنسی'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں حضرت فیروز دیلمی اور حضرت قیس بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسود عنسی کو اس طرح قتل کیا کہ حضرت فیروز دیلمی اس کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ گئے اور حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا مگر مسیلمۃ الکذاب کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں نے قتل کیا اور یہ دونوں جھوٹے مدعیان نبوت دنیا سے فنا ہو گئے۔

(اکمال صفحہ 585 وغیرہ)

۴۳ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد کا نام عمرو تھا جو ابن عویمر بن حارث اعرج کے نام سے مشہور ہیں۔ اہل حجاز نے ان کی حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ 61ھ میں 71 یا 80 برس کی عمر میں وفات پائی۔ (اکمال صفحہ560و اسد الغابہ جلد 2صفحہ50)

کرامت (اُنگلیاں روشن ہو گئیں)

ان کی ایک بہت نادر الوجود کرامت یہ ہے کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں گئے تھے اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوٹ گیا اور یہ چند آدمی سخت اندھیری رات میں ادھر ادھر بکھر گئے نہ کسی کو راستہ ملتا تھا نہ ایک دوسرے کی خبر تھی۔ اس پریشانی و حیرانی کے عالم میں ایک دم اچانک ان کی پانچوں انگلیاں اس قدر روشن ہو گئیں کہ ان کی روشنی میں سب کو راستہ نظر آ گیا اور سب بکھرے ہوئے لوگ اکٹھا ہو گئے اور ہلاکت و بربادی سے بچ گئے۔ (دلائل النبوۃ جلد 3صفحہ206)

۴۴ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ بنو ثقیف میں سے ہیں۔ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی تھے۔ بہت سی اسلامی لڑائیوں میں شریک جہاد رہے اور محدثین کی بہت بڑی جماعت نے ان سے حدیثوں کا درس لیا اور کوفہ کے محدثین میں ان کا شمار ہے۔ (اکمال صفحہ623)

کرامت (عذاب قبر کی آواز سن لی)

ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ قبرستان میں گزرے تو میں نے ایک قبر میں دھماکہ سنا، گھبرا کر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے ایک قبر میں دھماکہ کی آواز سنی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے بھی اس دھماکہ کی آواز سن لی؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ ایک قبر والے کو اس کی قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔ یہ اسی عذاب کی آواز کا دھماکہ تھا جو تو نے سنا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس قبر والے کو کس گناہ کے سبب عذاب دیا جارہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص چغل خوری کیا کرتا تھا اور اپنے بدن اور کپڑوں کو پیشاب سے نہیں بچاتا تھا۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ874بحوالہ بیہقی)

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لئے حکمت اور فقہ وتفسیر کے علوم کے حاصل ہونے کے لئے دعا مانگی۔ان کا علم بہت ہی وسیع تھا،اسی لئے کچھ لوگ ان کو بحر (دریا) کہتے تھے اور حبر الامتہ (امت کا بہت بڑا عالم) یہ تو آپ کا بہت ہی مشہور لقب ہے۔یہ بہت ہی خوبصورت اور گورے رنگ کے نہایت ہی حسین وجمیل شخص تھے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو کم عمری کے باوجود امور خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے رہے۔لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس محدث سے کہا کہ تم اس نوعمر شخص (عبداللہ بن عباس) کی درس گاہ سے چمٹے ہوئے ہو اور اس اکابر صحابہ کی درس گاہوں میں نہیں جا رہے ہو۔طاؤس محدث نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ستر صحابہ کرام، جب ان کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو وہ سب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرتے تھے،اس لئے مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے۔اس لئے میں ان کی درس گاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ آپ پر خوف خدا کا بہت زیادہ غلبہ رہتا۔آپ اس قدر زیادہ روتے کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کا نشان پڑ گیا تھا۔68ھ میں بمقام طائف 71 برس کی عمر میں وصال ہوا۔(اکمال صفحہ604و اسد الغابہ جلد 3صفحہ192)

کرامات

ان کی کرامتوں میں سے تین کرامتیں بہت زیادہ مشہور ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

کفن میں پرند

میمون بن مہران تابعی محدث کا بیان ہے کہ میں طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جنازہ میں حاضر تھا جب لوگ نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو بالکل ہی اچانک نہایت تیزی کے ساتھ ایک سفید پرند آیا اور ان کے کفن کے اندر داخل ہوگیا۔نماز کے بعد ہم لوگوں نے ٹٹول کر بہت تلاش کیا مگر اس پرند کا کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا؟ (مستطرف جلد 2صفحہ281)

غیبی آواز

جب لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دفن کر چکے اور قبر پر مٹی برابر کی جا چکی تو تمام حاضرین نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ تلاوت کر رہا ہے۔ یَاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً

''اے اطمینان پانیوالی جان! تو اپنے رب کے دربار میں اس طرح حاضر ہو جا کہ تو خدا سے خوش ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے۔''

(مستطرف جلد2صفحہ281 و کنز العمال جلد 16و حاشیہ کنز العمال صفحہ73)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دیدار

یہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک کرامت ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (اکمال صفحہ 604)

٤٦ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور خاندان بنی خزرج سے ان کا نسبی تعلق ہے۔ اکابر صحابہ کی فہرست میں ان کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب تھے اور ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین زندگی، پھر شہادت، پھر جنت کی بشارت دی تھی۔ 12ھ میں جنگ یمامہ کے دن مسیلمۃ الکذاب کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے شہادت سے سربلند ہو گئے۔

(اکمال صفحہ 588وغیرہ)

کرامت (موت کے بعد وصیت)

ان کی یہ ایک کرامت ایسی بے مثل کرامت ہے کہ اس کی دوسری کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ شہید ہو جانے کے بعد آپ نے ایک صحابی سے خواب میں یہ فرمایا کہ اے شخص! تم امیر لشکر حضرت خالد بن الولید سے میرا یہ پیغام کہہ دو کہ میں جس وقت شہید ہوا میرے جسم پر لوہے کی ایک زرہ تھی جس کو ایک مسلمان سپاہی نے میرے بدن سے اتار لیا اور اپنے گھوڑا باندھنے کی جگہ پر اس کو رکھ کر اس پر ایک ہانڈی اوندھی کر کے اس کو چھپا رکھا ہے لہٰذا امیرِ لشکر میری اس زرہ کو برآمد کر کے اپنے قبضے میں لے لیں۔

اور تم مدینہ منورہ پہنچ کر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میرا یہ پیغام کہہ دینا کہ جو مجھ پر قرض ہے، وہ اس کو ادا کر دیں اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ خواب دیکھنے والے صحابی نے اپنا خواب حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے فوراً ہی تلاشی لی اور واقعی ٹھیک اسی جگہ سے زرہ برآمد ہوئی جس جگہ کا خواب میں آپ نے نشان بتایا تھا اور جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خواب سنایا گیا تو آپ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کو نافذ کرتے ہوئے ان کا قرض ادا فرما دیا اور ان کے غلام کو آزاد قرار دے دیا۔

مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ خصوصیت ہے جو کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی، کیونکہ ایسا کوئی شخص بھی میرے علم میں نہیں ہے کہ اس کے مر جانے کے بعد خواب میں کی ہوئی اس کی وصیت کو نافذ کیا گیا ہو۔ (تفسیر صاوی جلد2صفحہ 108)

ان کا اصلی نام عبداللہ اور ان کا اصلی وطن ''حضر موت'' ہے۔ یہ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا حاکم بنادیا۔ 14 ھ میں بحالت جہاد آپ کی وفات ہوئی۔ (اکمال صفحہ607)

کرامات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین کے مرتدین سے جہاد کرنے کے لئے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تو ہم لوگوں نے ان کی تین کرامتیں ایسی دیکھی ہیں کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان تین میں سے کونسی زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔

پیادہ اور سوار دریا کے پار

''داربن'' پر حملہ کرنے کے لئے کشتیوں اور جہازوں کی ضرورت تھی، مگر کشتیوں کے انتظام میں بہت لمبی مدت درکار تھی، اس لئے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کو للکارا کہ اے مجاہدین اسلام! تم لوگ خشک میدانوں میں تو خداوند قدوس کی امداد و نصرت کا نظارہ بار بار دیکھ چکے ہو۔ اب اگر سمندر میں بھی اس کی تائید غیبی کا جلوہ دیکھنا ہو تو تم سب لوگ سمندر میں داخل ہو جاؤ۔ آپ نے یہ کہا اور مع اپنے لشکر کے یہ دعا پڑھتے ہوئے سمندر میں داخل ہو گئے۔

یَاارْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَاکَرِیْمُ یَاحَلِیْمُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَاحَیُّ یَامُحْیِ الْمَوْتیٰ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لاَ اِلّٰا اَنْتَ

کوئی اونٹ پر سوار تھا، کوئی گھوڑے پر، کوئی گدھے پر سوار تھا، کوئی خچر پر اور بہت سے پیدل چل رہے تھے، مگر سمندر میں قدم رکھتے ہی سمندر کا پانی خشک ہو کر اس قدر رہ گیا کہ جانوروں کے صرف پاؤں تر ہوئے تھے۔ پورا اسلامی لشکر اس طرح آرام و راحت کے ساتھ سمندر میں چل رہا تھا، گویا بھیگے ہوئے ریت پر چل رہا ہے جس پر چلنا نہایت ہی سہل اور آسان ہوتا ہے چنانچہ اس کرامت کو دیکھ کر ایک مسلمان مجاہد نے جن کا نام عفیف بن المنذر تھا، برجستہ اپنے ان دو شعروں میں اس کی ایسی منظر کشی کی ہے جو بلاشبہ وجد آفرین ہے۔

اَلَم تَرَ اَنَّ اللّٰہ ذَلَّلَ بَحْرَہٗ وَاَنْزَلَ بِالْکُفَّارِ اِحْدَ الْجَلَائِلِ

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدوں کے لئے اپنے سمندر کو فرمانبردار بنا دیا اور کفار پر ایک بہت بڑی مصیبت نازل فرمادی۔''

دَعَوْنَا اِلیٰ شَقِّ الْبِحَار فَجَائِنَا بَاعْجَبَ مِنْ فَلَقَ الْبِحَار الْاَوَائِل

''ہم لوگوں نے سمندر کے پھٹ جانے کی دعا مانگی تو خدا نے اس سے کہیں زیادہ عجیب واقعہ ہمارے لئے پیش فرمادیا جو دریا پھاڑنے کے سلسلے میں پہلے لوگوں کے لئے ہوا تھا۔''

(البدایہ والنہایہ جلد7صفحہ329و دلائل النبوۃ جلد3صفحہ208)

چمکتی ریت سے پانی نمودار ہو گیا

دوسری کرامت یہ ہے کہ ہم لوگ چٹیل میدان میں جہاں پانی بالکل ہی نایاب تھا، پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گئے اور بہت سے مجاہدین کو تو اپنی ہلاکت کا یقین بھی ہو گیا۔ اپنے لشکر کا یہ حال دیکھ کر حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھ کر دعا مانگی تو ایک دم ناگہاں لوگوں کو بالکل ہی قریب سوکھی ریت پر پانی چمکتا ہوا نظر آ گیا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اچانک ایک بدلی نمودار ہوئی اور اس قدر پانی برسا کہ جل تھل ہو گیا اور سارا لشکر جانوروں سمیت پانی سے سیراب ہو گیا اور لشکر والوں نے اپنے تمام برتنوں کو بھی پانی سے بھر لیا۔ (طبری جلد 3 صفحہ 257 و دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 802)

لاش قبر سے غائب

تیسری کرامت یہ ہے کہ جب حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو ہم لوگوں نے ان کو ریتلی زمین میں دفن کر دیا۔ پھر ہم لوگوں کو خیال آیا کہ کوئی جنگلی جانور آسانی کے ساتھ ان کی لاش کو نکال کر کھا ڈالے گا لہٰذا ان کو کسی آبادی کے قریب سخت زمین میں دفن کرنا چاہئے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے فوراً ہی پلٹ کر ان کی قبر کو کھودا تو ان کی مقدس لاش قبر سے غائب ہو چکی تھی اور تلاش کے باوجود ہم لوگوں کو نہیں ملی۔ (دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 208)

۴۸ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ بہت ہی مشہور صحابی ہیں، آپ کے والد کا نام رباح ہے۔ یہ حبشہ کے رہنے والے تھے اور مکہ مکرمہ میں ایک کافر امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اسی حال میں مسلمان ہو گئے۔ امیہ بن خلف نے ان کو بہت ستایا اور ان پر بڑے بڑے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے مگر یہ پہاڑ کی طرح اسلام پر ڈٹے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کثیر رقم اور ایک غلام دے کر ان کو امیہ بن خلف سے خرید لیا اور اللہ و رسول کی رضا جوئی کے لئے ان کو آزاد کر دیا، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے، کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار (بلال) کو آزاد کیا۔

خدا کی شان کہ جنگ بدر میں امیہ بن خلف کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے چند انصاریوں کی مدد سے قتل کیا۔ تمام اسلامی جہادوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ جہاد فرماتے اور مسجد نبوی کے موذن بھی رہے۔ وصال نبوی کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کو خالی دیکھنا ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔

فراق رسول میں ہر وقت روتے رہتے۔ اس لئے مدینہ منورہ کو خیرباد کہہ دیا اور ملک شام میں سکونت اختیار کر لی۔ پھر 20ھ میں 63 برس کی عمر پا کر شہر دمشق میں وصال فرمایا اور باب الصغیر میں مدفون ہوئے اور بعض مورخین کا قول ہے کہ آپ کا وصال شہر حلب میں ہوا اور باب الاربعین میں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ واللہ اعلم (کما فی اسماء الرجال صفحہ 507)

کرامت (خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار)

ایک مرتبہ خواب میں سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے سرفراز ہوئے تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار بھرے لہجے میں ارشادفرمایااے بلال! یہ کیاانداز ہے کہ تم ہمارے پاس کبھی نہیں آتے۔خواب سے بیدار ہوئے تو اس قدر بے قرار ہوگئے کہ فوراًہی اونٹ پرسوار ہوکرعزم سفرہوگئے۔جب مدینہ منورہ میں روضہ انور کے پاس پہنچے تو شدت غم سے غش کھاکرگرپڑے اورزمین پرلوٹنے لگے۔جب کچھ سکون ہواتو حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہمانے اذان کی فرمائش کی۔پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلوں کی فرمائش پرانکارکی گنجائش ہی نہیں تھی۔آپ نے مسجد نبوی میں اذان دی اورزمانہ نبوت کی بلالی اذان جب اہل مدینہ کے کان میں پڑی تو ایک کہرام مچ گیا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں جوش بے قراری میں گھروں سے باہرنکلیں اور ہرچھوٹابڑادور نبوت کی یادسے بے قرار ہوکرزاروزاررونے لگا۔چنددنوں مدینہ منورہ میں رہ کرپھرآپ ملک شام چلے گئے۔ (اسد الغابہ جلد 1صفحہ206 تا صفحہ209)

۴۹ حضرت حنظلہ بن حزیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ایک مرتبہ اپنے باپ کے ساتھ دربارنبوت میں حاضرہوئے اوران کے باپ نے ان کے لئے دعا کی درخواست کی۔حضوررحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ کرم اپنادست اقدس ان کے سرپرپھیراجس کی بدولت ان کومندرجہ ذیل کرامت ملی۔ (اسد الغابہ جلد 2صفحہ 65)

کرامت (سرلگتے ہی مرض غائب)

جس قسم کابھی کوئی مریض انسان یاجانور جب ان کے پاس لایاجاتاتویہ اپناسراس مریض کے بدن پرلگادیتے تھے،توفی الفورشفاء حاصل ہوجاتی تھی اورایک روایت میں یہ ہے کہ یہ اپنے ہاتھ میں اپنالعاب دہن لگا کراپنے سرپررکھتے اوریہ دعاپڑھتے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی اَثَرِیَدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ پھراپناہاتھ مریض کے ورم پرپھیردیتے توفوراًمریض شفایاب ہوجاتا۔ (کنزالعمال جلد 15صفحہ327مطبوعہ حیدر آباد)

ان کا اسم گرامی جندب بن جنادہ ہے مگر اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں اور یہ اپنے زہد و قناعت اور تقویٰ و عبادت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض مورخین کا قول ہے کہ اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا۔ پھر اپنے وطن قبیلہ بنی غفار میں چلے گئے۔ پھر جنگ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کچھ دنوں کے لئے ملک شام چلے گئے۔ پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ سے چند میل دور مقام ''ربذہ'' میں سکونت اختیار کر لی۔ (اکمال صفحہ 594)

بہت سے صحابہ اور تابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام ربذہ 32ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (اکمال صفحہ 594)

ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کا شوق ہو وہ ابوذر کا دیدار کر لے۔ (کنز العمال جلد 12 صفحہ 255)

کرامات (جنگل میں کفن)

روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی صاحبہ رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا بیوی تم روتی کیوں ہو؟ بیوی نے جواب دیا، میں کیوں نہ روؤں اس جنگل میں آپ وصال فرما رہے ہیں اور ہمارے پاس نہ کفن ہے نہ کوئی آدمی۔ مجھے یہ فکر ہے کہ اس جنگل میں آپ کی تجہیز و تکفین کا میں کہاں سے اور کیسے انتظام کروں گی! آپ نے فرمایا تم مت روؤ اور نہ کوئی فکر کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں وصال فرمائے گا اور اس کا جنازہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں وصال کرنے والا صحابی میں ہی ہوں۔ اس لئے تم فکر نہ کرو اور انتظار کرو، ممکن ہے کوئی جماعت آ رہی ہو۔ یہ کہہ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال فرما گئے۔ ان کی بیوی کا بیان ہے کہ وصال کے تھوڑی ہی دیر کے بعد بالکل اچانک چند سوار آ گئے اور ایک نوجوان نے اپنی گٹھڑی میں سے ایک نیا کفن نکالا اور آپ اسی کفن میں مدفون ہوئے اور سواروں کی اس جماعت نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن کا انتظام کیا۔ (الکلام المبین و کنز العمال جلد 15 صفحہ 284، مطبوعہ حیدر آباد)

فقط زمزم پر زندگی

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو روزانہ مسجد حرام میں جا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہتے اور کفار مکہ ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ مرنے کے قریب ہو جاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لوگوں سے یہ کہہ کر بچایا کرتے تھے کہ یہ قبیلہ غفار کے آدمی ہیں جو تم قریشیوں کی شامی تجارت کی شاہراہ پر واقع ہے لہٰذا ان کو ایذا مت دو، ورنہ تمہاری شامی تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پندرہ دن اور رات اسی حرم کعبہ میں روانہ اپنے اسلام کا اعلان کرتے اور کفار سے مار کھاتے رہے اور ان پندرہ دنوں اور راتوں میں زمزم شریف کے پانی کے سوا ان کو گیہوں یا چاول کا ایک دانہ یا ذرہ برابر کوئی دوسری غذا میسر نہیں ہوئی مگر یہ صرف زمزم شریف پی کر زندہ رہے اور پہلے سے زیادہ تندرست اور فربہ ہو گئے۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 499 باب قصہ زمزم و حاشیہ بخاری صفحہ 499 و فتح الباری)

۵۱ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرزند اکبر ہیں، ان کی کنیت ابو محمد اور لقب ''سبط پیمبر'' و ''ریحانۃ الرسول'' ہے۔ 15 رمضان 3ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور آپ کے فضائل و مناقب میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ اپنا آدھا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ میں چالیس ہزار مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر موت کی بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا، لیکن آپ نے تقریباً چھ ماہ کے بعد جمادی الاولیٰ 41ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرما کر خلافت ان کے سپرد فرما دی اور خود عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبر دی تھی، وہ ظاہر ہو گئی کہ میرا بیٹا ''سید'' ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کر دے گا۔ چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد نہ فرما دیتے تو ظاہر ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں فوجوں کے درمیان بڑی خونریز جنگ ہوتی جس سے ہزاروں عورتیں بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم ہو جاتے اور سلطنت اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا مگر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خیر پسند طبیعت اور نیک مزاجی کی بدولت مسلمانوں میں خونریزی کی نوبت نہیں آئی۔ 5 ربیع الاول 49ھ میں آپ بمقام مدینہ منورہ زہر خورانی کے باعث شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (اکمال صفحہ 560 و اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 90 تا 102)

کرامات (خشک درخت پر تازہ کھجوریں)

آپ کی بہت سی کرامتوں میں سے یہ ایک کرامت بہت زیادہ مشہور ہے کہ ایک سفر میں آپ کا گزر کھجوروں کے ایک ایسے باغ میں ہوا جس کے تمام درخت خشک ہو گئے تھے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند بھی اس سفر میں آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ نے اسی باغ میں پڑاؤ کیا اور خدام نے آپ کا بستر ایک سوکھے درخت کی جڑ میں بچھا دیا اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ! کاش! اس سوکھے درخت پر تازہ کھجوریں ہوتیں تو ہم لوگ سیر ہو کھا لیتے۔ یہ سن کر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چپکے سے کوئی دعا پڑھی اور بالکل ہی اچانک منٹوں میں وہ سوکھا درخت بالکل سر سبز و شاداب ہو گیا اور اس میں تازہ پکی ہوئی کھجوریں لگ گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر ایک شتربان کہنے لگا کہ خدا کی قسم! یہ تو جادو کا کرشمہ ہے۔ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند نے اس کو بہت زور سے ڈانٹا اور فرمایا کہ توبہ کر، یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ شہزادۂ رسول کی دعائے مقبول کی کرامت ہے۔ پھر لوگوں نے کھجوروں کو درخت سے توڑا اور سب ہمراہیوں نے خوب شکم سیر ہر کر کھایا۔

(روضہ الشہداء باب 6 صفحہ 109)

فرزند پیدا ہونے کی بشارت

آپ پیدل حج کے لئے جا رہے تھے درمیان راہ میں ایک منزل پر قیام فرمایا وہاں آپ کا ایک عقیدت مند حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں آپ کا غلام ہوں، میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے آپ دعا فرمائیں کہ تندرست لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر جاؤ، تمہیں جیسے فرزند کی تمنا ہے ویسا ہی فرزند تم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا ہے اور تمہارا یہ لڑکا ہمارا عقیدت مند اور جاں نثار ہوگا۔ وہ شخص جب اپنے مکان پر پہنچا تو یہ دیکھ کر خوشی سے باغ باغ ہو گیا کہ واقعی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے فرزند کی بشارت دی تھی ویسا ہی لڑکا اس کے ہاں پیدا ہوا۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 172)

تبصرہ

خشک درخت پر تازہ کھجوروں کا دفعتاً لگ جانا اور عقیدت مند کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے یا لڑکا؟ اور پھر اس بات کو جان لینا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر ہمارا عقیدت مند و جاں نثار ہوگا۔ غور فرمائیے کہ یہ کتنی عظیم اور کس قدر شاندار کرامتیں ہیں۔ سبحان اللہ! کیوں نہ ہو کہ آپ ابن رسول اور نور دیدۂ حیدر و بتول ہیں اور خداوند کی بارگاہ میں بے انتہا مقبول ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت 5 شعبان 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام نامی ''حسین'' اور لقب ''سبط الرسول'' و ''ریحانۃالرسول'' ہے۔ 10 محرم 61ھ جمعہ کے دن کربلا کے میدان میں یزیدی ستم گاروں نے انتہائی بیدردی کے ساتھ آپ کو شہید کر دیا۔ (اکمال صفحہ 560)

کرامات (کنوئیں سے پانی ابل پڑا)

ابوعون کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں ابن مطیع کے پاس سے گزر ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے ابن رسول! میرے اس کنوئیں میں پانی بہت کم ہے، اس میں ڈول بھرتا نہیں۔ میری ساری تدبیریں بیکار ہو چکی ہیں۔ کاش آپ ہمارے لئے برکت کی دعا فرمائیں۔ حضرت امام نے اس کنوئیں کا پانی منگایا اور آپ نے ڈول سے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا۔ پھر اس ڈول میں کلی فرمادی اور حکم دیا کہ سارا پانی کنوئیں میں انڈیل دیں جب ڈول کا پانی کنوئیں میں ڈالا تو نیچے سے پانی ابل پڑا کنوئیں کا پانی بہت زیادہ بڑھ گیا اور پانی پہلے سے بہت زیادہ شیریں اور لذیذ بھی ہو گیا۔ (ابن سعد 5صفحہ144)

بے ادبی کرنے والا آگ میں

میدان کربلا میں ایک بے باک مالک بن عروہ نے جب آپ کے خیمہ کے گرد خندق میں آگ جلتی ہوئی دیکھی تو اس بدنصیب نے یہ کہا کہ اے حسین تم نے آخر کی آگ سے پہلے ہی یہاں دنیا میں آگ لگالی؟ حضرت امام نے فرمایا کہ اے ظالم! کیا تیرا گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا؟ پھر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مجروح دل سے یہ دعا مانگی کہ ''خداوند! تو اس بدنصیب کو نارِ جہنم سے پہلے دنیا میں بھی آگ کے عذاب میں ڈال دے۔'' امامِ عالی مقام کی دعا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ فوراً ہی مالک بن عروہ کا گھوڑا اچھل گیا اور یہ شخص اس طرح گھوڑے سے گر پڑا کہ گھوڑے کی رکاب میں اس کا پاؤں الجھ گیا اور گھوڑا اس کو گھسیٹتے ہوئے خندق کی طرف لے بھاگا اور یہ شخص خیمہ کے گرد خندق کی آگ میں گر کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ (روضتہ الشہداء صفحہ 169)

نیزہ پر سر اقدس کی تلاوت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب یزیدیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو نیزہ پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا تو میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر تھا جب سر مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سر مبارک نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (کہف 15)

اسی طرح ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا کہ جب یزیدیوں نے سر مبارک کو نیزہ سے اتار کر ابن زیاد کے محل میں داخل کیا تو آپ کے مقدس ہونٹ ہل رہے تھے اور زبان اقدس پر اس آیت کی تلاوت جاری تھی:

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ

(روضتہ الشہداء صفحہ230)

تبصرہ

ان ایمان افروز کرامتوں سے یہ ایمانی روشنی ملتی ہے کہ شہدائے کرام اپنی اپنی قبروں میں تمام لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں، خدا کی عبادت بھی کرتے ہیں اور قسم قسم کے تصرفات بھی فرماتے رہتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی بہت جلد مقبول ہوتی ہیں۔

۵۳ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے والد کا نام ابوسفیان اور والدہ کا نام ہندہ بنت عتبہ ہے۔ 8ھ میں فتح مکہ کے دن یہ خود اور آپ کے والدین سب مسلمان ہو گئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ بہت ہی عمدہ کاتب تھے، اس لئے دربار نبوت میں وحی لکھنے والوں کی جماعت میں شامل کر لئے گئے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ شام کے گورنر مقرر ہو گئے اور حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ شام کے ہونے تک اس عہدہ پر فائز رہے مگر جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے ان کو گورنری سے معزول کر دیا لیکن انہوں نے معزولی کا پروانہ قبول نہیں کیا اور شام کی حکومت سے دست بردار نہیں ہوئے بلکہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے انہوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ان سے مقام صفین میں جنگ بھی کی۔

پھر جب 41ھ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت ان کے سپرد فرما دی تو یہ پورے عالم اسلام کے بادشاہ ہو گئے۔ بیس برس تک خلافت راشدہ کے گورنر رہے اور بیس برس تک خود مختار بادشاہ رہے اس طرح چالیس برس تک شام کے تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرتے رہے اور خشکی و سمندر میں جہادوں کا انتظام فرماتے رہے۔

اسلام میں بحری لڑائیوں کے موجد آپ ہیں، جنگی بیڑوں کی تعمیر کا کارخانہ بھی آپ نے بنوایا۔ خشکی اور سمندری فوجوں کی بہترین تنظیم فرمائی اور جہادوں کی بدولت اسلامی حکومت کی حدود کو وسیع اور وسیع تر کرتے رہے اور اشاعت اسلام کا دائرہ برابر بڑھتا رہا، جا بجا مساجد کی تعمیر اور درس گاہوں کا قیام فرماتے رہے۔ رجب 60ھ میں آپ نے لقوہ کی بیماری میں مبتلا ہو کر اپنے دارالسلطنت دمشق میں وصال فرمایا۔ بوقت وصال آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیراہن، ایک چادر، ایک تہبند اور کچھ موئے مبارک اور ناخن اقدس کے چند تراشے ہیں۔ ان تینوں مقدس کپڑوں کو میرے کفن میں شامل کیا جائے اور موئے مبارک اور ناخن اقدس کو میری آنکھوں میں رکھ کر مجھے ارحم الرحمین کے سپرد کیا جائے چنانچہ لوگوں نے آپ کی اس وصیت پر عمل کیا۔ (اکمال صفحہ 617وغیرہ)

بوقت وصال 78 یا 86 برس کی عمر تھی۔ وصال کے وقت ان کا بیٹا یزید دمشق میں موجود نہیں تھا، اسلئے ضحاک بن قیس نے آپکے کفن و دفن کا انتظام کیا اور اسی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی خوبصورت گورے رنگ والے اور نہایت ہی وجیہ اور رعب والے تھے چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''معاویہ'' عرب کے ''کسریٰ'' ہیں۔ (اسد الغابہ جلد 4صفحہ385تا 387)

کرامات

آپ کی چند کرامتیں بہت ہی مشہور ہیں اور آپ کے فضائل میں چند احادیث بھی مروی ہیں۔

جنگ میں کبھی مغلوب نہیں ہوئے

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ کشتی یا جنگ میں کبھی بھی اور کہیں بھی اور کسی شخص سے بھی مغلوب نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ ہی اپنے مدِ مقابل پر غالب رہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

اِنَّ مُعَاوِیَۃَ لَایُصَارِعُ اَحَداً اِلَّا صَرَعَہ' مَعَاوِیَۃُ ''یعنی معاویہ جس شخص سے لڑے گا، معاویہ ہی اس کو پچھاڑے گا۔''

(کنز العمال جلد12صفحہ317بحوالہ دیلمی عن ابن عباس)

دعا مانگتے ہی بارش

سلیم بن عامر حبائری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ملک شام میں بالکل ہی بارش نہیں ہوئی اور شدید قحط کا دور دورہ ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز استسقاء کے لئے میدان میں نکلے اور منبر پر بیٹھ کر آپ نے حضرت ابن الاسود جرشی کو بلایا اور ان کو منبر کے نیچے اپنے قدموں کے پاس بٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! ہم تیرے حضور میں حضرت ابن الاسود جرشی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں جن کو ہم اپنے سے نیک اور افضل سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت ابن الاسود جرشی اور تمام حاضرین بھی

اپنے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر بارش کی دعا مانگنے لگے۔ نا گہاں پچھّم سے ایک زوردار ابر اٹھا۔ پھر موسلا دار بارش ہونے لگی یہاں تک کہ ملک شام کی زمین سیراب ہو کر کھیتی سے سرسبز و شاداب ہو گئی۔ (طبقات ابن سعد جلد 7 صفحہ 444)

شیطان نے نماز کے لئے جگایا

حضرت علامہ مولانا جلال الدین مولائے روم نے اپنی مثنوی شریف میں آپ کی اس کرامت کو بڑی دھوم سے بیان فرمایا ہے کہ ایک روز آپ کے محل میں داخل ہو کر کسی نے آپ کو نماز فجر کے لئے بیدار کیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اور کس لئے تو نے مجھے جگایا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے امیر معاویہ! میں شیطان ہوں۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا کہ اے شیطان! تیرا کام تو انسان سے گناہ کرانا ہے اور تو نے مجھے نماز کے لئے جگا کر مجھے نیک عمل کرنے کا موقع دیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! میں جانتا ہوں کہ اگر سوتے رہنے میں آپ کی نماز فجر قضا ہو جاتی تو آپ خوف الٰہی سے اس قدر روتے اور اس کثرت سے توبہ استغفار کرتے کہ خدا کی رحمت کو آپ کی بے قراری و گریہ زاری پر پیار آ جاتا اور وہ آپ کی قضا نماز قبول فرما کر ادا نماز سے ہزاروں گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرما دیتا، چونکہ مجھے، خدا کے نیک بندوں سے بغض و حسد ہے اس لئے میں نے آپ کو جگا دیا تا کہ آپ کو کچھ زیادہ ثواب نہ مل سکے۔ (مثنوی مولانا روم علیہ الرحمتہ)

تبصرہ

مثنوی شریف کی اس حکایت سے معلوم ہوا کہ شیطان کبھی لوگوں کو سلا کر اور نمازیں قضا کرا کر نیکیوں اور ثوابوں سے محروم کرتا ہے کبھی کچھ لوگوں کو نمازوں کے لئے جگا کر ادا نمازیں پڑھوا کر زیادہ نیکیوں اور ثوابوں سے محروم کراتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جو لوگ صبح کو بیدار ہو کر نماز فجر جماعت سے پڑھتے ہیں تو شیطان کبھی کبھی کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ میں خدا کا بہت ہی نیک بندہ ہوں کیونکہ میں نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی ہے اور فلاں فلاں لوگوں کی نمازیں قضا ہو گئیں، یقیناً میں ان لوگوں سے بہت نیک اور بہت اچھا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اپنی اچھائی اور برائی کا خیال آتے ہی نماز کا اجر و ثواب تو غارت اور اکارت ہو ہی گیا، الٹے تکبر اور گھمنڈ کا گناہ سر پر سوار ہو گیا۔ بہر حال شیطان کے شر سے خدا تعالیٰ کی پناہ!

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالی عنہ فاضل صحابہ میں سے ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ تمام اسلام جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ معرکہ آرائی کرتے رہے۔ یہ قبیلہ بنونجار میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں قرأت کی آواز سنی جب میں نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہیں؟ تو فرشتوں نے کہا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں۔ یہ اپنی والدہ کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والے صحابی ہیں۔ (مشکوۃ جلد2صفحہ 419 باب البر والصلہ)

کرامت (حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا)

ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے سلام کیا اور وہاں سے چل دیا جب میں واپس آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حارثہ! تم نے اس شخص کو دیکھا جو میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور انہوں نے تمہارے سلام کا جواب بھی دیا تھا۔ (اکمال فی اسماء الرجال صفحہ 561)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ 80 آدمیوں میں سے ایک ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے جبرائیل! اس کا کیا مطلب ہے کہ یہ 80 آدمیوں میں سے ایک ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ جنگ حنین کے دن کچھ دیر کے لئے تمام صحابہ شکست کھا کر پیچھے ہٹ جائیں گے مگر اسی آدمی پہاڑ کی طرح آپ کے ساتھ ایسی حالت میں ڈٹے رہیں گے جب کہ کفار کی طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہوگی ان 80 بہادروں میں سے ایک ''حارثہ بن النعمان'' ہیں۔ (اسد الغابہ جلد 1صفحہ 358)

یہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اسی لئے ہر وقت اپنے مصلیٰ پر بیٹھے رہتے تھے اور اپنے مصلیٰ کے پاس ایک ٹوکری میں کھجور بھر کر رکھتے تھے اور اپنے مصلے سے حجرہ کے دروازے تک ایک دھاگا کھینچ لیتے اور کھجوریں مسکین کے پاس پہنچ جایا کرتی تھیں۔ ان کے گھر والوں نے کہا کہ اس تکلف و تکلیف کی کیا ضرورت ہے؟ آپ حکم دیں تو گھر والے کھجوریں مسکین کو دے دیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

مَنَا وَلَةُ الْمِسْكِيْنِ تَقِيُ مَيْتَةَ السُّوْءِ ''یعنی مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔''

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 359)

یہ قدیم الاسلام اور مہاجرین اولین میں سے ہیں اور یہ ان مصیبت زدہ صحابیوں میں سے ہیں، جن کو کفار مکہ نے اس قدر ایذائیں دیں کہ جنہیں سوچ کر ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظالموں نے ان کو جلتی ہوئی آگ پر لٹایا چنانچہ یہ دہکتی ہوئی آگ کے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لیٹے رہتے تھے اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے اور یہ آپ کو یارسول اللہ کہہ کر پکارتے تو آپ کے لئے اس طرح آگ سے فرمایا کرتے تھے۔

یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلیٰ عَمَّار کَمَا کُنْتِ عَلیٰ اِبْرَاهِیْمَ

''یعنی اے آگ تو عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا، جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی تھی۔''

ان کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ابوجہل نے بہت ستایا، یہاں تک کہ ان کی ناف کے نیچے نیزہ مار دیا جس سے ان کی روح پرواز کر گئی اور عہد اسلام میں سب سے پہلے یہ شہادت سے سرفراز ہو گئیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طیب ومطیب کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ یہ 37ھ میں ترانوے برس کی عمر پا کر جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (اکمال صفحہ607)

کرامت (کبھی ان کی قسم نہیں ٹوٹی)

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ جس بات کی قسم اٹھا لیا کرتے تھے، خداوند کریم ہمیشہ ان کی قسم کو پوری فرما دیتا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرما دیا تھا۔

کَمْ مِنْ ذِیْ طَمَرَیْنِ لَایُوْبَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ مِنْهُمْ عَمَّارُ بْنُ یَاسِر

''کتنے ہی ایسے کمبل پوش ہیں کہ لوگ ان کی کوئی پروا نہیں کرتے لیکن اگر وہ کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کو پوری فرما دے گا اور انہیں لوگوں میں عمار بن یاسر ہیں۔''

(کنز العمال جلد12صفحہ295)

تین مرتبہ شیطان کو بچھاڑا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی بھرنے کے لئے بھیجا۔شیطان ایک کالے غلام کی صورت میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی بھرنے سے روکنے لگا اور لڑنے پر آمادہ ہوگیا۔حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بچھاڑ دیا تو وہ عاجزی کرنے لگا۔اسی طرح تین مرتبہ شیطان نے پانی بھرنے سے آپ کو روکا اور لڑنے پر تیار ہوا اور تینوں مرتبہ آپ نے اس کو بچھاڑ دیا جس وقت شیطان سے آپ کی کشتی ہورہی تھی۔حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں صحابہ کرام کو بتادیا کہ آج عمار نے تین مرتبہ شیطان کو بچھاڑ دیا ہے جو ایک کالے غلام کے صورت میں ان سے لڑ رہا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پانی لے کر آ گئے تو میں نے ان سے کہا کہ تمہارے بارے میں حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے تین مرتبہ شیطان کو بچھاڑا ہے۔یہ سن کر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ شیطان ہے ورنہ میں اس کو مار ڈالتا ہاں البتہ تیسری مرتبہ مجھے بڑا غصہ آ گیا تھا اور میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ میں دانت سے اس کی ناک کاٹ لوں مگر میں جب اس کی ناک کے قریب منہ لے گیا،تو مجھے بہت ہی گندی بدبو محسوس ہوئی اس لئے میں پیچھے ہٹ گیا اور اس کی ناک بچ گئی۔ (شواهد النبوة صفحه 218، مطبوعه نولکشور پریس لکھنو)

۵۷ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت ہی جانثار اور بہادر صحابی ہیں،ان کی والدہ کا نام حسنہ تھا اور ان کے والد کا نام عبداللہ بن مطاع تھا۔ان کے بعد ان کی والدہ حسنہ نے ایک انصاری سے جن کا نام سفیان بن معمر تھا،نکاح کرلیا اور دو بچے بھی ان سے تولد ہوئے جن کا نام جنادہ اور جابر تھا۔ حضرت شرجیل اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور ہجرت کر کے حبشہ بھی گئے تھے اور جب حبشہ سے مدینہ آئے تو بنی زریق میں رہنے لگے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کے دونوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا تو حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی زہرہ کے قبیلہ میں رہنے لگے اور فاروقی دور حکومت میں کئی ایک جہادوں میں امیر لشکر کی حیثیت سے افواج اسلامیہ کے کسی ایک دستہ کی کمان کرتے رہے۔18ھ کے طاعون عمواس میں 67 برس کی عمر پا کر وصال فرما گئے۔عجیب اتفاق ہے کہ یہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ایک ہی دن طاعون میں مبتلا ہوئے۔ (اسد الغابه جلد 2صفحه 391)

کرامت (قلعہ زمین میں دھنس گیا)

اسلامی لشکر شہر اسکندریہ پر حملہ آور تھا۔کفار کی فوج ایک بہت ہی مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ میں محفوظ تھی اور لشکر اسلام قلعہ کے سامنے کھلے میدان میں خیمہ زن تھا۔بہت دنوں تک جنگ ہوتی رہی مگر کفار قلعہ کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوئے تھے۔ایک دن

امیر لشکر حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لشکر کفار کے سپہ سالار وسن لو۔ ہماری فوج اسلام میں اس وقت ایسے ایسے اللہ والے موجود ہیں کہ اگر وہ اس قلعہ کی دیواروں کو حکم دے دیں کہ تم فوراً ہی زمین میں دھنس جاؤ، تو فوراً ہی یہ قلعہ زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ کہا اور جوش میں آ کر آپ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب بڑھایا اور بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگایا تو پورا قلعہ دم زدن میں زمین کے اندر دھنس گیا اور کفار کا لشکر جو قلعہ کے اندر تھا، آن کی آن میں کھلے میدان میں کھڑا رہ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہ اسکندریہ کا دل ودماغ زیروزبر ہو گیا اور وہ مارے ڈر کے شہر چھوڑ کر اپنی فوجوں کے ساتھ بھاگ نکلا اور پورا شہر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ (تاریخ و اقدری و سیرہ الصالحین صفحہ 22)

تبصرہ

سبحان اللہ! والیاءاللہ کی روحانی طاقتوں کا کیا کہنا سچ ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا　　　نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۵۸ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھوپھا ہیں۔ یہ اپاہج تھے۔ یہ جنگ احد کے دن اپنے فرزندوں کے ساتھ جہاد کے لئے آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لنگڑانے کی بناء پر میدان جنگ میں اترنے سے روک دیا۔ یہ بارگاہ رسالت میں گڑگڑا کر عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ! مجھے جنگ میں لڑنے کی اجازت دے دیجئے۔ یہ میری تمنا ہے کہ میں بھی لنگڑاتا ہوا جنت میں چلا جاؤں ان کی بے قراری اور گریہ وزاری کو دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب انتہائی متاثر ہو گیا اور آپ نے ان کو جنگ کرنے کی اجازت دیدی۔ یہ خوشی سے اچھل پڑے اور کافروں کے ہجوم میں گھس کر دلیرانہ جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2صفحہ124)

کرامت (لاش میدان جنگ سے باہر نہیں گئی)

لڑائی ختم ہو جانے کے بعد جب حضرت عمرو بن جموح کی بیوی حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا میدان جنگ میں گئیں تو ان کی لاش کو اونٹ پر لاد کر دفن کرنے کے لئے مدینہ منورہ لانا چاہا تو ہزاروں کوششوں کے باوجود وہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چلا بلکہ وہ میدان جنگ ہی کی طرف بھاگ بھاگ کر جاتا رہا۔ حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دربار رسالت میں یہ ماجرا عرض کیا کہ جی ہاں! وہ یہ کہہ کر گھر سے نکلے تھے،

اَللّٰھُمَّ لَاتَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ "اے اللہ! مجھ کو میدان جنگ سے اپنے اہل وعیال میں واپس لوٹنا نصیب مت کر۔"

آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ منورہ کی طرف نہیں چل رہا ہے لہٰذا تم ان کو مدینہ لے جانے کی کوشش مت کرو۔

(مدارج النبوۃ جلد 2صفحہ124)

تبصرہ

اللہ اکبر! کیا ٹھکانا ہے، اس جذبہ عشق اور جوش جہاد کا اور کیا کہنا اس شوق شہادت کا۔ سبحان اللہ۔

دو قدم بھی چلنے کی ہے نہیں طاقت مجھ میں　　　عشق کھینچے لئے جاتا ہے، میں کیا جاتا ہوں

خدا کی شان دیکھئے کہ ان کی تمنا پوری ہوگئی جہاد بھی کر لیا، شہادت سے بھی سرفراز ہوگئے اور میدان جنگ ہی میں ان کا مدفن بھی بن گیا، یہ سچ ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو　　　درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

۵۹ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ دعوت اسلام کے آغاز ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے، سلسلہ نسب چونکہ ''خشین وائل'' سے ملتا ہے، اس لئے یہ خشنی کہلاتے ہیں۔ صلح حدیبیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور بیعت رضوان کر کے رضاء خداوندی کی سند حاصل کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو مبلغ بنا کر بھیجا، چنانچہ ان کی کوششوں سے ان کا پورا قبیلہ جلد ہی دامن اسلام میں آ گیا۔ ملک شام فتح ہونے کے بعد یہ شام میں قیام پذیر ہوگئے۔ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی لڑائیوں میں یہ بالکل غیر جانبدار رہے۔ راست گفتاری اور صاف گوئی میں یہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ رات کے سناٹے میں اکثر یہ گھر سے باہر نکل کر آسمان پر نظر ڈالتے اور سجدہ میں گر کر گھنٹوں سربسجود رہتے۔ ملک شام میں اقامت پذیر ہوگئے تھے اور وہیں 75ھ میں وفات ہوئی ان کا نام جرہم بن ناشب ہے، مگر کنیت ہی مشہور ہے۔ (اکمال صفحہ589 و اسد الغابہ جلد1صفحہ276)

کرامت (اپنی پسند کی موت ملی)

یہ اکثر کہا کرتے تھے اور دعائیں بھی مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھ کو عام لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور دم گھٹ گھٹ کر مرنا پسند نہیں ہے، مجھے ایسی موت ملے کہ اس میں دم گھٹنے اور ایڑیاں رگڑنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے، چنانچہ ان کی یہ کرامت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کے دوران یہ آدھی رات گزرنے کے بعد نماز میں مشغول تھے کہ ان کی صاحبزادی نے یہ خواب دیکھا کہ ان کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ وہ اس پریشان کن خواب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور آواز دی تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری مرتبہ آواز دی تو کوئی جواب نہیں ملا، پاس جا کر دیکھا، تو سر سجدہ میں تھا اور روح پرواز کر چکی تھی۔ (اسد الغابہ و اصابہ)

یہ قبیلہ بنی قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اسلام لانے کی تاریخ متعین نہیں کی جا سکی، لیکن یہ معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہ اپنے وطن سے مدینہ منورہ آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! میں ہر اس چیز پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اور عمر بھر حق گوئی کرنے پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے قیس! تم کیا کہتے ہو، ممکن ہے تم کو ایسے ظالم حاکموں سے سابقہ پڑے جن کے مقابلہ میں تم حق گوئی سے کام نہ لے سکو۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایسا کبھی ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم! میں جن جن چیزوں پر آپ سے بیعت کرتا ہوں، اس کو ضرور ضرور پورا کروں گا۔ یہ سن کر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبرانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو تم اطمینان رکھو کہ تم کو کسی شر سے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا، چنانچہ آپ عمر بھر اپنے اس عہد پر عزم وسختی کے ساتھ قائم رہے۔ بنوامیہ کے دور حکومت میں زیاد اور عبیداللہ بن زیاد جیسے ستم کیشوں اور ظالم گورنروں پر برملا نکتہ چینی کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ عبیداللہ بن زیاد نے ظالم گورنر کے منہ پر کھلم کھلا یہ کہہ دیا کہ تم لوگ اللہ و رسول پر افترا پردازی کرنے والے مفتری ہو۔

کرامت (جان گئی مگر آن نہیں گئی)

عبیداللہ بن زیاد گورنر آپ کا دشمن ہو گیا تھا، اس نے آپ کو قتل کی دھمکی دی۔ آپ نے اس کو کہہ دیا کہ تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ عبیداللہ بن زیاد نے طیش میں آ کر جلادوں کو بلا لیا اور حکم دے دیا کہ تم لوگ قیس بن خرشہ کے مکان پر جا کر ان کی گردن اڑا دو، جلاد آ گئے لیکن جب آپ کی گردن اڑانے کے لئے آپ کے مکان پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی مقدس روح پرواز کر چکی ہے۔ جلاد ان کے بدن کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور ناکام و نامراد واپس چلے گئے اور اس طرح آپ ایک ظالم کی سزا کے شر سے بچ گئے۔ (استیعاب جلد2صفحہ54)

تبصرہ

آپ نے عبیداللہ بن زیاد سے فرمایا تھا کہ ''تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔'' حالانکہ اس نے اپنی گورنری کے زعم میں یہ چاہا کہ جلاد سے ان کو قتل کرا کر انتقام لے لے، مگر اس کا یہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور جلاد ناکام و نامراد ہو کر واپس چلے گئے۔ سبحان اللہ! سچ ہے کہ

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے　　　وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

انصار میں قبیلہ خزرج سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہ دربار نبوت میں وحی کے کاتب تھے اور یہ ان چھ صحابیوں میں سے ہیں جو عہد نبوی میں پورے حافظ قرآن ہو چکے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں فتوے بھی دینے لگے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کو سید القراء (سب قاریوں کا سردار) کہتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو ابوالطفیل کی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ دربار نبوت سے ان کو سید الانصار (انصار کا سردار) کا خطاب ملا تھا اور حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سید المسلمین کا لقب عطا فرمایا تھا۔ ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ان سے ارشاد فرمایا کہ اے ابی بن کعب! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورہ لم یکن پڑھ کر تمہیں سناؤں تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا خدا نے میرا نام لے کر آپ سے فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے یہ کہنے لگے۔

ذُکِرْتُ عِنْدَ رَبِ الْعٰلَمِیْنَ ''یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا ذکر کیا گیا)۔''

(اکمال صفحہ586و کنز العمال جلد 15صفحہ 238 و بخاری شریف)

کرامات (حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آواز سنی)

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آواز سنی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں ضرور مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھوں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کروں گا کہ کسی نے بھی ایسی نہیں کی ہوگی، چنانچہ وہ نماز کے بعد جب خدا کی حمد وثنا کے لئے بیٹھے تو انہوں نے ایک بلند آواز اپنے پیچھے سنی کوئی کہہ رہا ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّہٗ، وَلَکَ الْمُلْکُ کُلُّہٗ، وَ بِیَدِکَ الْخَیْرُ کُلُّہٗ، وَ اِلَیْکَ یَرْجِعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ، عَلَانِیَۃٗ، وَسِرُّہٗ، لَکَ الْحَمْدُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرَ اِغْفِرْلِیْ مَا مَضٰی مِنْ ذُنُوْبِیْ وَاَعْصِمْنِیْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ وَارْزُقْنِیْ اَعْمَالًا زَاکِیَۃً تَرْضٰی بِہٖ عَنِّیْ وَتُبْ عَلَیَّ

''اے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے کل کی کل اور تیرے ہی لئے بادشاہی ہے تمام کی تمام اور تیرے ہی لئے بھلائی ہے سب کی سب اور تیری ہی طرف تمام معاملات لوٹتے ہیں۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ تیرے ہی لئے تعریف ہے یقیناً تو ہر چیز پر قدرت والا ہے، میرے ان گناہوں کو بخش دے جو ہو چکے اور میری عمر کے باقی حصہ میں تو مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے اور تو ان اعمال کے ذریعے مجھ سے راضی ہو جا اور میری توبہ قبول فرما لے۔''

حضرت ابی بن کعب مسجد سے نکل کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دربار میں حاضر ہوئے اور ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پیچھے بلند آواز سے دعا پڑھنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ (کتاب الذکر لابن ابی الدنیا)

بدلی کا رُخ پھیر دیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قافلہ کے ساتھ مکہ مکرمہ جا رہے تھے اور میں اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں اس قافلے کے پیچھے چل رہے تھے۔ ناگہاں ایک بدلی اٹھی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا اللہ! ہم کو اس بدلی کی اذیت سے بچالے اور اس بدلی کا رخ پھیر دے، چنانچہ بدلی کا رخ پھر گیا اور ہم دونوں پر بارش کی ایک بوند بھی نہیں گری لیکن جب ہم دونوں قافلے میں پہنچے تو ہم نے یہ دیکھا کہ لوگوں کی سواریاں اور سب سامان بھیگے ہوئے ہیں۔ ہم کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ بارش جو ہم پر ہوئی ہے، تم لوگوں پر نہیں ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! حضرت ابی بن کعب نے بدلی دیکھ کر خدا سے دعا مانگی کہ ہم اس بارش کی ایذا رسانی سے بچ جائیں اس لئے ہم پر بالکل بارش نہیں ہوئی اور بدلی کا رخ پھر گیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں ہمارے لئے کیوں دعا نہیں مانگی؟ کاش تم ہمارے لئے بھی دعا مانگتے تاکہ ہم لوگ بھی اس بارش کی تکلیف سے محفوظ رہتے۔ (کنز العمال جلد15صفحہ232)

بخار میں سدا بہار

ایک دن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ بخار کے مریض کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! میں تجھ سے ایسے بخار کی دعا مانگتا ہوں جو مجھے جہاد اور بیت اللہ شریف کے سفر اور مسجد کی حاضری سے نہ روکے، آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادگان کا بیان ہے کہ میرے باپ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر وقت بخار رہتا تھا اور بدن جلتا رہتا تھا مگر اس حالت میں بھی وہ حج و جہاد کے لئے سفر کرتے اور مسجدوں میں بھی حاضری دیتے تھے اور اس قدر جوش وخروش کے ساتھ ان کاموں کو کرتے تھے کہ کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ بخار کے مریض ہیں۔ (کنز العمال جلد 15 صفحہ 234 مطبوعہ حیدر آباد)

۶۲ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ انصار میں خاندان خزرج سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ان کا نام عویمر بن عامر انصاری ہے۔یہ بہت ہی علم وفضل والے فقیہ اور صاحب حکمت صحابی ہیں اور زہد وعبادت میں بھی یہ بہت ہی بلند مرتبہ ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کر لی اور 32ھ میں شہر دمشق کے اندر وصال فرمایا۔ (اکمال صفحہ 594ہ وغیرہ)

کرامت (ہانڈی اور پیالے کی تسبیح)

ایک مرتبہ آپ اپنی ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ناگہاں ہانڈی میں سے تسبیح پڑھنے کی آواز بلند ہوئی۔پھر خود وہ ہانڈی چولہے پر سے گر کر اوندھی ہوگئی،پھر خود بخود ہی چولہے پر چلی گئی لیکن اس ہانڈی میں سے پکوان کا کوئی حصہ بھی زمین پر نہیں گرا۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوالدرداء اگر تم چپ رہتے تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بہت سی دوسری بڑی بڑی نشانیاں بھی تم دیکھ لیتے۔پھر یہ دونوں ایک ہی پیالہ میں کھانا کھانے لگے تو پیالہ بھی تسبیح پڑھنے لگا اور اس پیالہ میں جو کھانا تھا،اس کھانے کے دانے دانے سے بھی تسبیح پڑھنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ (حلیتہ الاولیاء جلد1 صفحہ 224تا صفحہ 289)

عقد مواخات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔

۶۳ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو نجیح ہے اور یہ قبیلہ بنو سلیم میں سے تھے۔اسلام کے آغاز ہی میں یہ دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے تھے۔مسلمان ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی قوم میں جا کر رہو اور جب تم یہ سن لو کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا گیا ہوں تو اس وقت تم میرے پاس چلے آنا۔چنانچہ یہ اپنی قوم میں مقیم ہوگئے۔یہاں تک کہ جنگ خیبر کے بعد مدینہ منورہ آئے اور اس مقدس شہر میں قیام پذیر ہو گئے ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے بلند پایہ محدثین ہیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ (اکمال صفحہ 607)

کرامت (ابر نے ان پر سایہ کیا)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کا بیان ہے کہ ایک روز سفر میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانوروں کو چرانے کے لئے میدان میں چلے گئے۔میں دوپہر کی دھوپ اور گرمی میں انہیں دیکھنے کے لئے جانوروں کی چراگاہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرو بن عبسہ ایک جگہ میدان میں سو رہے ہیں اور ایک بادل کا ٹکڑا ان پر سایہ کئے ہوئے ہے۔میں نے انہیں بیدار کیا تو

انہوں نے فرمایا کہ خبردار خبردار! جو کچھ تم نے دیکھا ہے، ہرگز ہرگز کسی سے مت کہنا ورنہ تمہاری خیریت نہیں رہے گی۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کہتے تھے کہ خدا کی قسم جب تک ان کی وفات نہ ہوگئی، میں نے کسی سے ان کی اس کرامت کا تذکرہ نہیں کیا۔ (اصابہ جلد 3صفحہ 6)

٦٤ حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا خاندانی تعلق بنی ازد سے ہے، اس لئے ازدی کہلاتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام ''شیطان'' تھا۔ مسلمان ہوجانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نام عبداللہ رکھ دیا۔ جنگ یرموک اور فتح دمشق کی لڑائیوں میں بڑی دلیری اور جانبازی کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے۔ حضرت ابوعبید بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دو مرتبہ ''حمص'' کا حاکم بنادیا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت میں یہ ''حمص'' کے حاکم بنائے گئے۔ ان کا شمار محدثین کی فہرست میں ہوتا ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے ان کے حلقہ درس میں حدیثوں کا سماع کیا ہے۔ 56ھ میں روم کی زمین میں کفار سے لڑتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوگئے۔ (اسد الغابہ جلد 3صفحہ 243واکمال صفحہ 605)

کرامت (مستجاب الدعوات)

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد قبول ہوا کرتی تھیں اور ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بحالت سفر حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا مگر ناگہاں میرا اونٹ اس قدر تھک گیا کہ چلنے کے قابل ہی نہ رہا چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ چھوڑ دوں لیکن پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو بالکل ناگہاں میرا اونٹ چاق وچوبند ہوکر تیزی کے ساتھ چلنے لگا۔ (طبرانی)

٦٥ حضرت سائب بن اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ بنوثقیف کی ہونہار اور نامور شخصیت ہیں، اس لئے "ثقفی" کہلاتے ہیں۔ان کی والدہ کا نام "ملیکہ" تھا۔ان کی والدہ ان کو بچپن ہی میں اپنے ساتھ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ یہ بڑے مجاہد تھے۔نہاوند کی فتح میں یہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے نیچے خوب جم کر کفار سے لڑے۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو "مدائن" کا گورنر مقرر فرمادیا۔"اصفہان" میں ان کا انتقال ہوا۔ (اسد الغابہ جلد 2صفحہ 249)

کرامت (تصویر نے خزانہ بتایا)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو "مدائن" کا گورنر مقرر فرمادیا۔یہ ایک دن "کسریٰ" کے محل میں بیٹھے ہوئے تھے تو دیکھا کہ محل میں ایک ایسی تصویر ہے جو انگلی سے ایک مقام کی طرف اشارہ کر رہی ہے چنانچہ آپ نے اس مقام کو کھودنے کا حکم دیا تو وہاں سے ایک بہت بڑا خزانہ نکلا جو وہاں مدفون تھا۔آپ نے مدینہ منورہ بارگاہ خلافت میں اس کی اطلاع دیکر یہ دریافت فرمایا کہ اس خزانہ کو مسلمانوں نے جنگ کر کے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ میں نے اس کو تنہا برآمد کیا ہے تو اس رقم کو کیا کروں؟ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ چونکہ تم مسلمانوں کے امیر ہو، اس لئے اس رقم کو مسلمانوں پر تقسیم کردو۔ (رواہ الخطیب کذافی الکنز جلد 3صفحہ 305)

٦٦ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت "ابونجیح" ہے اور ان کا خاندانی تعلق بنی سلیم سے ہے، مفلس مہاجر تھے، اس لئے مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کے ساتھ رہتے۔آخر میں ملک شام چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔حضرت ابوامامہ اور تابعین کی ایک جماعت نے ان سے حدیثوں کی روایت کی ہے۔75ھ میں شام میں ان کا وصال ہوا۔ (اسد الغابہ جلد 3اکمال صفحہ606)

کرامت (فرشتہ سے ملاقات اور گفتگو)

ایک دن یہ دمشق کی جامع مسجد میں اس طرح دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ! اب میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے اور میری ہڈیاں بہت زیادہ کمزور ہو چکی ہیں لہٰذا اب تو مجھے وفات دے۔اچانک ان کے پیچھے سے ایک سبز پوش نوجوان جو بہت ہی خوبصورت تھا، بول اٹھا، اے شخص! یہ کیسی دعا مانگ رہا ہے؟ تمہیں اس طرح دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ میرے عمل کو اچھا کردے اور مجھ کو میری اجل تک پہنچادے۔یہ نوجوان کی ڈانٹ سن کر چونکے اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کون ہیں؟ نوجوان نے کہا، میں "ربیائیل" فرشتہ ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے میری یہ ڈیوٹی ہے کہ میں مومنین کے دلوں سے رنج وغم کو دور کرتا ہوں۔

(قال الهیثمی جلد 10 صفحہ184)

تبصرہ

فرشتہ کا دیدار کرنا اور اس سے آمنے سامنے گفتگو کرنا بلاشبہ یہ ایک نادر الوجود کرامت ہے جو شرف صحابیت کے طفیل میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملتی رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

٦٧ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ غلام تھے، ان کو قبیلہ بنی تمیم کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا تھا، اس لئے یہ تمیمی کہلاتے ہیں۔ ابتدا ہی میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور کفار مکہ نے حضرت عمار و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح ان کو بھی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ ان کو کوئلوں کے اوپر لٹاتے تھے اور پانی میں اس قدر غوطہ دلاتے تھے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا اور یہ بے ہوش ہو جاتے مگر صبر واستقامت کا پہاڑ بن کر یہ ساری مصیبتوں اور تکلیفوں کو جھیلتے رہے اور ان کے اسلام میں بال برابر بھی تذبذب یا تزلزل پیدا نہیں ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال مدینہ منورہ سے ان کا دل اٹھ گیا اور یہ کوفہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں 37ھ میں 73 برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ (اکمال صفحہ592)

کرامت (خشک تھن دودھ سے بھر گیا)

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ یہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے نکلے تو آپ ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں پانی کا نام ونشان بھی نہیں تھی جب یہ اور ان کے ساتھی پیاس کی شدت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور بالکل ہی نڈھال اور بے تاب ہو گئے تو آپ نے اپنے ایک ساتھی کی اونٹنی کو بٹھایا اور بسم اللہ شریف پڑھ کر اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو ایک دم اس کا سوکھا ہوا تھن اس قدر دودھ سے بھر گیا کہ پھول کر مشک کے برابر ہو گیا۔ اس اونٹنی کا دودھ دوہ کر سب ساتھیوں نے شکم سیر ہو کر پی لیا اور سب کی جان بچ گئی۔

(قال الھیثمی جلد6 صفحہ 210)

٦٨ حضرت مقداد بن الاسود کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ تھا۔ اسود کے بیٹے اس لئے کہلانے لگے کہ اسود بن عبدی غوث زہری نے ان کو اپنا متبنّٰی بنا لیا تھا، اس لئے اس کی طرف منسوب ہو گئے اور چونکہ قبیلہ بنی کندہ سے انہوں نے محالفہ کر لیا تھا اور ان کے حلیف بن گئے تھے۔ اس لئے اس نسبت سے اپنے کو کندی کہنے لگے۔ ان کی کنیت ''ابومعبد'' یا ''ابوالاسود'' ہے اور یہ قدیم الاسلام ہیں، مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس چلے آئے مگر مدینہ منورہ کو ہجرت نہیں کر سکے، کیونکہ کفار نے ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے مدینہ منورہ کا راستہ بند کر دیا تھا یہاں تک کہ جب حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر

مدینہ منورہ سے عکرمہ بن ابوجہل کے لشکر سے لڑنے کے لئے آئے تو یہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کافروں کے لشکر میں شامل ہو گئے اور بھاگ کر مسلمانوں سے مل گئے اور اس طرح مدینہ منورہ ہجرت کر کے پہنچ گئے۔ یہ وہی حضرت ''مقداد بن الاسود'' ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو انہوں نے آواز بلند یہ کہا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جنگ کے وقت یہ کہا تھا کہ ''آپ اور آپ کا خدا دونوں جا کر جنگ کریں ہم تو اپنی جگہ بیٹھے رہیں گے۔'' بلکہ ہم تو آپ کے وہ جاں نثار ہیں کہ اگر خدا کی قسم! ہم کو آپ ''برک الغماد'' تک لے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور ہم آپ کے آگے، آپ کے پیچھے، آپ کے دائیں، آپ کے بائیں سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ ہمارے بدن میں خون کا آخری قطرہ اور زندگی کی آخری سانس باقی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں سات اشخاص ایسے تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں کفار کے سامنے سب سے پہلے علی الاعلان اپنے اسلام کا اعلان کیا ان میں سے ایک حضرت ''مقداد بن الاسود'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو سات جاں نثار رفقاء دیئے ہیں لیکن مجھ کو حضرت حق جل مجدہ نے چودہ رفقاء کی جماعت عطا فرمائی ہے جن کی فہرست یہ ہے۔

(۱) ابوبکر (۲) عمر (۳) علی (۴) حمزہ (۵) جعفر (۶) حسن (۷) حسین (۸) عبداللہ بن مسعود (۹) سلمان (۱۰) عمار (۱۱) حذیفہ (۱۲) ابوذر (۱۳) مقداد (۱۴) بلال۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

احادیث پاک میں ان کے فضائل ومناقب بہت کثیر ہیں۔ یہ تمام اسلامی لڑائیوں میں جہاد کرتے رہے اور فتح مصر کی معرکہ آرائی میں بھی انہوں نے ڈٹ کر کفار سے جنگ کی۔ 33ھ میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام ''جرف'' میں ستر برس کی عمر پا کر وصال فرمایا اور لوگ فرط عقیدت سے اپنے کندھوں پر ان کے جنازہ مبارکہ کو ''جرف'' سے اٹھا کر مدینہ منورہ لائے اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ (اکمال صفحہ612 و اسد الغابہ جلد 4 صفحہ410)

کرامت (چوھے نے سترہ اشرفیاں نذر کیں)

ضباعہ بنت زبیر کہتی ہیں کہ یہ اس قدر تنگ دستی میں مبتلا تھے کہ درختوں کے پتے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک ویران جگہ میں رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو اچانک ایک چوہا اپنے بل میں سے ایک اشرفی منہ میں لے کر نکلا اور ان کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ پھر وہ اسی طرح برابر ایک ایک اشرفی لاتا رہا یہاں تک کہ سترہ اشرفیاں لایا۔ یہ سب اشرفیوں کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے اس مال میں کچھ صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس

مال میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ان میں سے آخری اشرفی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے چاندی کے ڈھیر مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں دیکھ لئے۔ (ابو نعیم فی الدلائل جلد 2صفحہ396)

تبصرہ

اس قسم کا واقعہ دوسرے بزرگوں کے لئے بھی ہوا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر بن الخاضبہ محدث بھی رات میں کچھ لکھ رہے تھے تو چوہے کا ایک جوڑا اچھلتا کودتا ان کے سامنے آیا۔ اشرفی لا کر ان کے سامنے رکھنا شروع کیا، یہاں تک کہ آخر میں ایک چمڑے کی تھیلی اٹھالایا جس میں ایک اشرفی تھی، اس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ چوہے کے پاس اب کوئی اشرفی باقی نہیں رہ گئی ہے پھر انہوں نے پیالہ اٹھالیا اور چوہا نکل کر اپنے جوڑے کے ساتھ اچھلتا کودتا بھاگ نکلا اور ان اشرفیوں کی بدولت حضرت ابوبکر بن الخاضبہ کی تنگ دستی کا وقت کٹ گیا اور وہ خوشحال ہو گئے۔ (نفحتہ الیمن وغیرہ)

اس قسم کے واقعات کو رزاق مطلق کے فضل اور ان بزرگوں کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَالرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ''یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑا روزی رساں اور بہت بڑی قدرت اور طاقت کا مالک ہے۔''

ان بزرگوں نے شرف صحابیت سے سرفراز ہو کر خدا کے محبوب کی جس جذبہ جاں نثاری کے ساتھ خدمت گزاری کی اور اس کے صلے میں حق جل جلالہ نے دنیا ہی میں ان شمع نبوت کے پروانوں کو ایسی ایسی کرامتیں عطا فرمائیں ہیں جو یقیناً محیر العقول ہیں اور ابھی آخرت میں وہ رحیم و کریم مولیٰ اپنے فضل و کرم سے ان عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اجر عظیم عطا فرمانے والا ہے اس کو تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی کمیت و کیفیت کی عظمت کا کیا عالم ہوگا۔ حدیث شریف کی روشنی میں بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔

لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَمَاخَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ

''یعنی ان نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر کبھی اس کا خیال گزرا۔''

٦٩ حضرت عروۃ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے مورث اعلیٰ کا نام ''بارق'' تھا۔ اس نسبت سے ان کو ''بارقی'' کہتے ہیں۔ ان کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر فرما دیا تھا۔ یہ برسوں کوفہ ہی میں رہے۔ اس لئے کوفہ کے محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے شاگردوں میں زیادہ تر کوفہ ہی کے لوگ ہیں۔ حضرت امام شعبی ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور و ممتاز اور نہایت بلند پایہ اور نامور محدث ہیں۔ (اکمال صفحہ606وغیرہ)

کرامت (مٹی بھی خریدتے تو نفع اُٹھاتے)

ان کو رسول اللہ ﷺ نے صلی اللہ علیہ وسلم دینار دے کر حکم فرمایا کہ وہ ایک بکری خرید لائیں۔ انہوں نے بازار جا کر ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں۔ پھر راستہ میں کسی آدمی کے ہاتھ ایک بکری ایک دینا میں فروخت کر کے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ایک بکری اور ایک دینار خدمت اقدس میں پیش کر دی اور بکری خریداری کا پورا واقعہ بھی سنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دعا فرمادی اور اس دعا نبوی کی برکت کا یہ اثر ہوا۔

فَكَانَ لَوْ اشْتَرىٰ تُرَابًا لَرَبِحَ فِيْهِ ''یعنی اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی ان کو نفع ہی نفع ہوتا، یہ ان کی کرامت تھی۔''

(مشکوۃ جلد 1 صفحہ 254 باب الشرکہ والوکالت بحوالہ بخاری)

۷۰ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان بنونجار میں سے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیوہ ہو جانے کے بعد ان سے نکاح کر لیا تھا۔ یہ بہت ہی مشہور تیر انداز اور نشانہ باز تھے۔ ان کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ لشکر میں ابوطلحہ کی ایک للکار ایک ہزار سواروں سے بڑھ کر رعب دار ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل ہی حج کے موقع پر منیٰ کی گھاٹی میں اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کر کے مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر جنگ بدر و جنگ احد اور اس کے بعد کی تمام اسلامی لڑائیوں میں انتہائی جذبہ ایمانی اور جوش اسلامی کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور بڑے بڑے مجاہدانہ کارناموں کا مظاہرہ کر کے اور اسلامی خدمات کے شاہکار پیش کر کے 31ھ میں 77 برس کی عمر میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ (اکمال صفحہ 601 و کنز العمال جلد 12 صفحہ 277)

کرامت (لاش خراب نہیں ہوئی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک دن بڑھاپے میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہ برات کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالاً تو آپ نے فرمایا کہ اے میرے بچو! مجھے تم لوگ جہاد کا سامان دو کیونکہ میرا رب جوانی اور بڑھاپے دونوں حالتوں میں مجھے جہاد کا حکم فرماتا ہے۔ ان کے بیٹوں نے کہا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں تمام جہادوں میں شرکت کی سعادت حاصل کر لی ہے اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں، اس لئے اب جہاد میں نہ جائیے۔ ہم لوگ آپ کی طرف سے جہاد کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے مگر یہ کسی طرح بھی گھر بیٹھنے پر راضی نہیں ہوئے اور جہاد کا سامان جمع کر کے جہاد میں جانیوالی ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ خدا کی شان کہ اس کشتی ہی پر ان کی وفات ہو گئی۔ اتفاق سے ان کی قبر کے لئے سمندر میں کوئی جزیرہ بھی نہیں ملا۔ سات دنوں تک کشتی میں آپ کی لاش مبارک رکھی رہی۔ ساتویں دن سمندر میں ایک جزیرہ ملا تو آپ اس جزیرہ میں مدفون

ہوئے۔ سات دن گزرنے کے باوجود آپ کے جسم اطہر پر کسی قسم کا کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔ (استیعاب لابن عبد البر جلد 1صفحہ 550)

تبصرہ

اللہ اکبر! یہ جذبہ ایمانی اور جوش جہاد اے آسمان! بتا اے سورج! بول کیا تم نے زمین کے بے شمار چکر کاٹنے کے باوجود زمین پر اس کی کوئی مثال دیکھی ہے؟ یہ ہیں میرے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ کے لاثانی شاہکار۔

۷۱ حضرت عبداللہ بن حجش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قریش کے ایک خاندان ''بنو اسد'' سے ان کا نسبی تعلق ہے۔ یہ حضرت اُم المومنین زینب حجش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے تھے اور پہلے حبشہ پھر مدینہ منورہ ہجرتوں کے شرف سے سرفراز ہو کر ''صاحب الہجرتین'' کا لقب پایا۔ جنگ بدر کے معرکہ میں انتہائی جاں بازی اور سرفروشی کے جذبے سے جنگ کی اور 3ھ کو جنگ احد میں کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

ان کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ یہ بہت ہی ''مستجاب الدعوات'' تھے، یعنی ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت ہی جلد قبول ہوا کرتی تھیں۔ (اکمال صفحہ603و اسد الغابہ جلد 1صفحہ 131)

کرامت (انوکھی شہادت)

آپ نے جنگ احد کے ایک دن قبل یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! میں تجھے تیری قسم دیتا ہوں کہ جب کفار مکہ سے لڑنے کے لئے کل میدان جنگ میں نکلوں تو میرے مقابلہ میں ایسا کافر آئے جو سخت حملہ آور اور انتہائی جنگجو ہو اور میں اس سے لڑتے ہوئے برابر زخم کھاتا رہوں یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر دے اور کفار میرا شکم پھاڑ ڈالیں اور میری ناک، کان کو کاٹ کر میری صورت بگاڑ دیں اور میں جب اسی حالت میں قیامت کے دن تیرے حضور کھڑا کیا جاؤں تو اس وقت تو مجھ سے یہ دریافت فرمائے کہ اے عبداللہ! کس وجہ سے اور کس نے تیری ناک اور کان کو کاٹ ڈالا ہے؟ تو میں یہ جواب عرض کروں کہ اے اللہ! تیرے اور تیرے رسول کے دشمنوں نے تیرے اور تیرے رسول کے بارے میں مجھے قتل کر کے میری ناک اور کان کاٹ کر میری صورت و شکل بگاڑ دی ہے۔ میرا یہ جواب سن کر پھر اے میرے اللہ! تو صرف اتنا فرما دے کہ اے عبداللہ! تو سچ کہتا ہے۔

آپ کی یہ دعا حرف بحرف قبول ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ میں نے ہی ان کی دعا پر آمین کہی تھی اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جنگ احد میں کفار نے ان کو شہید کر کے ان کے شکم کو پھاڑ ڈالا اور ان کی ناک، کان اور دوسرے اعضاء کو کاٹ کر ایک دھاگے میں پرو دیا تھا اور اسی حالت میں آپ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ (کنز العمال جلد16صفحہ 98و اسد الغابہ جلد3صفحہ 131)

تبصرہ

اللہ اکبر! کس قدر ان شمع نبوت کے پروانوں کو شوق شہادت تھا۔اس زمانے میں اسے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ ایمانی حرارت کی بے حد کمی ہوگئی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے۔

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن　　　　نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

۷۲ حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت ہی نامور صحابی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ بہت ہی بہادر اور نہایت ہی جنگجو اور سرفروش مجاہد ہیں۔ مسلیمۃ الکذاب سے جنگ کے وقت جس باغ میں یہ جھوٹا مدعی نبوت چھپ کر اپنی فوجوں کی کمان کر رہا تھا۔اس باغ کا پھاٹک کسی طرح فتح نہیں ہوتا تھا اور وہاں گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو آپ نے مسلمان مجاہدین سے فرمایا کہ تم لوگ مجھے اٹھا کر باغ کی دیوار کے اس پار پھینک دو، میں اندر جا کر پھاٹک کھول دوں گا چنانچہ مسلمان مجاہدوں نے ان کو اٹھا کر دیوار کے اس پار پھینک دیا اور انہوں نے بالکل تنہا دشمنوں سے لڑتے ہوئے باغ کا پھاٹک کھول دیا اور اسلامی فوج باغ میں داخل ہوگئی۔ یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران ہوا،مگر باغ کا پھاٹک کھولنے کی زبردست لڑائی میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر تیر وتلوار اور نیزوں کے زخم جب گنے گئے تو 80 سے کچھ زائد زخم تھے چنانچہ ان کے علاج کے لئے امیر لشکر حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جگہ ایک ماہ تک رکنا پڑا۔ان کی ایسی دلیرانہ جاں بازیوں کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں فوجوں کو سخت تاکید فرماتے رہتے تھے کہ خبردار! براء بن مالک کو کبھی فوج کا سپہ سالار نہ بنایا جائے، ورنہ وہ ساری قوم کو ہلاکت میں ڈال دیں گے، کیونکہ وہ انجام سے بے پرواہ ہو کر دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے ہیں۔ان کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے بال پراگندہ اور گرد وغبار میں اٹے ہوئے میلے کچیلے رہتے ہیں اور لوگ ان کی پروا بھی نہیں کرتے ،مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس قدر محبوب ومقبول ہوتے ہیں کہ اگر یہ لوگ کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرمادے گا اور براء بن مالک انہیں لوگوں میں سے ہیں'' یہ بہت ہی خوش آواز بھی تھے اور بہترین حدی خواں تھے جن کے گیتوں کے نغموں پر اونٹ مست ہو کر چلا کرتے تھے اور شتر سوار بھی کیف ونشاط میں رہا کرتے تھے۔ان کی دلیری اور جوانمردی کے سلسلے میں یہ روایت بہت ہی مشہور ہے کہ عراق کی لڑائیوں میں یہ اپنے بھائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دشمنوں کے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جو موضع ''حریق'' میں تھا۔ کفار گرم زنجیروں میں لوہے کے آنکڑے لگا کر قلعہ کی دیوار سے مسلمانوں پر ڈالتے تھے اور ان کو آنکڑوں میں پھنسا کر اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ان کافروں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آنکڑوں میں پھنسالیا

اور اوپر کھینچنے لگے جب حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو تڑپ کر اچھلے اور قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر جلتی ہوئی زنجیر کو پکڑا اور پھر رسی کو کاٹ دیا جس سے زنجیر بندھی ہوئی تھی اسی طرح حضرت انس بن مالک کی جان بچ گئی مگر حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرم زنجیر کو جو ہاتھ سے پکڑا تو ان کی ہتھیلیوں کا پورا گوشت جل گیا اور سفید سفید ہڈیاں نظر آ رہی تھیں 20ھ جنگ تستر میں ایک سو کافروں کو اپنی تلوار سے قتل کر کے خود بھی عروس شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 173 و اصابہ جلد 1 صفحہ 143)

کرامت (فتح و شہادت ایک ساتھ)

ان کی ایک خاص کرامت دعاؤں کی مقبولیت ہے۔ منقول ہے کہ جنگ ''تستر'' میں جب طویل جنگ کے باوجود مسلمانوں کو فتح نصیب نہیں ہوئی تو مجاہدین اسلام نے جمع ہو کر ان سے گزارش کی آپ اپنے رب کی قسم دے کر فتح کی دعا مانگئے۔ اس وقت آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! میں تجھ کو تیری ہی قسم دے کر دعا کرتا ہوں تو کفار کے بازو ہم لوگوں کے ہاتھوں میں دے دے اور مجھے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دے۔ فوراً ہی آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور اسلامی لشکر فتح یاب ہو گیا اور کفار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے اور آپ اسی لڑائی میں شہادت سے سرفراز ہو کر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں باریاب ہو گئے۔ (اصابہ جلد 1 صفحہ 146)

۷۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یمن کے قبیلہ دوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام ''عبد شمس'' تھا مگر جب یہ 7ھ میں جنگ خیبر کے بعد دامن اسلام میں آ گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آستین میں ایک بلی دیکھی تو آپ نے ان کو یا ابا ھریرۃ ''اے بلی کے باپ'' کہہ کر پکارا۔ اسی دن سے ان کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ ان کا اصلی نام ہی بھول گئے یہ بہت ہی عبادت گزار انتہائی پرہیزگار صحابی ہیں۔

حضرت ابوالدرداء کا بیان ہے کہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ سو صحابہ اور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے چار سو چھیالیس بخاری شریف میں ہیں۔ 59ھ میں 78 سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (اکمال صفحہ 622 و قسطلانی جلد 1 صفحہ 212 وغیرہ)

کرامت (کرامت والی تھیلی)

ان کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند چھوہارے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ ''ان کو اپنی تھیلی میں رکھ لو اور جب جی چاہے تو اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکالو اور خود کھاؤ، دوسروں کو کھلاؤ مگر خبردار اس تھیلی کو کبھی خالی کر کے مت جھاڑنا۔ یہ چھوہارے کبھی ختم نہ ہوں

گے۔'' سبحان اللہ! یہ تھیلی ایسی بابرکت ہوگئی کہ تیس برس تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تھیلی میں سے چھوہارے نکال نکال کر کھاتے رہے اور لوگوں کو کھلاتے رہے بلکہ کئی من اس میں سے خیرات بھی کر چکے مگر چھوہارے ختم نہیں ہوئے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن ہنگاموں کی بھیڑ بھاڑ میں وہ تھیلی کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑی جس کا عمر بھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے انتہا صدمہ اور رنج و ملال رہا۔ راستوں میں روتے ہوئے اور نہایت رقت انگیز اور دردبھرے لہجہ میں یہ شعر پڑھتے ہوئے گھومتے پھرتے تھے۔

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِیْ فِی الْیَوْمِ هَمَّانِ فَقَدُ الْجِرَابِ وَقَتْلُ الشَّیْخِ عُثْمَان

''یعنی سب کو آج ایک ہی تو غم ہے مگر مجھے دو غم ہیں۔ ایک غم ہے تھیلی کے گم ہونے کا دوسرا غم حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا۔'' (الکلام المبین)

۷۴ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ انصاری ہیں جو خاندان ''بنی عبدالاشہل'' کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہت ہی دلیر اور جانباز صحابی ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ کے تمام معرکوں میں بڑی جرأت و شجاعت کے ساتھ کفار سے جنگ آزما ہوئے۔ ''کعب بن اشرف'' یہودی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدترین دشمن تھا آپ حضرت محمد بن مسلمہ و ابوعبس بن جبر و ابونائلہ وغیرہ چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے مکان پر گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ فاضل صحابہ میں آپ کا شمار ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر پر اپنی رحمت نازل فرمائے 12ھ کی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے جبکہ آپ کی عمر شریف صرف پینتالیس سال کی تھی۔ (اکمال صفحہ605 و اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 100)

کرامات (لاٹھی روشن ہو گئی)

ایک مرتبہ یہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں دربار رسالت سے کافی رات گزرنے کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اندھیری رات میں جب راستہ نظر نہیں آیا تو اچانک ان کی لاٹھی ٹارچ کی طرح روشن ہوگئی اور یہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے دونوں کا راستہ الگ الگ ہوگیا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور دونوں روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (اسد الغابہ جلد3 صفحہ 101)

کرامت والا خواب

جنگ یمامہ میں جبکہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر مسلیمۃ الکذاب کی فوجوں کے ساتھ مصروف جنگ تھا اور مرتدین بہت ہی کثیر تعداد میں جمع ہو کر بہت سخت جنگ کر رہے تھے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رات میں خواب دیکھا ہے کہ میرے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گے اور جب میں آسمان میں داخل ہو گیا تو دروازے بند کر دیئے گئے۔ میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ اِنشاء اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب ہو گی۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت عباد بن بشر زور زور سے یہ اعلان کر رہے تھے کہ مخلص مومنین میرے پاس آ جائیں۔ اس آواز پر چار سو انصاری ان کے پاس جمع ہو گئے۔

پھر آپ حضرت ابو دجانہ اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ساتھ لے کر اس باغ کے دروازے پر حملہ آور ہوئے جہاں سے مسلیمۃ الکذاب اپنی فوجوں کی کمان کر رہا تھا اس حملہ میں انتہائی سخت لڑائی ہوئی یہاں تک کہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ ان کے چہرے پر تلواروں کے زخم اس قدر زیادہ لگے تھے کہ کوئی ان کو پہچان نہ سکا ان کے بدن مبارک پر ایک خاص نشان تھا جس کو دیکھ کر لوگوں نے پہچانا کہ یہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش ہے۔ (ابن سعد جلد3صفحہ441)

تبصرہ

اللہ اکبر! جہاد میں یہ جوش ایمانی اور یہ جذبہ سرفروشی مشکل ہی سے اس کی مثال ملے گی۔ اس قسم کی جاں نثاریاں صرف صحابۂ کرام اور اہل ایمان مجاہدین اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ صحابۂ کرام کی انہی قربانیوں کا صدقہ ہے کہ آج تمام دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ کاش! دشمنانِ صحابہ روافض و خوارج ان چمکتی ہوئی ہدایت آفریں روایتوں سے ایمان کا نور حاصل کرتے۔

۷۵ حضرت اسید بن ابی ایاس عدوی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے منبر سے پکارا تھا اور وہ نہاوند میں تھے۔ یہ انہیں کے بھتیجے ہیں یہ شاعر تھے اور حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر طائف چلے گئے تھے۔ یہ ان اشتہاری مجرموں میں سے تھے جن کے بارے میں فرمان نبوی تھا کہ یہ جہاں اور جس حال میں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ اتفاق سے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طائف میں گزر ہوا جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اسید بن ابی ایاس کو بتایا کہ اگر تم بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو تو تمہاری جان بچ جائے گی۔

اسید یہ سن کر طائف سے اپنے مکان پر آئے اور کرتا پہن کر اور عمامہ باندھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ کیا آپ نے اسید بن ایاس کا خون مباح فرما دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے تو کیا آپ اس کا قصور معاف فرما دیں گے؟ ارشاد ہوا کہ ہاں! یہ سن کر انہوں نے اپنا ہاتھ حضور

اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس میں دے کر کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اسید بن ابی ایاس میں ہی ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی ایک آدمی کو بھیج کر اعلان کرا دیا کہ اسید بن ابی ایاس مسلمان ہو گئے ہیں اور سرکار رسالت نے ان کو امن کا پروانہ عطا فرما دیا ہے۔ پھر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ (اسد الغابہ جلد1 صفحہ 89)

کرامت (چہرہ سے گھر روشن)

جب یہ مسلمان ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر از راہ کرم ان کے چہرے اور سینے پر اپنا منور ہاتھ پھیرا جس سے ان کو یہ کرامت نصیب ہو گئی کہ یہ جب کسی اندھیرے گھر میں قدم مبارک رکھتے تھے تو اس گھر میں ان کے نورانی چہرے کی روشنی سے اجالا ہو جایا کرتا تھا۔ (کنز العمال جلد15 صفحہ 253)

تبصرہ

سبحان اللہ! جب تک سرکار رحمت مدار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض رہے ان کا خون مباح تھا اور کہیں ان کا ٹھکانا نہیں تھا۔ بھاگتے پھرتے تھے اور جان کی امان نہیں ملتی تھی اور جب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش ہو گئے تو ان کی دنیا میں کرامت اور آخرت میں جنت دونوں جہان کی دولت مل گئی یہ سچ ہے۔

جس سے تم روٹھو، وہ سرگشتہ دنیا ہو جائے   جس کو تم چاہو، وہ قطرہ ہو، تو دریا ہو جائے

۷۶ حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اپنی قوم کے وفد میں اپنے والد معاویہ بن ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان کے والد نے ان سے فرما دیا تھا کہ تم بارگاہ رسالت میں تین باتوں کے سوا کچھ بھی نہ کہنا۔ (1) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ (2) یارسول اللہ! ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ ہم اسلام قبول کر کے آپ کے فرمانبردار بن جائیں۔ (3) آپ ہمارے دعا فرمائیں۔ ان کی ان تین باتوں کو سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر محبت میں ان کے چہرے اور سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ190)

کرامت (ہاتھ ہر مرض کی دوا)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی اپنا دست مبارک پھیرا ان کو دو کرامتیں مل گئیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لے ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور دوسری کرامت یہ ملی کہ یہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے فوراً ہی وہ شفایاب ہو جایا کرتا تھا۔ (کنز العمال جلد15 صفحہ 267 مطبوعہ حیدر آباد)

حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ''محمد بن بشر'' فخر کے طور پر اس بارے میں اشعار پڑھا کرتے تھے جس کا پہلا شعر یہ ہے

وَاَبِیْ الَّذِیْ مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَاْسِہٖ وَ دَعَالَہٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ

''یعنی میرے باپ وہ ہیں جن کے سر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیر کر خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔''

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 190)

۷۷ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام متبنّٰی حضرت ''زید بن حارثہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان کی ماں کی کنیت ''اُمِ ایمن'' اور نام ''برکہ'' تھا اور حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ''محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے۔ وفات اقدس کے وقت ان کی عمر صرف بیس سال تھی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اس لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا جو رومیوں سے جنگ کے لئے جا رہا تھا اور جس لشکر میں تمام بڑے بڑے صحابہ کرام موجود تھے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وفات اقدس کی وجہ سے یہ لشکر واپس آ گیا۔ مگر پھر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ اس لشکر کو بھیجا جو فتح یاب ہو کر آیا چونکہ یہ ''محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' تھے، اسی لئے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا بے حد احترام فرماتے تھے جب آپ نے اپنے دور خلافت میں مجاہدین کی تنخواہیں مقرر فرمائیں تو ان کی تنخواہ ساڑھے تین ہزار درہم مقرر فرمائی اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ صرف تین ہزار درہم مقرر فرمائی۔ صاحبزادے نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ نے حضرت اُسامہ کی تنخواہ مجھ سے زیادہ کیوں مقرر فرمائی، جبکہ وہ کسی جہاد میں بھی مجھ سے آگے نہیں رہے۔ اس کے جواب میں امیر المومنین نے فرمایا کہ اس لئے کہ اُسامہ کے باپ ''زید'' تمہارے باپ ''عمر'' سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے اور ''اُسامہ'' تم سے زیادہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب ہیں۔ (کنز العمال جلد 1 صفحہ 241 و اکمال صفحہ 505)

بے ادبی کرنے والے کافر ہو گئے

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع میں طواف زیارت کو اس لئے کچھ موخر کر دیا کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی حاجت کی وجہ سے کہیں چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت اُسامہ واپس آئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ چپٹی ناک اور کالے رنگ کا ایک لڑکا ہے، تو یمن کے کچھ لوگوں نے حقارت کے انداز میں یہ کہا کہ کیا اسی چپٹی ناک والے کالے لڑکے کی وجہ سے آج ہم لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طواف زیارت سے روک رکھا تھا؟ اس طرح ان یمن والوں نے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی کی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بے ادبی کرنے ہی کا وبال تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن کے یہ بے ادبی کرنے والے لوگ کافر و مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجوں نے ان لوگوں سے جہاد کیا، تو کچھ ان میں سے توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گئے اور کچھ قتل ہو گئے۔

(کنز العمال جلد 15 صفحہ 243)

۷۸ حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''نابغہ'' ان کا لقب ہے، ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام ''قیس بن عبداللہ'' اور بعض نے ''حبان بن قیس'' بتایا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بہت اچھے شاعر تھے مگر تیس برس کے بعد شعر گوئی بالکل چھوڑ دی۔ اس کے بعد جب دوبارہ شعر کہنا شروع کیا تو اس قدر بلند مرتبہ اور باکمال شاعر ہو گئے کہ ان کے ہمعصروں نے ان کو ''نابغہ'' (بہت ہی ماہر) کا لقب دے دیا۔ ایک سو اسی برس کی عمر پائی۔ (حاشیہ کنز العمال جلد 16 صفحہ 211 مطبوعہ حیدر آباد)

کرامت (سو برس تک دانت سلامت)

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند اشعار سنائے جو آپ کو بہت ہی زیادہ پسند آئے۔ آپ نے خوش ہو کر ان کو یہ دعا دی۔ ''اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو نہ توڑے'' اس دعائے نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت ملی کہ تمام عمر ان کے دانت سلامت رہے اور اولے کی طرح صاف اور چمکدار ہی رہے۔ حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت دیکھا جب کہ وہ سو برس کے ہو گئے تھے مگر ان کے تمام دانت سلامت تھے۔ (بیہقی و اصابہ جلد 3 صفحہ 539)

۷۹ حضرت عمرو بن طفیل دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اپنے باپ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آکر اسلام سے مشرف ہوئے اور تمام عمر مدینہ منورہ ہی میں رہے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جبکہ مرتدین سے جہاد کے لئے مسلمانوں کا لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو یہ دونوں باپ بیٹے بھی اس لشکر میں شامل ہو کر جہاد پر چل پڑے چنانچہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور شدید طور پر زخمی ہو گئے لیکن صحت یاب ہو گئے۔
پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یرموک کا معرکہ درپیش ہوا تو حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس جہاد میں مجاہدانہ شان کے ساتھ گئے اور کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت سے سیراب ہوئے۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 115)

کرامت (نورانی کوڑا)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھوڑا ہانکنے کے کوڑے کے بارے میں دعا فرما دی، تو ان کا کوڑا رات کی تاریکی میں اس طرح روشن ہو جایا کرتا تھا کہ یہ اسی کی روشنی میں راتوں کو چلتے پھرتے تھے۔ (کنز العمال جلد 16 صفحہ 160 مطبوعہ حیدر آباد)

۸۰ حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ زمانہ جاہلیت میں حج کرنے گئے تو مکہ مکرمہ میں ایک خواب دیکھا اور ایک غیبی آواز سنی جس میں ان کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دلائی گئی۔ یہ اس خواب سے بے حد متاثر ہوئے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر رہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو انہوں نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور پھر اپنی قوم میں آ کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور ان کی قوم کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر ان مسلمانوں کو ساتھ لے کر بارگاہ نبوت میں دوبارہ حاضر ہوئے، بہت ہی بہادر مجاہد بھی تھے اور اکثر اسلامی جہادوں میں شمشیر بکف ہو کر کفار سے جنگ بھی کی۔ آخر میں مدینہ منورہ سے ملک شام میں جا کر سکونت اختیار کر لی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی۔ (اکمال صفحہ 607 و کنز العمال جلد 16 صفحہ115)

کرامت (دشمن بلاؤں میں گرفتار)

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ مستجاب الدعوات تھے، یعنی ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے تو ایک شخص نے ان کی بہت زیادہ ہجو اور مذمت کی اور ان کی شان میں توہین آمیز الفاظ بکنے لگا اور آپ کو جھوٹا کہنے لگا۔ اس وقت آپ نے مجروح قلب کے ساتھ اس طرح دعا مانگی یا اللہ! اس کی زندگی کو تلخ بنا دے اور اس کی زبان کو گونگی اور اس کی آنکھوں کو اندھی کر دے۔ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ یہ شخص گونگا اور اندھا ہو گیا اور اس قدر بوڑھا ہو گیا کہ اس کے دانت ٹوٹ گئے اور زبان کے شل ہو جانے سے اس کو کسی چیز کا مزہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

۸۱ حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ انصاری ہیں اور ان کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ انہوں نے قبیلہ بنی حارث بنی خزرج میں اپنا گھر بنا لیا تھا۔ یہ بہت ہی پرہیزگار اور عبادت گزار صحابی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے درمیان آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

(بیہقی، اسد الغابہ جلد 2صفحہ227)

کرامت (موت کے بعد گفتگو)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ظہر و عصر کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ ناگہاں گر پڑے اور اچانک ان کی وفات ہو گئی۔ لوگ انہیں اٹھا کر مدینہ منورہ لائے اور ان کو لٹا کر کمبل اوڑھا دیا۔ جب مغرب و عشاء کے درمیان کچھ عورتوں نے رونا شروع کیا تو کمبل کے اندر سے آواز آئی۔ ''اے رونے والیو! خاموش رہو۔'' یہ آواز سن کر لوگوں نے ان کے چہرے سے کمبل ہٹایا تو ہو بے حد دردمندی سے نہایت ہی بلند آواز سے کہنے

لگے۔ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی خاتم النبیین ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔'' اتنا کہہ کر کچھ دیر تک بالکل ہی خاموش رہے، پھر بلند آواز سے یہ فرمایا: (سچ کہا، سچ کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، قوی ہیں، امین ہیں۔ گو بدن میں کمزور تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے کام میں قوی تھے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں ہے۔'' اتنا فرمانے کے بعد پھر ان کی زبان بند ہوگئی اور تھوڑی دیر تک بالکل خاموش رہے پھر ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے وہ زور زور سے بولنے لگے۔ ''سچ کہا سچ کہا درمیان کے خلیفہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے نہ اس کی کوئی پرواکرتے تھے اور وہ لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی قوی کسی کمزور کو کھا جائے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔'' اس کے بعد پھر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے، پھر ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے اور زور زور سے بولنے لگے: ''سچ کہا سچ کہا حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے جو امیر المومنین ہیں اور مومنوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ دو باتیں گزر گئیں اور چار باقی ہیں، جو یہ ہیں۔

1۔ لوگوں میں اختلاف ہوجائے گا اور ان کے لئے کوئی نظام نہ رہ جائے گا۔

2۔ سب عورتیں رونے لگیں گی اور ان کی پردہ دری ہوجائے گی۔

3۔ قیامت قریب ہوجائے گی۔

4۔ بعض آدمی بعض کو کھا جائیں گے۔

اس کے بعد ان کی زبان بالکل بند ہوگئی۔ (طبرانی والبدایہ و النہایہ جلد 6صفحہ156و اسد الغابہ جلد 227)

۸۲ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور شجرہ نسب یہ ہے۔ رافع بن خدیج بن عدی بن زید بن جشم بن حارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس، یہ انصاری ہیں اور ان کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ یہ جنگ بدر میں کفار سے لڑنے کے لئے آئے تو ان کو کم عمری کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر میں شامل کرنے سے انکار کر دیا لیکن جنگ احد میں اسلامی فوج میں شامل کر لئے گئے اور خوب جم کر کفار سے لڑتے رہے۔ پھر جنگ خندق وغیرہ اکثر لڑائیوں میں یہ مصروف جہاد رہے۔ عمر بھر مدینہ منورہ ہی میں رہے اور اسلامی لڑائیوں میں سر بکف اور کفن بردوش ہوکر کافروں سے لڑتے رہے اور اپنی قوم کے سردار اور مکھیہ بھی رہے۔ 73ھ یا 74ھ میں چھیاسی برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (اکمال صفحہ594و کنز العمال جلد 16صفحہ 5و اسد الغابہ جلد 2صفحہ151)

کرامت (برسوں حلق میں تیر چبھا رہا)

3ھ میں جنگ احد میں کفار نے آپ کے حلق پر تیر مارااور یہ تیر آپ کے حلق میں چبھ گیا۔ان کے چچا ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔آپ نے ارشادفرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہوتو ہم اس تیر کو نکال دیں اور اگر تم کو شہادت کی تمنا ہوتو تم اس تیر کو نہ نکلواؤ تم جب بھی جہاں کہیں بھی وفات پاؤ گے شہیدوں کی صف میں تمہارا شمار ہوگا انہوں نے درجہ شہادت کی آرزو میں تیر نکلوانا پسند نہیں کیا اور اسی حالت میں ستر برس تک زندہ رہے اور زندگی کے تمام معمولات پورے کرتے رہے یہاں تک کہ لڑائیوں میں کفار سے جنگ بھی کرتے رہے اوران کو کسی قسم کی اس تیر کی وجہ سے تکلیف بھی نہیں رہتی تھی لیکن ستر برس کی مدت کے بعد 73ھ میں تیر کا یہ زخم خود بخود پھٹ گیا اور اسی زخم کی حالت میں ان کا وصال ہوگیا۔ بلاشبہ یہ ان کی بہت بڑی کرامت ہے جو بہت زیادہ مشہور ہے۔ (کنز العمال جلد 16صفحہ 5 و اسد الغابہ جلد 2صفحہ151)

۸۳ حضرت محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی والدہ جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی کے شکم میں تھے اوران کے والد نے ان کی والدہ کو طلاق دے دی۔ان کی والدہ نے غصہ میں ان کی پیدائش کے بعد یہ قسم کھالی کہ میں اس بچے کو ہرگز ہرگز دودھ نہیں پلاؤں گی۔اس کا باپ اس کو دودھ پلانے کا انتظام کرے۔حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں لائے اور پورا پورا واقعہ عرض کیا۔حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی آغوش رحمت میں لے کر پہلے اپنا مقدس لعاب دہن اس بچے کے منہ میں ڈالا۔پھر عجوہ کھجور چبا کراس بچے کے منہ میں ڈالی اور ''محمد'' نام رکھا اورارشادفرمایا کہ اس کو گھر لے جاؤ۔اللہ تعالیٰ اس بچے کو رزق دینے والا ہے۔

کرامت (بچے کو دودھ کیسے ملا)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچے کو گود میں لئے ہوئے کسی دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں سرگرداں تھے مگر کوئی دودھ پلانے والی عورت نہیں ملی۔ یہ اسی فکر میں حیران و پریشان پھر رہے تھے کہ ناگہاں ایک عربی عورت ان سے ملی اور پوچھا کہ ثابت بن قیس کون شخص ہیں؟ اوران سے کہاں ملاقات ہوگی؟ انہوں نے پوچھا تم کو ثابت بن قیس سے کیا کام ہے؟ عورت نے کہا میں نے گزشتہ رات یہ خواب دیکھا کہ میں ثابت بن قیس کے بچے کو دودھ پلا رہی ہوں یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ثابت بن قیس میں ہی ہوں اور لڑکا ''محمد'' یہی ہے جو میری گود میں ہے۔عورت نے فوراً بچے کو گود میں لے لیا اور دودھ پلانے لگی۔محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ 63ھ میں جنگ حرہ کے دن مدینہ منورہ میں یزید بن معاویہ کی منحوس فوجوں کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔ (کنز العمال جلد16صفحہ199و اسد الغابہ جلد4 صفحہ 313)

۸۴ حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کرامت (چہرہ آئینہ بن گیا)

حیان بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک مرتبہ اپنا دست مبارک پھیرا۔ اس کے بعد ان کو یہ کرامت مل گئی کہ یہ بہت ہی بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے بدن کے ہر حصے پر ضعیفی کے آثار نمودار تھے لیکن ان کے چہرے پر بدستور جوانی کا جمال باقی تھا اور ان کا چہرہ اس قدر چمکتا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت ایک عورت ان کے سامنے سے گزری۔ اس وقت میں نے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح دیکھ لیا، گویا میں آئینہ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ (اصابہ جلد 3 صفحہ 225)

۸۵ حضرت معاویہ بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے ان کے والد کا نام ''معاویہ'' اور بعض نے ''مقرن'' لکھا ہے۔ اسی طرح ان کے قبیلہ کے نام میں بھی اختلاف ہے کہ یہ ''مزنی'' یا ''لیثی'' ہیں۔ حضرت ابو عمر نے اس قول کو درست قرار دیا ہے کہ یہ ''معاویہ بن مقرن'' مزنی ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت غزوہ تبوک میں تشریف فرما تھے ان کا وصال ہو گیا۔

کرامت (دو ہزار فرشتے نماز جنازہ میں)

ان کی یہ مشہور کرامت ہے کہ جب مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ والسلام نے مقام تبوک میں اتر کر دربار رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) معاویہ مزنی کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا ہے اور ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم لوگ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں بے شک ضرور ہم لوگ نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس قدر زور سے اپنا بازو زمین پر مارا کہ تمام شجر و حجر، ٹیلے اور پہاڑیاں ہلنے لگیں اور تمام حجابات اس طرح اٹھ گئے کہ ان کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے آ گیا اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تو صحابہ کرام کے تیس ہزار مجمع کے علاوہ فرشتوں کی بھی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ایک ایک ہزار فرشتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر صف میں ساٹھ ہزار فرشتے تھے۔ نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس صحابی کو اتنا عظیم رتبہ کون سے عمل کی وجہ سے عطا فرمایا؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ شخص **سورہ قل ھو اللہ احد** سے بے حد محبت رکھتا تھا اور ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اس سورہ کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 389)

تبصرہ

اللہ اکبر! سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) کی تلاوت کرنے والوں کی فضیلت اوران کی اجروثواب اورفضل وکرامت کا کیا کہنا؟ خداوند کریم جل وعلاء ہم مسلمانوں کوزیادہ سے زیادہ اس مقدس سورۂ کی تلاوت کا شرف عطافرمائے۔ (آمین)

۸۶ حضرت اھبان بن صیفی غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابومسلم ہے، ان کی صاحبزادی حضرت عدیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان جنگ کی نوبت آن پڑی تو امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے والد کے مکان پر تشریف لائے اورفرمایا کہ تم اس جنگ میں میراساتھ دواوراب تک تمہیں کون سی چیز میری حمایت سے روکے ہوئے ہے؟ تو میرے والدحضرت ہبان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے امیرالمومنین! بس صرف یہی ایک رکاوٹ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ اے ہبان! جب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں تو تم اس وقت لکڑی کی تلوار بنالینا، چنانچہ میں نے ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق لکڑی کی تلوار بنالی ہے۔آپ دیکھئے وہ لٹک رہی ہے۔اب لکڑی کی تلوار سے بھلامیں کس طرح جنگ کرسکتاہوں؟ یہ کہہ کروہ بالکل ہی اس لڑائی میں غیرجانبدار بن گئے۔

کرامت (قبر سے کفن واپس)

یہ صاحب کرامت صحابی تھے، چنانچہ ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں فقط دو ہی کپڑے دیئے جائیں مگر لوگوں نے ان کی وصیت پر عمل نہیں کیا اوران کے کفن میں تین کپڑے شامل کرکے ان کو دفن کر دیا۔ گھر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تیسرا کپڑا قبر سے واپس ہوکر کھونٹی پر لٹک رہاہے۔ (اسد الغابہ جلد1صفحہ138)

کرامت (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی)

حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ قادسیہ میں امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ ناگہاں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان آیا کہ حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ''حلوان العراق'' میں جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تین سو مجاہدین کا افسر بنا کر بھیج دیا اور انہوں نے مجاہدانہ حملہ کر کے ''حلوان العراق'' کی بہت سی بستیوں کو فتح کر لیا اور بہت زیادہ مال غنیمت لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ درمیان راہ میں ایک پہاڑ کے پاس نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان پڑھی اور جیسے ہی اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ کہا تو پہاڑ کے اندر سے کسی جواب دینے والے نے بلند آواز سے کہا لَقَدْ كَبَّرْتُ كَبِيْرًا يَانَضْلَه اسی طرح آپ کی پوری اذان کے ہر ہر کلمہ کا جواب پہاڑ کے اندر سے سنائی دیتا رہا۔ آپ حیران رہ گئے کہ آخر اس پہاڑ کے اندر کون ہے جو میرا نام لے کر اذان کا جواب دے رہا ہے پھر آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے شخص! خدا تم پر رحم فرمائے تو کون ہے؟ تو فرشتہ ہے یا جن یا رجال الغیب میں سے ہے؟ جب تو نے اپنی آواز ہم کو سنا دی ہے تو پھر اپنی صورت بھی ہم کو دکھا دے کیونکہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمائندہ ہیں آپ کے یہ فرماتے ہی پہاڑ پھٹ گیا اور اس کے اندر سے ایک نہایت ہی بوڑھے اور بزرگ آدمی نکل پڑے اور انہوں نے سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی اور ان کا وصی ہوں۔ میرے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے لئے درازئ عمر کی دعا فرما دی ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم میرے آسمان سے اترنے کے وقت تک اسی پہاڑ میں مقیم رہنا۔ چنانچہ میں اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے انتظار میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ آپ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے میرا سلام کہہ دیں اور میرا یہ پیغام بھی پہنچا دیں کہ اے عمر! صراط مستقیم پر قائم رہو اور خدا کا قرب ڈھونڈتے رہو۔ پھر چند دوسری نصیحتیں فرما کر وہ بزرگ ایک دم اسی پہاڑ میں غائب ہو گئے۔

حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سارا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لکھ کر بھیجا اور انہوں نے اس کی اطلاع دربار خلافت میں بھیج دی تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام یہ فرمان بھیجا کہ تم اپنے پورے لشکر کے ساتھ ''حلوان العراق'' میں اس پہاڑ کے پاس جاؤ اگر تمہاری ان بزرگ سے ملاقات ہو جائے تو ان سے میرا سلام کہہ دینا، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ اس مقام پر پہنچے اور چالیس دن تک مقیم رہے مگر وہ بزرگ نہ ظاہر ہوئے نہ ان کی آواز کسی نے سنی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد 2 صفحہ 167 تا 168)

تبصرہ

وہ بزرگ بھلا کیونکر اور کس طرح پھر ظاہر ہوتے؟ ان سے ملاقات اور شرفِ ہم کلامی کی کرامت تو حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی جو انہیں مل گئی۔ مثل مشہور ہے کہ: لِكُلِّ رَحُلٍ نَصِيبٌ وَالنَّصِيبُ يُصِيبُ !

۸۸ حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انصاری کے قبیلہ اوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے اور ان کا اصلی وطن مدینہ منورہ ہے۔ ملک شام کی فتوحات کے سلسلے میں جتنی لڑائیاں ہوئیں۔ ان سب جنگوں میں انہوں نے بڑے بڑے بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو ملک شام میں حمص کا گورنر مقرر فرمادیا تھا۔ یہ اس قدر عابد وزاہد تھے کہ ان کی عبادت و ریاضت اور ان کا زہد و تقویٰ حد کرامت کو پہنچا ہوا تھا یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! ''عمیر بن سعد'' جیسے چند اشخاص مجھے مل جاتے جن کو میں مسلمانوں پر حاکم بناتا۔ (حاشیہ کنز العمال جلد16صفحہ163بحوالہ ابن سعد)

کرامت (زاهدانہ زندگی)

ان کی زاہدانہ وعابدانہ زندگی بلاشبہ ایک بہت بڑی کرامت ہے، جس کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

محمد بن مزاحم کہتے ہیں کہ جن دنوں حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''حمص'' کے گورنر تھے، ناگہاں ان کے پاس امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان پہنچا جس کا مضمون یہ تھا۔ ''اے عمیر بن سعد! ہم نے تم کو ایک اہم عہدہ سپرد کر کے ''حمص'' بھیجا تھا مگر کچھ پتہ نہیں چلا کہ تم نے اپنے اس عہدہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ سنبھالا ہے یا نہیں لہٰذا جس وقت میرا یہ فرمان تمہارے پاس پہنچے، فوراً جس قدر مال غنیمت تمہارے خزانہ میں جمع ہے، سب کو اونٹوں پر لدوا کر اور اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ چلے آؤ اور میرے سامنے حاضر ہو جاؤ'' دربارِ خلافت کا یہ فرمان پڑھ کر فوراً ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی لاٹھی میں اپنی چھوٹی سی مشک اور خوراک کی تھیلی اور ایک پیالہ لٹکا کر لاٹھی کندھے پر رکھی اور ملک شام سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے اور دربار خلافت میں حاضر ہو گئے اور امیر المومنین کو سلام کیا۔ امیر المومنین نے ان کو اس خستہ حالی میں دیکھا، تو حیران رہ گئے اور فرمایا کیوں اے عمیر بن سعد! تمہارا حال اتنا خراب کیوں ہے؟ کیا تم بیمار ہو گئے تھے؟ یا تمہارا شہر، بدترین شہر ہے؟ یا تم نے مجھے دھوکہ دینے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے؟ امیر المومنین کے ان سوالوں کو سن کر انہوں نے نہایت ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ عرض کیا اے امیر المومنین! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمانوں کے چھپے ہوئے حالات کی ''جاسوسی'' سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ میرا خراب حال ہے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ میں بالکل تندرست و توانا ہوں اور اپنی پوری دنیا کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے آپ کے دربار میں حاضر ہوں۔ امیر المومنین نے فرمایا اے عمیر بن سعد! دنیا کا کون سا سامان تم لے کر

آئے ہو؟ میں تو تمہارے ساتھ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے عرض کیا اے امیر المومنین! دیکھئے یہ میری خوراک کی تھیلی ہے، یہ میری مشک ہے جس سے میں وضو کرتا ہوں اور اسی میں اپنے پینے کا پانی رکھتا ہوں اور یہ میرا پیالہ ہے اور یہ میری لاٹھی ہے جس سے میں اپنے دشمنوں سے بوقت ضرورت جنگ بھی کرتا ہوں اور سانپ وغیرہ زہریلے جانوروں کو بھی مار ڈالتا ہوں۔ یہ سارا سامان میری دنیا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا اے عمیر بن سعد! خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، تم تو عجیب ہی آدمی ہو۔ پھر امیر المومنین نے رعایا کا حال دریافت فرمایا اور مسلمانوں کی اسلامی زندگی اور ذمیوں کے بارے میں پوچھ گچھ فرمائی، تو انہوں نے جواب دیا کہ میری حکومت کا ہر مسلمان ارکان اسلام کا پابند اور اسلامی زندگی کے رنگ میں رنگا ہوا ہے اور میں ذمیوں سے جزیہ لے کر ان کی پوری پوری حفاظت کرتا ہوں اور میں اپنے عہد کی ذمہ داریوں کو نباہنے کی بھرپور کوشش کرتا رہا ہوں۔ پھر امیر المومنین نے خزانہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ خزانہ کیسا؟ میں ہمیشہ مالدار مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات وصول کر کے فقراء مساکین میں تقسیم کر دیا کرتا ہوں اگر میرے پاس فاضل مال بچتا تو میں ضرور اس کو آپ کے پاس بھیج دیتا۔ پھر امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عمیر بن سعد! تم ''حمص'' سے مدینہ منورہ تک پیدل چل کر آئے ہو اگر تمہارے پاس کوئی سواری نہیں تھی، تو کیا تمہاری سلطنت کی حدود میں مسلمانوں اور ذمیوں میں بھلا آدمی کوئی بھی نہیں تھا جو تم کو سواری کا ایک جانور دے دیتا۔ آپ نے عرض کیا اے امیر المومنین! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر رعایا خاموش رہے گی تو یہ حکام ان کو برباد کریں گے اور اگر رعایا فریاد کرے گی تو یہ حکام ان کی گردنیں اڑا دیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو ورنہ اللہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط فرما دے گا جو بدترین انسان ہوں گے۔ اس وقت نیک لوگوں کی دعائیں مقبول نہیں ہوں گی۔ اے امیر المومنین! میں ان برے حاکموں میں سے ہونا پسند نہیں کرتا اس لئے مجھے پیدل چلنا گوارا ہے مگر اپنی رعایا سے کچھ طلب کرنا یا ان کے عطیوں کو قبول کرنا ہرگز ہرگز پسند نہیں ہے۔ اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا اے عمیر بن سعد! میں تمہاری کارگزاریوں سے بے حد خوش ہوں، اس لئے تم اپنی گورنری کے عہدہ پر بحال ہو کر پھر حمص جاؤ اور وہاں جا کر حکومت کرو۔ آپ نے نہایت ہی لجاجت کے ساتھ گڑگڑا کر عرض کیا اے امیر المومنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر اب اس عہدہ کو قبول کرنے سے معافی کا طلب گار ہوں اور اب میں ہرگز ہرگز کبھی اس اہم عہدہ کو قبول نہیں کر سکتا، لہٰذا مجھے معاف فرما دیجئے۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا کہ اچھا اگر تم اس عہدہ کو قبول نہیں کر سکتے ہو، تو پھر میری طرف سے اجازت ہے کہ تم اپنے گھر والوں میں جا کر رہو، چنانچہ یہ مدینہ منورہ سے تین دن کی مسافت کی دوری پر ایک بستی میں جہاں ان کے اہل وعیال رہتے تھے، جا کر مقیم ہو گئے۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد امیر المومنین نے ایک سو اشرفیوں کی ایک تھیلی اپنے ایک مصاحب کو جس کا نام ''حبیب''

تھا، یہ کہہ کردی کہ تم عمیر بن سعد! کے مکان پر جا کر تین دن تک مہمان بن کر رہو۔ پھر تیسرے دن یہ تھیلی میری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کر کے کہہ دینا کہ وہ ان اشرفیوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ چنانچہ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشرفیوں کی تھیلی لے کر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے اور امیر المومنین کا سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور امیر المومنین کی خیریت دریافت کی اور ان کی حکمرانی کی کیفیت کے بارے استفسار کیا۔ پھر امیر المومنین کے لئے دعائیں کیں۔ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین دن تک ان کے مکان پر مقیم رہے اور ہر روز کھانے میں دونوں وقت ایک ایک روٹی اور زیتوں کا تیل ان کو ملتا رہا۔ تیسرے دن حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے حبیب! اب تمہاری مہمانی کی مدت ختم ہو گئی، لہٰذا آج تم اپنے گھر جا سکتے ہو۔ ہمارے گھر میں بس اتنا ہی خوراک کا سامان تھا جو ہم نے خود بھوکے رہ کر تم کو کھلا دیا۔ یہ سن کر حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کر دی اور کہا کہ امیر المومنین نے آپ کے خرچ کے لئے ان اشرفیوں کو بھیجا ہے۔ آپ نے تھیلی ہاتھ میں لے کر یہ ارشاد فرمایا: ''اے حبیب! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز ہوا، لیکن اس وقت دنیا کی دولت سے میرا دامن کبھی داغدار نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اٹھائی لیکن ان کے دور میں بھی دولت دنیا کی آلودگیوں سے میں محفوظ ہی رہا لیکن یہ زمانہ میرے لئے بدترین دور ثابت ہوا کہ میں امیر المومنین کے حکم سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ ''حمص'' کا گورنر بنا اور اب امیر المومنین نے یہ دنیا کی دولت میرے گھر میں بھیج دی ہے۔'' اتنا کہتے کہتے ان کی آواز بھرا گئی اور وہ چیخ مار کر زار زار رونے لگے اور ان کے آنسوؤں کی دھار ان کے رخسار پر موسلا دھار بارش کی طرح بہنے لگی اور انہوں نے اشرفیوں کی تھیلی واپس کر دی۔ یہ دیکھ کر گھر میں سے ان کی بیوی صاحبہ نہ کہا کہ آپ اس تھیلی کو واپس نہ کیجئے، کیونکہ یہ جانشین پیغمبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ ہے۔ اس کو رد کر دینے سے حضرت امیر المومنین کی بہت بڑی دل شکنی ہوگی اور آپ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ آپ حضرت امیر المومنین کے قلب کو صدمہ پہنچائیں، اس لئے آپ اس تھیلی کو لے کر حاجت مندوں کو دے دیجئے۔ بیوی صاحبہ کے مخلصانہ مشورہ کو قبول کرتے ہوئے آپ نے تھیلی اپنے پاس رکھ لی اور فوراً ہی فقراء و مساکین کو بلا کر تمام اشرفیوں کو تقسیم کر دیا اور اس میں سے ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر جب حضرت امیر المومنین سے سارا ماجرا عرض کیا، تو امیر المومنین پر بھی رقت طاری ہوگئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور دیر تک روتے رہے۔ پھر جب ان کے آنسو تھم گئے تو فوراً ہی ان کی طلبی کے لئے ایک فرمان لکھا اور ایک قاصد کے ذریعے یہ فرمان ان کے گھر بھیج دیا۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمان پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین کے حکم کی اطاعت مجھ پر واجب ہے یہ کہا اور فوراً پیدل مدینہ منورہ کے لئے گھر سے نکل پڑے اور تین دن کا سفر کر کے دربار خلافت میں حاضر ہو گئے۔

امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عمیر بن سعد! جو اشرفیاں میں نے تمہارے پاس بھیجی تھیں، ان کو تم نے کہاں کہاں خرچ کیا؟ عرض کیا اے امیر المومنین! میں نے اسی وقت ان سب اشرفیوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔ امیر المومنین حیرت واستعجاب کے عالم میں ان کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ پھر اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ تم بیت المال میں سے دو کپڑے لا کر عمیر بن سعد کو پہنا دو اور ایک اونٹ پر کھجوریں لادکر ان کو دے دو۔ آپ نے عرض کیا اے امیر المومنین! کپڑوں کو تو میں قبول کر لیتا ہوں کیوں کہ میرے پاس کپڑے نہیں ہیں، مگر کھجوریں میں ہرگز نہ لوں گا کیونکہ میں ایک صاع کھجوریں اپنے مکان پر رکھ آیا ہوں جو میری واپسی تک میرے اہل عیال کے لئے کافی ہیں۔ پھر حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر چلے آئے اور اس کے چند ہی دنوں بعد ان کا وصال ہو گیا۔ جب امیر المومنین کو آپ کی رحلت کی خبر پہنچی تو آپ بے اختیار رو پڑے اور حاضرین نے فرمایا کہ اب تم سب لوگ اپنی اپنی بڑی تمناؤں کو میرے سامنے بیان کرو۔ فوراً ہی تمام حاضرین نے اپنی اپنی بڑی سے بڑی تمناؤں کو ظاہر کر دیا۔ سب کی تمناؤں کا ذکر سن کر آپ نے فرمایا لیکن میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ کاش! عمیر بن سعد! جیسے صاف باطن و پاک باز اور پیکر اخلاص چند مسلمان مجھے مل جاتے تو میں ان سے مسلمانوں کے کاموں میں مدد لیتا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور یہ کہا کہ اللہ عمیر بن سعد (رضی اللہ عنہ) پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (کنز العمال جلد16 صفحہ 162 تا صفحہ 122 مختصراً)

۸۹ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اصلی نام جندرہ بن خیشنہ ہے، مگر یہ اپنی کنیت "ابو قرصافہ" سے زیادہ مشہور ہیں۔ یہ قریشی نسل سے ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں یتیم بچے تھے اور ان کی والدہ اور خالہ دونوں نے ان کی پرورش کی۔ یہ بچپن میں بکریاں چرانے جایا کرتے تھے اور ان کی والدہ اور خالہ ان کو سخت تاکید کیا کرتی تھیں کہ خبردار! تم مکہ میں بھی ان کی صحبت میں نہ بیٹھنا جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ بکریاں چراگاہ میں چھوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ علیہ والسلام کی خدمت میں ہر روز چلے جایا کرتے اور بکریوں کے چرانے پر زیادہ دھیان نہیں دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ بکریاں لاغر ہو گئیں اور ان کے تھن خشک ہو گئے۔ ان کی والدہ اور خالہ نے جب اس معاملہ کے بارے میں ان سے سخت باز پرس کی تو انہوں نے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ان کی بکریوں کے خشک تھنوں پر اپنا دست مبارک لگا دیا تو سب بکریوں کے خشک تھن دودھ سے بھر گئے جب ان کی والدہ اور خالہ نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک لگا دینے کا واقعہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم اور معجزات کا تذکرہ کر دیا۔ یہ سن کر ان کی والدہ اور خالہ نے کہا، اے میرے پیارے بیٹے! تم ہم کو بھی ان کے دربار میں لے چلو۔ چنانچہ ان کی والدہ اور خالہ خدمت اقدس میں حاضر ہو گئیں اور جمال نبوت دیکھتے ہی کلمہ پڑھ کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئیں اور اپنے گھر

پہنچ کر ان دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے تو ان کے دہن مبارک سے ایک نور نکلتا تھا اور ہم نے حسن اخلاق اور جمال صورت و کمال سیرت کے اعتبار سے کسی انسان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر اور خوشتر نہیں دیکھا۔ یہ آخری عمر میں ملک شام کے شہر فلسطین میں مقیم ہو گئے تھے اور شاہی محدثین ان کے حلقہ درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ امام طبرانی نے ان کو نسبت کے اعتبار سے ''لیثی'' تحریر فرمایا ہے کہ ان کو ''بنی لیث بن بکر'' کا آزاد کردہ غلام لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (کنزالعمال جلد 16 صفحہ 229 مطبوعہ حیدرآباد و اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 307)

کرامت (سینکڑوں میل دور آواز پہنچتی تھی)

ان کی یہ کرامت تھی کہ رومی کفار نے ان کے ایک فرزند کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں بند کر دیا تھا۔ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کا وقت آتا تو عسقلان کی چار دیواری پر چڑھتے اور بلند آواز سے پکار کر کہتے کہ اے میرے پیارے بیٹے! نماز کا وقت آ گیا ہے اور ان کی اس پکار کو ہمیشہ ان کے صاحبزادے سن لیا کرتے تھے حالانکہ وہ سینکڑوں میل کی دوری پر رومیوں کے قید خانہ میں قید تھے۔ (طبرانی)

تبصرہ

یہ کرامت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بزرگوں سے بھی منقول ہے اور یہ کرامت بھی اس امر کی دلیل ہے کہ محبوبان خدا ہوا پر بھی حکومت فرمایا کرتے ہیں کیونکہ آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا ہواؤں کے تموج ہی کا کام ہے جس پر پہلے صفحات میں بھی روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس قسم کی کرامتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند قدوس نے اپنے اولیائے کرام کو عالم میں تصرفات کی ایسی حکمرانی و بادشاہی بلکہ شہنشاہی عطا فرمائی ہے کہ وہ کائنات عالم کی ہر ہر چیز پر باذن اللہ حکومت کرتے ہیں۔

۹۰ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان خزرج کے بہت ہی نامی گرامی شخص ہیں اور دربار رسالت کے خاص الخاص شاعر ہونے کی حیثیت سے تمام صحابۂ کرام میں ایک خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز ہیں۔ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور کفار مکہ جو شان رسالت میں ہجو لکھ کر بے ادبیاں کرتے تھے۔ آپ اپنے اشعار میں ان کا دنداں شکن جواب دیا کرتے تھے۔ حضور شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے خاص طور پر مسجد نبوی میں منبر رکھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعت خوانی کرتے تھے۔ ان کی کنیت ''ابوالولید'' ہے اور ان کے والد کا نام ''ثابت'' اور ان کے دادا کا نام ''منذر'' اور پردادا کا نام ''حرام'' ہے اور ان چاروں کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ یہ ہے کہ ان چاروں کی عمریں ایک سو بیس برس کی ہوئیں جو عجائبات عالم میں سے ایک عجیب نادر الوجود عجوبہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سو بیس برس کی عمر میں سے ساٹھ برس جاہلیت اور ساٹھ برس اسلام میں گزرے۔ 40ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (اکمال صفحہ 560 و مشکوۃ باب البیان و الشعر صفحہ 410 و حاشیہ بخاری بحوالہ کرمانی جلد 2 صفحہ 594)

کرامات (حضرت جبرائیل علیہ السلام مددگار)

ان کی ایک خاص کرامت یہ ہے کہ جب تک یہ نعت خوانی فرماتے رہتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی مدد و نصرت کے لئے ان کے پاس موجود رہتے تھے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَانَا فَحَ اَوْفَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

''یعنی جب تک حسان میری طرف سے کفار کو مدافعانہ جواب دیتے اور میرے بارے میں اظہار فخر کرتے رہتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی مدد فرماتے رہتے ہیں۔''

(مشکوۃ باب البیان والشعر صفحہ 410)

کرامت والی قوت شامہ

جبلہ غسانی جو خاندان جفنہ کا ایک فرد تھا۔ اس نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہدیہ کے طور پر کچھ سامان حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیہ سپرد کرنے کے لئے بلایا۔ جب حضرت حسان بارگاہ خلافت میں پہنچے تو چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! مجھے خاندان جفنہ کے ہدیوں کی خوشبو آ رہی ہے جو آپ کے پاس ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جبلہ غسانی نے تمہارے لئے ہدیہ بھیجا ہے جو کہ میرے پاس ہے، اسی لئے میں نے تم کو طلب کیا ہے۔
اس واقعہ کو نقل کرنے والے کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حیرت انگیز و تعجب خیز بات میں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا کہ انہیں ہدیہ کی کسی نے پہلے سے کوئی خبر نہیں دی تھی۔ پھر آخر انہیں چوکھٹ پر کھڑے ہوتے ہی اس ہدیہ کی خوشبو کیسے اور کیونکر محسوس ہو گئی؟ اور انہوں نے اس چیز کو کیسے سونگھ لیا کہ وہ ہدیہ خاندان جفنہ سے یہاں آیا ہے۔ (شواھد النبوۃ صفحہ 232)

تبصرہ

بلا خوشبو والے سامانوں کو سونگھ کر جان لینا کہ ہدیہ دینے والا کس خاندان کا آدمی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں سونگھنے کی نہیں ہیں، پھر بھی ان کو سونگھ لینا، اس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے لیکن آپ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا متبنّٰی بنا لیا تھا اور اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرما دیا تھا جن کے بطن سے ان کے صاحبزادے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ان کی ایک بڑی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سوا قرآن مجید میں دوسرے کسی صحابی کا نام مذکور نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بہادر مجاہد تھے۔ غلاموں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ ''جنگ موتہ'' کی مشہور لڑائی میں جب آپ تمام اسلامی افواج کے سپہ سالار تھے۔ 8ھ میں کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ (اکمال صفحہ595 واسد الغابہ جلد 2 صفحہ224 تا صفحہ227)

کرامت (ساتویں آسمان کا فرشتہ زمین پر)

آپ کی ایک کرامت بہت زیادہ مشہور اور مستند ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے سفر کے لئے طائف میں ایک خچر کرایہ پر لیا۔ خچر والا ڈاکو تھا۔ وہ آپ کو سوار کر کے لے چلا اور ایک ویران وسنسان جگہ پر لے جا کر آپ کو خچر سے اتار دیا اور ایک خنجر لے کر آپ کی طرف حملہ کے ارادہ سے بڑھا آپ نے یہ دیکھا کہ وہاں ہر طرف لاشوں کے ڈھانچے بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے شخص! تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو ٹھہر! مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ اس بدنصیب نے کہا کہ اچھا تو نماز پڑھ لے۔ تجھ سے پہلے بھی بہت سے مقتولوں نے نمازیں پڑھی تھیں مگر ان کی نمازوں نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوگیا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے میرے قریب آ گیا تو میں نے دعا مانگی اور یَـااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کہا۔ غیب سے یہ آواز آئی اے شخص! تو ان کو قتل مت کر۔ یہ آواز سن کر وہ ڈاکو ڈر گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا جب کوئی نظر نہیں آیا تو وہ پھر میرے قتل کے لئے آگے بڑھا تو میں نے پھر بلند آواز سے یَـااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کہا اور غیبی آواز آئی۔ پھر تیسری مرتبہ جب میں نے یَـااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کہا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور نیزہ کے نوک پر آگ کا ایک شعلہ ہے۔ اس شخص نے آتے ہی ڈاکو کو سینے میں اس زور سے نیزہ مارا کہ نیزہ اس کے سینے کو چھیدتا ہوا اس کی پشت کے پار نکل گیا اور ڈاکو زمین پر گر کر مر گیا۔ پھر وہ سوار مجھ سے کہنے لگا کہ جب تم نے پہلی مرتبہ یَـااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا اور جب دوسری مرتبہ تم نے یَـااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کہا تو میں آسمان دنیا پر تھا اور جب تیسری مرتبہ تم نے یَـااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن کہا تو میں تمہارے پاس امداد ونصرت کے لئے حاضر ہوگیا۔ (استیعاب جلد 1 صفحہ548)

تبصرہ

اس سے سبق ملتا ہے خداوند قدوس کے اسماء حسنیٰ اور مومنین کی دعاؤں سے بڑی بڑی بلائیں ٹل جاتی ہیں اور ایسی ایسی امداد اور آسمانی نصرتوں کا ظہور ہوا کرتا ہے جن کو خداوند کریم کے فضل عظیم کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا، مگر افسوس آجکل کے مسلمان مصیبتوں کے ہجوم میں بھی مادی وسائل کی تلاش میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں اور لیڈروں، حاکموں اور دولت مندوں کے مکانوں کا چکر لگاتے رہتے ہیں مگر ارحم الرحمین اور احکم الحاکمین کے دربار عظمت میں گڑگڑا کر اپنی دعاؤں کی عرضی نہیں پیش کرتے اور خلاق عالم جل جلالہ سے امداد و نصرت سے بھیک نہیں مانگتے حالانکہ ایمان یہ کہ بغیر فضلِ ربانی کے کوئی انسانی طاقت کسی کی بھی امداد و نصرت نہیں کر سکتی۔ افسوس! سچ کہا ہے، کسی حقیقت شناس نے۔

اس طرف اٹھتے نہیں ہاتھ جہاں سب کچھ ہے　　　پاؤں چلتے ہیں ادھر کو کہ جہاں کچھ بھی نہیں

۹۲ حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں ان کو افریقہ کا گورنر مقرر فرما دیا تھا اور انہوں نے افریقہ کے کچھ حصوں کو فتح کر لیا اور بربری لوگ جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے، ان کے بہت سے باشندے دامن اسلام میں آ گئے۔ انہوں نے اس ملک میں اسلامی فوجوں کے لئے چھاؤنی بنانے اور ایک اسلامی شہر آباد کرنے کا ارادہ فرمایا، لیکن اس مقصد کے لئے ماہرین حربیات و عمرانیات نے جس جگہ کا انتخاب کیا وہاں ایک نہایت ہی خوفناک اور گنجان جنگل تھا جو جنگل درندوں اور ہر قسم کے موذی اور زہریلے حشرات الارض اور جانوروں کا مسکن اور گڑھ تھا۔ اس موقع پر حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔

کرامات (ایک پکار سے درندے فرار)

مروی ہے کہ حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے۔ آپ نے ان سب مقدس صحابیوں کو جمع فرمایا اور ان بزرگوں کو اپنے ساتھ لے کر اس خوفناک اور گھنے جنگل میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا۔

”اے درندو! اور موذی جانورو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں اور ہم اس جگہ اپنی بستی بسا کر آباد ہونا چاہتے ہیں لہٰذا تم سب یہاں سے نکل جاؤ ورنہ اس کے بعد ہم تم میں سے جس کو یہاں دیکھیں گے قتل کر دیں گے۔“

اس اعلان کے بعد اس آواز میں خدا ہی جانتا ہے کہ کیا تاثیر تھی کہ سب درندوں اور حشرات الارض میں ہل چل مچ گئی اور غول در غول اس جنگل کے جانور نکلنے لگے۔ شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے، بھیڑیئے اپنے پلوں کو لئے ہوئے سانپ اپنے سپنولیوں کو کمر سے چمٹائے ہوئے جنگل سے باہر نکلے جا رہے تھے اور یہ ایک ایسا عجیب ہیبت ناک اور دہشت انگیز منظر تھا جو نہ اس سے قبل

دیکھا گیا نہ یہ کسی کے وہم وگمان میں تھا۔ غرض پورا جنگل جانوروں سے خالی ہوگیا اور صحابہ کرام اور پورے لشکر نے اس جنگل کو کاٹ کر 50ھ میں ایک شہر آباد کیا، جس کا نام ''قیروان'' ہے۔ یہ شہر اسی لئے مسلمانوں میں بہت زیادہ قابلِ احترام شمار کیا جاتا ہے کہ اس شہر کی آبادکاری میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ے مقدس ہاتھوں کا بہت زیادہ حصہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں جلیل القدر علماء مشائخ اس سرزمین کی آغوش خاک سے اٹھے اور پھر اسی مقدس زمین کی آغوش لحد میں دفن ہوکر اس زمین کا خزانہ بن گئے۔ (معجم البلدان تذکرہ قیروان)

گھوڑے کی ٹاپ سے چشمہ جاری

حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت بھی بہت ہی حیرت انگیز اور عبرت خیز ہے کہ افریقہ کے جہادوں میں ایک مرتبہ ان کا لشکر ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں دور دور تک پانی نایاب تھا جب اسلامی لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا اور تمام لوگ تشنگی سے مضطرب ہوکر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے تو حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی۔ ابھی آپ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ آپ کے گھوڑے نے اپنے کھر سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا۔ آپ نے اٹھ کر دیکھا تو مٹی ہٹ چکی تھی اور ایک پتھر نظر آ رہا تھا۔ آپ نے جیسے ہی اس پتھر کو ہٹایا تو ایک دم اس کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا اور اس قدر پانی بہنے لگا کہ سارا لشکر سیراب ہوگیا اور تمام جانوروں نے بھی پیٹ بھر کر پانی پیا اور لشکر کے تمام سپاہیوں نے اپنی اپنی مشکوں کو بھی بھر لیا اور اس چشمہ کو بہتا ہوا چھوڑ کر لشکر آگے روانہ ہوگیا۔ (معجم البلدان تذکرہ قیروان)

۹۳ حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو زید ان کی کنیت ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کا نام ''سعید بن عمیر'' ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ''قیس بن سکن'' ہے۔ ان کا خاندانی تعلق قبیلہ انصار سے ہے اور ان کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں حافظ قرآن ہو چکے تھے۔

کرامت (سو برس کا جوان)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ایک مرتبہ ان کے سر پر پھیرا اور ان کو یہ دعا دی کہ یا اللہ! اس کے حسن و جمال کو ہمیشہ قائم رکھ۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سو برس کچھ زائد عمر کے ہوگئے تھے لیکن ان کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا نہ ان کے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں۔ وفات کے وقت تک ان کے چہرے پر جوانی کا جمال برقرار رہا جو بلاشبہ ان کی ایک کرامت ہے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ166)

ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کی کنیت "ابوعبدالرحمٰن" ہے اور بعض کے نزدیک "ابوحماد" اور کچھ لوگوں نے کہا کہ "ابوعمر" ہے۔ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلا جہاد جس میں انہوں نے شرکت کی، وہ جنگ خیبر ہے۔ یہ بہت ہی جاں باز اور مجاہد صحابی تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ ملک شام کی سکونت اختیار کر لی تھی اور حدیث میں کچھ صحابہ اور بہت سے تابعین ان کے شاگرد ہیں۔ شہر دمشق میں 73ھ کے سال میں ان کا وصال شریف ہوا۔ (اسد الغابہ جلد صفحہ 4صفحہ 156)

کرامت (پکار پر مویشی دوڑ پڑے)

حضرت محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے گرفتار کر کے انہیں تانتوں سے باندھ رکھا تھا۔ ان کے والد مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا تم اپنے بیٹے عوف کے پاس کسی قاصد کے ذریعے یہ کہلا دو کہ وہ بکثرت لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہیں۔ چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وظیفہ پڑھنے لگے۔ ایک دن ناگہاں ان کی تمام تانتیں ٹوٹ گئیں اور وہ رہا ہو کر کفار کی قید سے نکل پڑے اور ایک اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑے۔ راستہ میں ایک چراگاہ کے اندر کفار کے سینکڑوں اونٹ چر رہے تھے۔ آپ نے ان اونٹوں کو پکارا، تو وہ سب دوڑتے بھاگتے ہوئے آپ کی اونٹنی کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ انہوں نے مکان پر پہنچ کر اپنے والدین کو پکارا تو ان کی آواز سن کر ماں باپ اور خادم دوڑ پڑے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹوں کے زبردست ریوڑ کے ساتھ موجود ہیں سب خوش ہو گئے۔ ان کے والد حضرت مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں پہنچ کر سارا قصہ سنایا اور اونٹوں کے بارے میں بھی عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان اونٹوں کو تم جو چاہو کرو، تمہارا بیٹا اونٹوں کا مالک ہو چکا، میں ان اونٹوں میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رزق ہے جو تمہیں عطا کیا گیا۔ روایت ہے کہ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَل لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (سورۃ طلاق پ ۲۸)

ترجمہ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مضرتوں سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے، جہاں اس کو گمان بھی نہیں ہوتا جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔

(الترهيب جلد 3صفحہ 105و تفسير ابن كثير جلد 4صفحہ 380)

یہ حضور شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب زیادہ پیاری بیٹی ہیں۔ ان کا لقب سیدۃ نساء العلمین (سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میری بیٹی میرے بدن کا حصہ ہے جس نے اس کا دل دکھایا، اس نے میرا دل دکھایا اور جس نے میرا دل دکھایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ ان کے فضائل و مناقب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ رمضان 2ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا اور ذوالحجہ 2ھ میں رخصتی ہوئی۔ ان کے بطن سے حضرت امام حسن و امام حسین و امام محسن تین صاحبزادگان اور حضرت زینب و رقیہ وام کلثوم تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔ 28 برس کی عمر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو سپرد خاک کی گئیں۔ مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ (اکمال صفحہ613وغیرہ)

کرامات (برکت والی سینی)

آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ ایک دن ایک بوٹی اور دو روٹیاں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے اس تحفے کو قبول فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے لخت جگر تم اس سینی کو اپنے ہی گھر میں لے کر چلو۔ پھر خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر رونق افروز ہو کر اس سینی کو کھولا تو گھر کے تمام افراد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ سینی روٹیوں اور بوٹیوں سے بھری ہوئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنّٰی لَکِ ھٰذا ''اے بیٹی! یہ سب تمہارے لئے کہاں سے آیا؟'' تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ''یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے، بے شمار روزی دیتا ہے۔'' پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت امام حسن و امام حسین اور دوسرے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر سب کے ساتھ سینی میں سے کھانا تناول فرمایا۔ پھر بھی اس کھانے میں اس قدر حیرت ناک اور تعجب خیز برکت ظاہر ہوئی کہ سینی روٹیوں اور بوٹیوں سے بھری ہوئی رہ گئی اور اس کو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پڑوسیوں اور دوسرے مسکینوں کو کھلایا۔ (روح البیان آلِ عمران صفحہ323)

شاهی دعوت

روایت ہے کہ ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہنشاہ مدینہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ جب دونوں عالم کے میزبان، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر رونق افروز ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے چلتے ہوئے آپ کے قدموں کو گننے لگے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میری تمنا ہے کہ حضور کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ کی تعظیم وتکریم کے لئے ایک ایک غلام آزاد کردوں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان تک جس قدر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پڑے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی ہی تعداد میں غلاموں کو خرید کر آزاد کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دعوت سے متاثر ہوکر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اے فاطمہ! آج میرے دینی بھائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی ہی شاندار دعوت کی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کیا ہے۔ میری بھی تمنا ہے کہ کاش! ہم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی طرح شاندار دعوت کر سکتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر نامدار حضرت علی دلدل کے سوار کے اس جوشِ تاثر سے متاثر ہوکر کہا بہت اچھا، جایئے۔ آپ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی قسم کی دعوت دیتے آیئے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ہمارے گھر میں بھی اسی قسم کا سارا انتظام ہوجائے گا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر دعوت دے دی اور شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کی ایک کثیر جماعت کو ساتھ لے کر اپنی پیاری بیٹی کے گھر تشریف فرما ہوگئے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا خلوت میں تشریف لے جا کر خداوند قدوس کی بارگاہ میں سربسجود ہوگئیں اور یہ دعا مانگی۔

''یااللہ! تیری بندی فاطمہ نے تیرے محبوب اور محبوب کے اصحاب کی دعوت کی ہے۔ تیری بندی کا صرف تجھ ہی پر بھروسہ ہے لہٰذا اے میرے رب! تو آج میری لاج رکھ لے اور اس دعوت کے کھانوں کا تو عالم غیب سے انتظام فرما۔''

یہ دعا مانگ کر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہانڈیوں کو چولہوں پر چڑھا دیا۔ خداوند تعالیٰ کا دریائے کرم ایک دم جوش میں آ گیا اور اُس رزاقِ مطلق نے دم زدن میں ان ہانڈیوں کو جنت کے کھانوں سے بھر دیا۔

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان ہانڈیوں میں سے کھانا نکالنا شروع کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کھانا کھانے سے فارغ ہو گئے لیکن خدا کی شان کہ ہانڈیوں میں سے کھانا کچھ بھی کم نہ ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کھانوں کی خوشبو اور لذت سے حیران رہ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو متحیر دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ نہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے لئے جنت سے بھیج دیا ہے۔

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گوشہ تنہائی میں جا کر سجدہ ریز ہوگئیں اور یہ دعا مانگنے لگیں کہ یا اللہ! حضرت عثمان نے تیرے محبوب کے ایک ایک قدم کے عوض ایک ایک غلام آزاد کیا ہے لیکن تیری بندی فاطمہ کو اتنی استطاعت نہیں ہے لہٰذا اے خداوند عالم! جہاں تو نے میری خاطر جنت سے کھانا بھیج کر میری لاج رکھ لی ہے وہاں تو میری خاطر اپنے محبوب کے ان قدموں کے برابر جتنے قدم چل کر میرے گھر تشریف لائے ہیں اپنے محبوب کی امت کے گنہگار بندوں کو تو جہنم سے آزاد فرما دے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جوں ہی اس دعا سے فارغ ہوئیں، ایک دم ناگہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ بشارت لے کر بارگاہ رسالت میں اتر پڑے کہ یارسول اللہ! حضرت فاطمہ کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے ہر قدم کے بدلے میں ایک ایک ہزار گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دیا۔ (جامع المعجزات مصری صفحہ65بحوالہ سچی حکایات)

٩٦ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ آپ کی محبوبہ ہیں۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔ فقہی معلومات میں بھی ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سے مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ اور دوسری عبادتوں و ریاضتوں میں بھی آپ ازواج مطہرات میں خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز تھیں۔ 57ھ یا 58ھ میں بمقام مدینہ منورہ دنیائے فانی سے عالم آخرت کی طرف ان کی رحلت ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (اکمال صفحہ612)

کرامات (حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کو سلام کرتے تھے)

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کو سلام کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہتے ہیں تو آپ نے جواب میں عرض کیا وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ (بخاری جلد 1صفحہ532)

ان کے لحاف میں وحی اُتری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا میری کسی دوسری بیوی کے کپڑوں میں مجھ پر وحی نہیں اتری اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں سوئے رہتے تھے اور آپ پر خدا تعالیٰ کی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ (مشکوٰۃ جلد2صفحہ 573 و کنز العمال جلد 16صفحہ 297)

آپ کے توسل سے بارش

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں بارش نہیں ہوئی اور لوگ شدید قحط میں مبتلا ہو کر بلبلا اٹھے جب لوگ قحط کی شکایت لے کر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت اقدس میں پہنچے، تو آپ نے فرمایا کہ میرے حجرے میں جہاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ہے۔ اس حجرہ مبارکہ کی چھت میں ایک سوراخ کر دو تا کہ حجرہ منورہ سے آسمان نظر آنے لگے۔ چنانچہ جیسے ہی لوگوں نے چھت میں ایک سوراخ بنایا، فوراً ہی بارش شروع ہوگئی اور اطراف مدینہ منورہ کی زمین سرسبز و شاداب ہوگئی اور اس سال گھاس اور جانوروں کا چارہ بھی اس قدر زیادہ ہوا کہ کثرت خوراک سے اونٹ فربہ ہوگئے اور چربی کی زیادتی سے ان کے بدن پھول گئے۔

(مشکوٰۃ جلد 2صفحہ545)

﴿۹۷﴾ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام ''برکۃ'' ہے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی باندی تھیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والد ماجد کی میراث میں سے ملی تھیں۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن میں بہت زیادہ خدمت کی ہے۔ یہی آپ کو کھانا کھلایا کرتی تھیں، کپڑے پہنایا کرتی تھیں کپڑے دھویا کرتی تھیں۔ اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ ان کے بطن سے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر زیادہ محبت فرماتے تھے کہ عام طور پر صحابۂ کرام حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''محبوبِ رسول'' کہا کرتے تھے۔

کرامت (کبھی پیاس نہیں لگی)

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئی تو میرا کھانا پانی راستہ میں سب ختم ہو گیا اور میں جب ''مقامِ روحاء'' میں پہنچی تو پیاس کی شدت سے بے قرار ہو کر زمین پر لیٹ گئی، اتنے میں مجھے احساس ہوا کہ میرے سر کے اوپر کچھ آہٹ ہو رہی ہے جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ ایک پانی سے بھرا ہوا چمکدار رسی میں بندھا ہوا آسمان سے زمین پر ایک ڈول اتر رہا ہے، میں نے لپک کر اس ڈول کو پکڑ لیا اور خوب جی بھر کر پانی پی لیا۔ اس کے بعد میرا یہ حال ہے کہ مجھے کبھی پیاس نہیں لگی۔ میں سخت گرمیوں میں روزہ رکھتی ہوں اور روزہ کی حالت میں شدید چلچلاتی ہوئی دھوپ میں کعبہ مکرمہ کا طواف کرتی ہوں تا کہ مجھے پیاس لگ جائے لیکن اس کے باوجود مجھے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2صفحہ874 بحوالہ بیہقی)

۹۸ حضرت اُمِ شریک دوسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ قبیلہ دوس کی ایک صحابیہ ہیں جو اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلی آئی تھیں۔

کرامات (غیبی ڈول)

یہ اپنے قبیلہ دوس سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جارہی تھیں اور روزہ دار تھیں۔شام کو ایک یہودی کے مکان پر پہنچیں تا کہ پانی پی کر روزہ افطار کرلیں۔دشمن اسلام یہودی کو جب ان کے مسلمان اور روزہ دار ہونے کا علم ہوا تو اس ظالم نے ان کو مکان کی ایک کوٹھری میں بند کر دیا تا کہ ان کو ایک قطرہ پانی بھی نہ مل سکے جس سے یہ روزہ افطار کرسکیں۔حضرت اُمِ شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا بند کوٹھڑی میں لیٹی ہوئی تھیں اور بے حد متفکر تھیں،سورج غروب ہو چکا ہے اور کوٹھڑی میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔آخر میں کس چیز سے روزہ افطار کروں؟ اتنے میں بند اور اندھیری کوٹھڑی میں اچانک کسی نے ان کے سینے پر ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا ڈول رکھ دیا اور انہوں نے اس پانی کو پی کر روزہ افطار کرلیا۔ (حجتہ اللہ جلد 2صفحہ875)

خالی کپہ گھی سے بھر گیا

روایت ہے کہ حضرت اُمِ شریک دوسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چمڑے کا ایک کپہ تھا جس کو وہ اکثر لوگوں کو عاریۃً دے دیا کرتی تھیں۔ایک دن انہوں نے اس کپہ میں پھونک مار کر اس کو دھوپ میں رکھ دیا تو گھی سے بھر گیا۔پھر ہمیشہ اس کپہ میں سے گھی نکلتا رہا۔اس بات کا پورے شہر اور دیار وامصار میں اس قدر چرچا ہو گیا تھا کہ لوگ عام طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت اُمِ شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کپہ خدا کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ (حجتہ اللہ علی العالمین جلد 2صفحہ875 بحوالہ ابن سعد)

۹۹ حضرت اُمِ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ ایک ضعیفہ نابینا تھیں جو اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلی آئی تھیں۔

کرامت (دعا سے مردہ زندہ ہو گیا)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُمِ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیٹا نوعمری میں اچانک انتقال کر گیا۔ہم لوگوں نے اس لڑکے کی آنکھوں کو بند کر کے اس کو ایک کپڑا اوڑھا دیا اور ہم لوگوں نے اس کی ماں کے پاس پہنچ کر لڑکے کی موت کی خبر سنائی اور تعزیت وتسلی کے کلمات کہنے لگے۔حضرت اُمِ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بیٹے کی موت کی خبر سن کر چونک گئیں اور آبدیدہ ہوگئیں۔پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اس طرح دعا مانگی: ''یا اللہ! میں تجھ پر ایمان لائی اور میں نے اپنا وطن چھوڑ کر تیرے رسول کی طرف ہجرت کی ہے،اس لئے اے میرے خدا! میں تجھ سے دعا کرتی ہوں کہ تو میرے لڑکے کی مصیبت مجھ پر مت ڈال۔''

یہ دعا ختم ہوتے ہی حضرت اُمِ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مردہ لڑکا اپنے چہرہ سے کپڑا اٹھا کر اٹھ بیٹھا اور زندہ ہوگیا۔ (ابن ابی الدنیا و بیھقی و البدایہ و النھایہ جلد 6 صفحہ 154 و صفحہ 259)

تبصرہ

اس قسم کی کرامت بہت سے بزرگان دین خصوصاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اولیاء امت سے بارہا ظہور آ چکی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی دعاؤں اوران کی زَبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو اپنے فضل وکرم سے رد نہیں فرماتا، چنانچہ کسی حق شناس نے کہا ہے۔

جو وجد کے عالم میں نکلے لب مومن سے   وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

۱۰۰ حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کرامت (اندھی آنکھیں روشن ہو گئیں)

یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کی لونڈی تھیں۔ اسلام کی حقانیت ان کے دل میں گھر کرگئی۔ حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر ہوگئے اور انہوں نے خود بھی ان کو خوب خوب مارا اوران کے گھر کے افراد بھی برابر مارتے رہے یہاں تک کہ مکہ کے کفار نے سر بازار ان کو اس قدر مارا کہ ضربات کے صدمات سے ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور یہ نابینا ہوگئیں۔ اس کے بعد کفار مکہ نے طعنہ دینا شروع کیا اے زنیرہ! چونکہ تم ہمارے معبودوں یعنی لات و عزیٰ کو برا بھلا کہتی تھیں۔ اس لئے ہمارے ان بتوں نے تمہاری آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔ یہ خون کھولا دینے والا طعنہ سن کر حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رگوں میں اسلامی خون جوش مارنے لگا اور انہوں نے کہا: ''ہرگز ہرگز نہیں! خدا کی قسم تمہارے لات وعزیٰ میں ہرگز ہرگز یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ میری آنکھوں کی روشنی چھین سکیں۔ میرا اللہ جو وحدہ لاشریک لہ ہے وہ جب چاہے گا، میری آنکھوں میں روشنی آ جائے گی۔'' ان الفاظ کا ان کی زبان مبارکہ سے نکلنا تھا کہ بالکل ایک دم ہی اچانک ان کی آنکھوں میں روشنی واپس آ گئی۔ (حجتہ علی العالمین جلد 2 صفحہ 876 بحوالہ بیھقی وزُقانی علی المواھب جلد 1 صفحہ 270)

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

عبدالمصطفیٰ اعظمی عفی عنہ
خادم الحدیث دارلعلوم فیض الرسول
براؤں شریف ضلع بستی گھوسی
ضلع اعظم گڑھ (بھارت)